جلد نمبر ۱۰

۱۵

Presented by www.ziaraat.com

آئینۂ رموزِ خدا مشعلِ حیات
شرحِ بیانِ قصۂ تخلیقِ کائنات
مہرِ علومِ آلِ محمدؐ ہے ضوفشاں
جلوہ نما ہے اس میں ہر اک خشک و تر کی بات

○

آیاتِ بیّنات کا نکھرا ہوا چمن
طرزِ بیاں میں حسنِ نگارش کا بانکپن
اپنے جلو میں روحِ تقدس لئے ہوئے
گلدستۂ حدیقۂ انوارِ پنج تن

○

از یثرب و دیارِ نجف دشتِ کربلا
از گنجِ کاظمین و خراسان و سامرا
زیبِ نگار خانۂ تفسیر کے لئے
یکجا کہاں کہاں سے کئے دُرِّ بے بہا

○

آراستہ کیا ہے محلِ اعتقاد کا
لکھا ہے آبِ زر سے صحیفہ مفاد کا
قبلہ حسین بخش کو روزِ جزا ضرور
قدرت عطا کرے گی صلہ اس جہاد کا

○

Presented by www.ziaraat.com

فہرست

مضمون	صفحہ
سورہ حج کے فضائل	۶
رکوع نمبر ۸ ہول محشر	۷
انسانی تخلیق	۱۰
رکوع نمبر ۹	۱۳
مشرکین کو تنبیہ	۱۷
عذاب جہنم	۱۸
رکوع ۱۰ جنت کا تصور	۱۹
مسجد الحرام کی عظمت	۲۰
رکوع نمبر ۱۱ تطہیر کعبہ	۲۱
اعلانِ حج	۲۲
فوائد حج	۲۵
قول زور سے بچنے کا حکم	۲۸
آدم وحوا کی جائے ملاقات	۳۱
رکوع ۱۲	۳۲
قربانی	۳۳
رکوع نمبر ۱۳	۳۵
گذشتہ اقوام سے عبرت	۳۶
رکوع نمبر ۱۴	۳۹
شیطانی سازش	۴۰
نبی و رسول میں فرق	″
رکوع نمبر ۱۵	۴۳
رکوع نمبر ۱۶	۴۴
رکوع ۱۷ دعوت توحید	۴۷
پارہ ۱۸	۵۰
سورہ مومنون کے فضائل	۵۱
بیت اللہ میں ولی اللہ کی آمد	۵۲
لغو سے اعراض کرنا	۵۴

مضمون	صفحہ
ضروری تنبیہ	۵۵
علامات مومن	۵۶
انسان کی پیدائش	۵۸
حمل کا خون بہا	۵۹
احسن الخالقین	۶۰
طور سیناء	۶۳
رکوع نمبر ۲۔ حضرت نوحؑ کا ذکر	۶۴
نکتۂ لطیفہ	۶۶
رکوع ۳۔ رسالت و بشریت	۶۷
مریم و عیسیٰ دونو معجزہ تھے	۶۹
امری مخلوق	″
موجودات عالم کا تخلیقی سلسلہ	۷۱
ایک جاہل سے گفتگو	۷۴
رکوع نمبر ۴	۷۵
رکوع نمبر ۵۔ ذکر توحید	۸۱
الا کا معنی	۸۴
دلیل تمایز و تمانع	۸۵
رکوع نمبر ۶	″
اخلاق نبویہ	۸۷
برزخ	۸۸
نفخ صور	۸۹
نکاتِ علمیہ	۹۰
سورہ نور کے فضائل	۹۳
نور کی حقیقت	۹۴
قرآن میں نور کا استعمال	۹۶
نور ہدیٰ اور رحمت	۹۷
اول مخلوق	۹۸

مضمون	صفحہ
اقبال و ادبار کا معنی	۹۹
عقل کی عظمت	۱۰۰
نور و بشر	۱۰۲
نور و عصمت	۱۰۵
فن منطق میں نئے باب کا اضافہ	۱۰۷
مخلوقِ اول کی نوع مفرد	۱۰۹
رکوع ۷۔ شان نزول	۱۱۰
زنا کی شرعی سزا رجم اور اس کے احکام	۱۱۱
نصِ خلافت	۱۱۳
قذف کی سزا اور اس کے احکام	۱۱۶
رکوع ۸۔ قصۂ افک	۱۲۱
غیبت اور بہتان میں فرق	۱۲۳
رکوع نمبر ۹	۱۲۵
خبیث مرد خبیث عورتوں کیلئے	۱۲۷
رکوع نمبر ۱۰	″
دوسروں کے گھروں میں داخلے کی ممانعت	
پردہ کا حکم	۱۲۹
شادی کرنے کا حکم	۱۳۲
مکاتب مطلق و مشروط	۱۳۵
مفہوم مخالف کی حجیت	۱۳۶
رکوع نمبر ۱۱	۱۳۷
آیت نور	″
تاویل آیت	۱۴۰
دوسری تاویل	۱۴۱
تیسری تاویل	″
چوتھی تاویل	۱۴۲
پانچویں تاویل	

Presented by www.ziaraat.com

چھٹی تاویل	۱۴۲	بارش کا پانی اور اس کے احکام	۱۸۰	رکوع نمبر ۱۶	۲۲۳
بیوت کی تفسیر	۱۴۳	رکوع نمبر ۴	۱۸۴	حضرت موسیٰؑ کا ذکر	۲۲۴
کافر کے اعمال سراب کی مثل ہیں	۱۴۵	اللہ کے بندوں کی صفتیں	۱۸۶	رکوع نمبر ۱۷ حضرت سلیمانؑ کا قصہ	۲۲۶
لطیفہ، لاشی کا معنی	۱۴۶	سورۂ شعراء	۱۸۹	وراثت انبیاء کا مسئلہ	۲۲۸
رکوع نمبر ۱۱	۱۴۷	رکوع نمبر ۵	۱۹۰	حضرت سلیمانؑ کی حکومت	۲۳۱
عظمت پروردگار	۱۴۸	رکوع نمبر ۶	۱۹۱	وادی نمل کا ذکر	۲۳۲
ایمان کا امتحان	۱۵۰	حضرت موسیٰ کا ذکر	″	ہدہد کا غیر حاضر ہونا	۲۳۴
رکوع نمبر ۱۳	۱۵۱	رکوع نمبر ۷	۱۹۵	ہدہد کی تیز پروازی پر اعتراض و جواب	۲۳۷
آمد مہدی کی پیشین گوئی	۱۵۲	رکوع نمبر ۸	۱۹۷	حضرت سلیمانؑ کا خط ملکہ سبا کے نام	۲۴۰
آیہ استخلاف	۱۵۳	رکوع نمبر ۹	۲۰۰	رکوع نمبر ۱۸	۲۴۱
رکوع نمبر ۱۴	۱۵۴	حضرت ابراہیمؑ کا ذکر	″	ملکہ سبا کی ارکان دولت سے اہم گفتگو	″
آداب معاشرہ	″	رکوع نمبر ۱۰	۲۰۳	وفد کی روانگی	۲۴۲
حدیث مواخات	۱۵۹	حضرت نوحؑ کا ذکر	″	ملکہ سبا کی آمد	۲۴۵
رکوع نمبر ۱۵	″	رکوع نمبر ۱۱	۲۰۵	تخت بلقیس کی آمد	۲۴۶
حضرت حنظلہ کی شہادت	۱۶۰	حضرت ہودؑ کا ذکر	″	اسم اعظم	۲۴۷
حضورؐ کو بلانے کے آداب	″	رکوع ۱۲	۲۰۷	ملکہ بلقیس کا اسلام	۲۵۰
سورۂ فرقان	۱۶۲	حضرت صالحؑ کا ذکر	″	رکوع نمبر ۱۹ حضرت صالحؑ کا ذکر	۲۵۲
رکوع نمبر ۱۶	۱۶۳	بشریت و رسالت	۲۰۸	حضرت لوطؑ کا ذکر	۲۵۵
توحید کا بیان	″	رکوع نمبر ۱۳	۲۱۰	پارہ ۲۰	۲۵۶
رسول کی بشریت پر کافروں کا اعتراض	۱۶۵	حضرت لوطؑ کا ذکر	″	رکوع نمبر ۱	۲۵۷
بشریت و رسالت	۱۶۷	رکوع نمبر ۱۴	″	بیان توحید	″
شرک کا سبب	۱۶۹	حضرت شعیبؑ کا ذکر	″	علم غیب	۲۵۹
پارہ ۱۹	۱۷۲	رکوع نمبر ۱۵	۲۱۳	رکوع نمبر ۲	۲۶۰
رکوع نمبر ۱	۱۷۳	ولایت علی	″	دابۃ الارض کی تشریح	۲۶۲
بڑے قرین سے تبرا	۱۷۴	دعوت عشیرہ	۲۱۵	رکوع نمبر ۳ آمد قائم علیہ السلام	۲۶۴
رکوع ۲	۱۷۶	آبائے نبی کا اسلام	۲۱۸	نفخ صور	۲۶۵
اصحاب رس کا واقعہ	″	شعراء کے معنی کی وضاحت	۲۲۰	حرمت مکہ	۲۶۷
مشرکین مکہ کا شرک	۱۷۸	سورۂ نمل	۲۲۲		

تمت بالخیر

Presented by www.ziaraat.com

سورۃ الحج

اس سورہ کے مکی و مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابن عباس سے اس کا مکی ہونا اور حسن سے مدنی ہونا منقول ہے۔ اس کی چند آیتیں نہ مکی ہیں نہ مدنی بلکہ سفری ہیں۔ اس کی آیات کی تعداد مشہور قرأت کی بنا پر ۷۸ ہیں اور بسم اللہ کو ملا کر ۷۹ بنتی ہیں۔

(۱) جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے گذشتہ اور آئندہ کے تمام حاجیوں کے برابر اس کو ثواب دیا جائے گا۔ (مجمع)

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص اس سورہ کو ہر تیسرے دن پڑھتا رہے تو سال کے اندر اس کو حج نصیب ہو گی۔ اور اگر دوران سفر میں مرجائے تو داخل جنت ہو گا۔ (مجمع۔ برہان۔ صافی)

(۳) کسی نے سوال کیا کہ اگر حج کرنے والا مخالف ہو تو؟ آپ نے فرمایا اس کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ (برہان۔ صافی)

(۴) کافر ظالم اور ڈاکو اگر کشتی میں سوار ہوں۔ پس ہرن کی جھلی پر اس سورہ کو لکھ کر اس کشتی میں رکھا جائے تو وہ کشتی ان کافروں کو لے ڈوبے گی اور ایک نہ بچے گا۔

(۵) اگر پانی سے دھو کر ظالم حکمران کی نشست گاہ پر چھڑکاؤ کیا جائے تو اس کا اقتدار بحکم پروردگار جلدی زائل ہو جائیگا۔ عن الصادق علیہ السلام (برہان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ①

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے تحقیق قیامت کا زلزلہ بڑی شے ہے

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ

جس دن دیکھو گے کہ بھول جائے گی ہر دودھ پلانیوالی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو اور گرا دے گی ہر حمل والی

رکوع نمبر ۸ ۔ ہول محشر

تفسیر مجمع البیان میں اس کے شان نزول کے متعلق عمران بن حصین اور ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ سورہ حج کی پہلی دونوں آیتیں اس رات کو اُتریں جب کہ مسلمان غزوہ بنی مصطلق کے لیے روانہ سفر تھے۔ حضورؐ نے آواز دی تو سب مسلمان سواریوں سے پیدل ہو کر آں حضرتؐ کے اردگرد پروانہ وار جمع ہو گئے۔ آپ نے یہ دونوں آیتیں پڑھیں یہ سنتے ہی صحابہ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ اس سے زیادہ گریہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ رات بھر اسی حالت میں گذر گئی اور دن ہوا تو گھوڑوں سے زینیں اتارنے اور خیام نصب کرنے کا بھی کسی کو ہوش نہ تھا۔ کچھ رو رہے تھے اور کچھ غمناک صبح محشر کی فکر میں دم بخود نظر آتے تھے کہ پھر ایکبار حضورؐ نے زبان وحی ترجمان کو جنبش دی اور دریافت فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ آیتیں کس دن کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ سب نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اُس دن کا ذکر ہے جب خدا حضرت آدم کو حکم دے گا کہ اپنی اولاد کو جہنم کے لئے روانہ کرو تو آدمؑ عرض کریں گے اے پروردگار کس نسبت سے؟ تو ارشاد ہوگا ہر ہزار سے ۹۹۹ جہنم کی طرف اور ایک بہشت کی طرف بھیجو۔ یہ سنتے ہی صحابہ پر دوبارہ سخت گریئے کا عالم طاری ہوا۔ ہچکیاں لیتے ہوئے کسی نے عرض کی اے آقائے نامدار! ایسی حالت میں نجات کون پائے گا؟ تو آپ نے فرمایا تم کو خوشخبری ہو کہ یاجوج و ماجوج کے مقابلہ میں تم اس طرح ہو جس طرح پورے سیاہ رنگ کے بیل میں ایک سفید بال۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں ۱/۴ کی نسبت سے ہو گے تب صحابہ کی ڈھارس بندھی اور ہوش ٹھکانے آئے۔ پس سب نے مل کر نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا شاید تم اہل جنت میں ۱/۳ کی کی نسبت سے ہو گے۔ تو صحابہ نے خوشی کے مارے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پس آپؐ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ تم لوگ باقی اہل جنت میں ۲/۳ کی نسبت سے ہو گے۔ کیونکہ اہل جنت کی کل ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہوں گی۔ جن میں اسی ہزار صفیں صرف میری امت کے لئے مخصوص ہوں گی اور میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ عمر بن خطاب نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ بس ستر ہزار؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اور ان میں سے ہر ایک آدمی کے ہمراہ ستر ستر ہزار ہوں گے فوراً عکاشہ بن محصن نے عرض کی حضورؐ! میرے حق میں دعا کیجئے کہ ان میں سے ہو جاؤں۔ پس آپؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

Presented by www.ziaraat.com

کہ اللہ اس کو ان میں سے قرار دے تو ایک انصاری نے بھی یہی التجا کی تو آپ نے فرمایا بس عکاشہ کی پہل ہے۔ ابن عباس کہتا ہے چونکہ وہ انصاری منافق تھا اس لیے حضورؐ نے اس کو ٹال دیا۔ تفسیر برہان میں امالی شیخ سے ابواسحٰق ہمدانی کی زبانی منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے محمد بن ابوبکر کو جب مصر کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو اس کو ایک چٹھی لکھی کہ تمام اہل مصر کو سنائی جائے۔

اس میں سے چند فقرے یہ ہیں:-

"اے اللہ کے بندو! قبر سے اُٹھنے کے بعد کا منظر قبر سے سخت تر ہے۔ جس دن بچہ دن کے طول اور اس کی سختی سے بوڑھا ہو جائیگا۔ ہوشمند بیہوش نظر آئے گا۔ حاملہ ماؤں کے شکم سے بچے ساقط ہو جائیں گے۔ دودھ پلانے والیوں کو دودھ پیتے بچوں کا خیال نہ رہے گا۔ ایسا سخت دن جس کی سختی پورے عرصۂ محشر کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ معصوم فرشتوں میں سنسنی طاری ہوگی آسمان زمین اور پہاڑ کانپتے ہوں گے۔ آسمان پھٹ کر پراگندہ ہوگا۔ پہاڑ ذرّہ ذرّہ ہو کر سراب دکھائی دیں گے۔ نفخ صور سنتے ہی زمینوں اور آسمانوں کی تمام مخلوق گھبراہٹ سے بدحواس ہو جائے گی۔ سوائے ان کے جو مستثنیٰ ہیں۔ بس اس آدمی کی کیا حالت ہوگی۔ جو کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور جملہ اعضاء سے اپنے رب کی نافرمانی کر چکا ہوگا۔ اگر اللہ اپنے رحم و کرم سے اس کو بخش نہ دے تو اس دن کی سختی سے اس کو کون بچائے گا؟

جہنم کی گہرائی دُور تک، گرمی سخت، پینے کو پیپ، عذاب تازہ بتازہ اور سر کے اُوپر لوہے کے گرز ہائے گراں کی لگاتار مار نہ اس میں وقفہ ہوگا، نہ جلنے والے پر موت آئے گی جہاں رحم کا نام نہیں اور چیخ و پکار کو کوئی سننے والا نہیں۔

اور یقین کرو۔ اللہ کے بندو۔ دوسری طرف اللہ کی رحمت بھی ہے۔ جنت جو زمینوں اور آسمانوں کے برابر وسیع ہے۔ جس میں متقی جائیں گے۔ دُکھ نہ ہوگا۔ اس کی لذات کے استعمال سے اکتانا نہ ہوگا۔ وصال کے بعد فراق نہ ہوگا۔ رہنے والے اللہ کی رحمت کے سایہ میں بسیں گے۔ ان کے سامنے نوجوان لڑکے خوشبوئیں اور میوہ جات سنہری پلیٹوں میں نہایت دل کش انداز و اچھے سلیقے سے رکھ کر تابع فرمان کھڑے ہوں گے۔"

اسی طرح بروایت قاضی شریح حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ایک لمبے خطبے میں موت اور اس کے بعد حشر کا ہولناک منظر پیش فرمایا۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ "اے شاہانہ ہیبت و جلال کے مالک نازک مزاج: تو نے ایک کچے مکان اور غبار آلود ٹھکانے کی طرف منتقل ہونا ہے۔ تجھے ایسی جگہ رخسارہ ٹیک کر سونا ہوگا جہاں ملنے والے کم جاتے ہیں۔ پھر ایک وقت کے بعد جب قبریں شق ہوں گی اور تجھے میدان محشر کی طرف بھیجا جائے گا۔ تو اگر تیرا خاتمہ نیک ہوا تو سرور و انبساط، حکومت و سلطنت اور امن و آرام کا گھر ملے گا۔ موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے شیریں و شفاف پانی کے بلوری جام ہاتھ میں لے کر غلامی کیلئے پیش ہوں گے۔ اہل بہشت عیش و عشرت میں بسر کریں گے اور اہل جہنم آگ کا عذاب لیں گے۔ یہ ریشم و اطلس کے لباس میں ملبوس ناز و ادا سے ٹہلیں گے۔ اور وہ دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پیچ و تاب کھائیں گے۔ ان کے ناک

Presented by www.ziaraat.com

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ

اپنا حمل اور دیکھو گے لوگوں کو بے ہوش حالانکہ وہ بیہوش نہ ہونگے بلکہ

عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝٢ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ

اللہ کا عذاب سخت ہے اور بعض لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بے علمی

بہشت کے مشک و عنبر سے معطر ہوں گے اور وہ آتش جہنم میں لوہے کے وزنی گرزوں کے ساتھ پیٹے جائیں گے۔ سیاہ چشم خوبصورت حوریں خوشی خوشی ان سے معانقہ کریں گی اور اُن کی گردنوں میں دوزخ کے طوق و زنجیر ڈالے جائیں گے۔ ان کی گھبراہٹ کا کوئی دفاع نہ ہو گا۔ اور ان کی بیماری کا کوئی علاج نہ ہو گا۔

اے وہ انسان جس نے کیڑوں مکوڑوں کے سپرد ہونا ہے تو سن اور دیکھ کر عبرت حاصل کر۔ آنکھ سے کھو کر نیند کی لذت کو خیرباد کہہ دے اور خوفِ خدا میں آنسوؤں کے ڈول بہائے کیونکہ تیرا قبر کا مکان خطرناک اور ہولناک جگہ ہے۔ اے حیا سے کورا انسان تیرا انجام موت ہے۔ اے غافل و سرپھرا انسان نصیحت حاصل کرنے والے کی بات کو سن۔ حشر کا دن بازپرس اور جزا و سزا کا دن ہے۔ اس دن لوگوں کے اعمال کھلیں گے۔ گناہ گنے جائیں گے۔ گرمی کی شدت سے آنکھوں کے ڈھیلے پگھلتے نظر آئیں گے اور اس کی شدت سے حاملہ ماؤں کے بچے ساقط ہو جائیں گے۔ دوست دوست سے جدا ہو گا۔ اس دن کے ہول سے دانشمند بحرِ حیرت میں غوطہ زن ہو گا۔ زمین آبادی کے بعد بنجر ہو گی۔ اُس کی دل کشی اور سرسبزی تغیر و انقلاب کا محل ہو گی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کئے ہوئے اعمال میں سے حرف حرف کا سوال ہو گا۔ آنکھیں جھکی ہوں گی۔ سامنے حساب ہو گا اور پیچھے جہنم کا عذاب ہو گا اس کی ہولناک آواز کانوں سے ٹکرا رہی ہو گی۔ آنکھیں اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہی ہوں گی وہاں نہ کوئی مددگار و معاون ہو گا اور نہ کوئی غمگسار اور جائے پناہ ہو گا اور تمام لوگ مواقفِ حساب کی طرف تیزی سے روانہ کئے جائیں گے۔

پُل صراط پر پہنچیں گے تو دلوں میں لرزہ ہو گا اور جان لیں گے کہ اب بچاؤ مشکل ہے۔ بولنے کی اجازت نہ ہو گی، عذر مقبول نہ ہو گا، زبانوں پر مہر ہو گی۔ پس ہاتھ اور پاؤں اپنے کرتوتوں کے گواہ ہوں گے۔ ہائے کس قدر دردناک گھڑی ہو گی، اور روح فرسا منظر ہو گا۔ جب نتیجے کا اعلان ہو گا۔ ایک گروہ جنت کی طرف اور دوسرا گروہ جہنم کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ الخبر

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے موت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا مومن کے لئے ایک بہترین روح پرور خوشبو کی مانند ہے۔ جس کے سونگھنے سے تھکے ماندے انسان کو آرام و سکون آجاتا ہے اور وہ خوشی کی نیند سو جاتا ہے اور کافر کے لئے سانپوں اور بچھوؤں کے ڈسنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ۝٣ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ

سے اور پیروی کرتے ہیں ہر سرکش شیطان کی مقدر کی گئی ہے اس پہ یہ بات کہ جو بھی اسے دوست

تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ۝٤ يٰۤاَيُّهَا

رکھے گا یہ اسے گمراہ کرے گا اور اُسے عذاب دوزخ کا راستہ دکھائے گا اے لوگو!

النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ

اگر تم کو شک ہے مرنے کے بعد اُٹھنے کا تو ہم نے تم کو پیدا کیا ہے

زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ زلزلہ قیامت کے دن ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قیامت سے پہلے ہوگا۔ کیونکہ بعد میں ارشاد فرماتا ہے کہ حاملہ ماؤں کے حمل ساقط ہوں گے اور دودھ پیتے بچّوں سے مائیں غافل ہو جائیں گی۔ اور حمل و رضاعت قیامت سے پہلے ہوگا نہ کہ قیامت کے دن۔ لیکن اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہاں مقصود ہول محشر کو بیان کرنا ہے کہ اگر اس سختی کو کوئی حاملہ دیکھتی تو بچہ ساقط ہو جاتا اور ماں کو اپنا دُودھ پیتا بچہ بھول جاتا۔ اور زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے کا زلزلہ مراد لیا جائے اور قیامت کی طرف نسبت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ زلزلہ اشراطِ قیامت سے ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ ۔ یعنی بعض لوگ توحید پروردگار کے مسئلہ میں خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہیں۔ نضر بن حارث ایک باتونی آدمی تھا جو توحید کے بارے میں کج بحثی کر کے پیغمبر اور مسلمانوں کو خواہ مخواہ تنگ کرتا تھا۔ پس عجمیوں اور یہودیوں سے کچھ باتیں سُن کر مسلمانوں پر طعنہ زنی کرنا اس کا شیوہ تھا اور یہ آیت اُسی کے متعلق ہے۔

شَيۡطٰنٍ ۔ یہاں نسل انسانی کے شیطان مُراد ہیں جو اسلام کے خلاف نضر بن حارث یا دوسرے آدمیوں کو طعنہ زنی کی تحریک کرتے تھے۔

كُتِبَ عَلَيۡهِ ۔ یعنی اس شیطان پر یا بقولے جھگڑا کرنے والے پر یہ بات لوح محفوظ میں ثابت ہے کہ جو بھی اس کی پیروی کریگا وہ اس کو راہِ راست سے بھٹکا کر دوزخ کے راستہ پر لگائے گا۔

فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ ۔ حشر و نشر کے اثبات میں منکرین کے سامنے ایک عام فہم طریق استدلال اختیار کیا گیا ہے کہ ہم نے تم کو پہلے مٹی سے پیدا کیا (حضرت آدمؑ و حوا کو) اور پھر نطفہ علقہ و مضغہ سے تم کو بنایا (اولادِ آدم کو) یعنی آدم کو ہم نے دفعۃً بلا تدریج مٹی سے پیدا کر دیا اور اولادِ آدم کو تدریج کے ساتھ یعنی غلہ سبزیاں میوہ جات اور تمام کھانے کی چیزیں زمین سے پیدا کیں جن کو انسان نے کھایا تو ان سے خون پیدا ہوا۔ اور اس سے انسان کا مادہ منویہ پیدا ہوا۔ جس کو نطفہ کہا گیا ہے پھر نطفہ عورت کے رحم میں چالیس دن کے بعد خون جامد بن گیا۔ جس کو علقہ کہا گیا ہے اور علقہ چالیس دن کے بعد مضغہ بن جاتا ہے۔ اس طرح ایک سو بیس دن یعنی چار ماہ

Presented by www.ziaraat.com

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ

مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کی بوٹی سے تام یا غیر تام تاکہ

وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ

ہم واضح کریں تمہارے لئے اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں جو چاہیں ایک میعاد مقرر تک

مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ

پھر نکالتے ہیں تم کو بچہ تاکہ پہنچ جاؤ اپنی جوانی کو اور تم میں سے بعض کو موت

يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ

دی جاتی ہے پہلے اور بعض کو رد کیا جاتا ہے رذیل ترین زندگی کی طرف تاکہ کچھ نہ جانے بعد جاننے

کے بعد رُوح داخل ہوکر نفسِ انسانی تیار ہوجاتا ہے۔ بعض بچے روح کے داخل ہونے سے پہلے ساقط ہوجاتے ہیں۔ جن کو غیر مخلقہ کہا گیا ہے اور بعض بچے روح داخل ہونے کے بعد ایک مقررہ میعاد یعنی نو ماہ تک شکمِ مادر میں محفوظ رہ کر صحیح پیدا ہوتے ہیں جنکو مخلقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل ص۵۸ پر ملاحظہ ہو۔

لِنُبَيِّنَ لَكُمْ۔ حضرت آدم و حوا کو صرف مٹی سے بغیر تدریج کے اور تم کو مٹی نطفہ علقہ اور مضغہ کی ترتیب و تدریج سے پیدا کر کے ہم نے تم پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ ہم دفعتہً پیدا کرنے اور تدریجاً پیدا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور جب ابتداً ہم اس طرح پیدا کرنے پر قادر ہیں تو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے پر کیونکر قادر نہیں ہیں؟

اَرْذَلِ الْعُمُر۔ بڑھاپے کی عمر کو رذیل ترین زندگی اس لئے کہا گیا ہے کہ دنیا کی تمام بہاریں اور رونقیں اس کے لئے نفع مند نہیں رہتیں نہ جوانی واپس آسکتی ہے اور نہ تندرستی لوٹ سکتی ہے۔ پس یہ عمر حسرت اور ارمان کا مجموعہ ہوتی ہے کیونکہ لذائذِ دنیا کو دیکھتا ہے لیکن استعمال نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے جوانی کے لذائذ دنیاویہ پر آخرت کو ترجیح دی اور قربِ خداوندی ان کا مطمعِ نظر رہا ان کا بڑھاپا وصالِ پروردگار کا پیغام ہوتا ہے اور خدا ایسے لوگوں کا احترام باقی لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ پس وہ باعزت دنیا سے جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں باعزت مہمان ہوتے ہیں۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک سو سال اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پچھتر سال کے بعد ارذل عمر ہونا منقول ہے۔ اس کی مزید وضاحت تفسیر کی جلد ۱۴ سورہ والتین کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اِهْتَزَّتْ ص۱۲۔ اهتزاز کا معنی ہوتا ہے خوشی سے جھومنا۔ پس خشک زمین پر بارش پڑنے کے بعد اس کی سرسبزی و شادابی اس کا

Presented by www.ziaraat.com

بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ط وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَآ أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ

کے اور دیکھتے ہو زمین کو خشک پس جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو

اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۵ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ

متحرک ہوئی اور بڑھی اور اُگانے لگی ہر قسم کی پُررونق انگوریاں یہ اس لئے کہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَأَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۶ وَأَنَّ

حق ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور تحقیق

السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۷

قیامت بلاشک آنے والی ہے اور تحقیق اللہ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ

اور بعض لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر سچی کتاب

اهتزاز ہوتا ہے۔ زوج سے مُراد اس مقام پر قسم اور صنف ہے اور بھیج بہجت سے ہے جس کا معنی رونق ہوا کرتا ہے۔

ذٰلِكَ۔ یعنی تمام بیان کردہ امور کو مثلاً مخلوق کو پیدا کرنے پر تدریج سے یا بلاتدریج اسی طرح زمین سے قسم و قسم کی انگوریاں اُگانے پر بلکہ کائنات کے جملہ تصرفات پر پوری قدرت رکھنا اس لئے ہے کہ وہی ہے خدائے برحق اور اسی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور وہ جس طرح ابتداءً سب کا خالق ہے۔ اسی طرح دوبارہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ غرضیکہ وہ ہر بات پر قادر ہے پس یقین کرلو کہ قیامت ضرور آئے گی۔ اور قبروں میں دفن ہونے والوں کو اللہ ضرور اٹھائے گا۔

يُجَادِلُ۔ یعنی بعض لوگ بے علمی سے مسئلہ توحید میں جھگڑا و مناظرہ کرنے لگتے ہیں نہ ان کے پاس دلیل ہوتی ہے اور نہ کسی سچی کتاب کا سہارا ہوتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس علم ہو دلیل قائم کرسکتا ہو۔ اور کسی سچی کتاب کا سہارا بھی اس کو حاصل ہو تو اس کے لئے مناظرہ کرنا جائز اور درست ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ حق کا علمبردار ہوگا اور لوگوں کے لئے حق کے قریب ہونے کا موجب بنے گا اور بخلاف اس کے بے علمی کی صورت میں خود بھی حق سے دُور ہوگا اور لوگوں کے لئے بھی غلط عقائد کی راہ ہموار کرے گا۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ۔ یعنی ازراہِ تکبّر پہلو موڑ کر چلتا ہے۔ ابھی آیت نمبر ۳ میں گذرا ہے کہ اس کا مصداق نضر بن حارث تھا جو بے علم اکھڑ مزاج اور متکبر قسم کا جھگڑالو آدمی تھا اور مسلمانوں کو بالعموم تنگ کرتا تھا اور تاویلی طور پر ہر وہ بندہ اس آیت کا مصداق بن سکتا ہے جو یہ عادت

Presented by www.ziaraat.com

مُنِيرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا

کے پہلو مروڑ کر چلتے ہیں تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستہ سے اس کے لئے دنیا میں

خِزْيٌ ۖ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٩﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

ذلت ہے اور اس کو چکھائیں گے قیامت کے دن جلنے کا ۔ عذاب (اس کو کہا جائیگا) یہ اس لئے کہ کمایا ہے تیرے

يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾ ع وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ

ہاتھوں نے اور تحقیق اللہ بندوں پر ظالم نہیں ہے اور بعض لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ کی

عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ

غیر یقینی پس اگر پہنچے اس کو بھلائی تو مطمئن ہو جاتا ہے اس پر اور اگر پہنچے اس کو آزمائش تو الٹا ہو جاتا ہے

رکھتا ہو جیسا کہ دور حاضر میں بعض سر پھرے ٹھیکہ داران منبر دامن توحید پروردگار کو تار تار کرنے کے درپے ہیں اور سرے سے خدا کی خالقیت کو چیلنج کرتے ہوئے عوام کو شرک کا درس دیتے ہیں کہ خدا نے تو صرف محمدؐ و آل محمدؐ کو پیدا کیا باقی سب مخلوق کو انہوں نے پیدا کیا۔ پس اس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج کے لئے علمائے حقہ پر قسم وقسم کے ناروا حملے کرنا ان کو وہابی کہنا اور مناظرہ کے لئے للکارنا ان کا شیوہ ہے۔ تعالی اللہ عما یشرکون۔

رکوع نمبر ۹

عَلٰی حَرْفٍ۔ حرف کا معنی کنارہ ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح کسی کنارے پر کھڑا ہوا انسان کمزور حالت میں ہوتا ہے کہ نہ اُس کو ثابت رہنے کا یقین ہوتا ہے اور نہ اُس حالت میں کسی کا مقابلہ کر سکتا ہے بلکہ ہر وقت گرنے کا خطرہ اس کو لاحق رہتا ہے۔ اسی طرح بعض کمزور ایمان والے لوگوں کی حالت ہے کہ چونکہ ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوتا اور ہر معمولی سے معمولی شبہ بھی اُن کے ایمان کی عمارت کو متزلزل کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پس کنارے پر کھڑے ہوتے انسان کی طرح اس کی عبادت بھی کمزور اور غیر یقینی ہوتی ہے کہ اگر اس کی توقع کے مطابق خوشحالی اور وسعت رزق اس کو حاصل ہو جائے تو اس کا دل مطمئن اور وہ اپنے ایمان سے راضی رہتا ہے لیکن اگر تھوڑی سی آزمائش اور تکلیف پہنچ جائے تو اس کا دل شکوک و شبہات کا منبع بن جاتا ہے۔ اور آخر کار الٹے قدم وہ کفر و الحاد کی وادی میں جا گرتا ہے۔ ایسا شخص نہ دین کا رہتا ہے اور نہ دنیا کا۔ کیونکہ اس پر دنیاوی تنگی اللہ کی جانب سے آزمائش کے طور پر پہنچ گئی۔ اور دین سے خود ہاتھ دھو بیٹھا۔

يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهُ۔ لام ابتداء۔ اس لام کا مسئلہ نحویوں کے نزدیک ایک معرکۃ الآراء مقام ہے۔ کیونکہ لام جارہ اور لام امر کے علاوہ

Presented by www.ziaraat.com

وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝۱۱

اپنے منہ پر وہ دنیا و آخرت کے خسارے میں ہے - اور یہ واضح خسارہ ہے

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

پکارتا ہے اللہ کے سوا اس کو جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع یہ ہی تو

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۲ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ

سخت گمراہی ہے اور اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان نفع سے زیادہ قریب ہے

لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝۱۳ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

البتہ وہ برا معاون اور برا ساتھی ہے تحقیق اللہ داخل کرے گا ان کو جو ایمان لائے

جو لام مفتوحہ معانی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) ان مخففہ کی خبر پر داخل ہوتی ہے (۲) فعل مضارع اور فعل ماضی پر داخل ہوتی ہے جب کہ وہ جواب قسم واقع ہو (۳) شرط پر داخل ہوتی ہے جب کہ جزا کا اعتماد قسم پر ہو جس طرح لَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا۔ (۴) اسماء مبتداء پر داخل ہوتی ہے یا اِنَّ کے اسم و خبر پر یا فعل مضارع پر جب کہ حال واقع ہو۔ ابو علی کہتا ہے کہ اس لام کا خبر پر داخل کرنا بھی ضرورت شعری کے ماتحت ہوتا ہے۔ حالانکہ خبر حقیقت میں عین مبتداء ہوتی ہے۔ ورنہ حمل درست نہیں رہتا۔ مثلاً "زیدٌ قائمٌ" میں قائم بعینہٖ زید ہے۔ بنابریں موصول پر لام کو داخل کرکے صلہ مُراد لینا ناجائز ہے کیونکہ صلہ عین موصول نہیں ہوتا۔ جس طرح خبر عین مبتداء ہوتی ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے آیت مجیدہ میں یہ کہا ہے کہ دراصل یہ لام صلہ پر داخل تھی اور اُسے مقدم کر دیا گیا ہے یعنی تقدیر عبارت یہ تھی۔ يَدْعُوْا مَنْ لَضَرُّهٗ اَقْرَبُ الخ جیسا کہ زجاج نے کوفی اور بصری نحویوں کی طرف بغیر وجہ بیان کئے یہ قول منسوب کیا ہے درست نہیں بلکہ غلط ہے۔ پس اس کا حل یہ ہو گا کہ یا تو دوسرے یدعوا کو پہلے یدعوا کا تکرار کہا جائے کیونکہ یہ فعل (دعا) کثیر الوقوع ہے اور چونکہ پہلا يَدْعُوْا متعدی استعمال ہو چکا ہے لہٰذا دوسرے کو متعدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یا دوسرے یدعوا کے لبعدھا، ضمیر غائب کو محذوف مانا جائے جو اس کا مفعول ہو اور جملہ فعلیہ کو ذٰلک سے حال قرار دیا جائے یا ذالک کو الذی کے معنی میں اسم موصول قرار دیا جائے اور ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ کو اس کا صلہ بنا کر يَدْعُوْا کا مفعول مقدم قرار دیا جائے جس طرح مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى میں تِلْكَ کو اَلَّذِیْ کے معنی میں نحویوں نے موصول قرار دیا ہے۔ پس ان تینوں صورتوں میں يَدْعُوْا کا مابعد سے کوئی تعلق نہیں اور لام مبتداء پر داخل ہے جو کہ مَنْ موصولہ ہے

Presented by www.ziaraat.com

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اِنَّ اللّٰهَ

اور نیک عمل کرتے رہے بہشتوں میں کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں تحقیق اللہ کرتا

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

ہے جو چاہتا ہے جس کا یہ خیال ہو کہ ہرگز نہ مدد کرے گا اللہ اس (محمدؐ) کی دنیا

اور بعد میں اس کا صلہ ہے اور صلہ وموصول مل کر محل رفع میں ہیں کیونکہ مبتدا ہیں اور لَبِئْسَ الْمَوْلٰی میں لام کا مدخول اس کی خبر ہوگا۔ اور یہ لام جواب قسم ہے جسے لام یمین بھی کہا جاتا ہے۔ ربن نے اس کی ایک ترجیہ یہ بھی کی ہے کہ یَدْعُوْا کا معنی یَقُوْلُ کیا جائے اور لام کا مدخول موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مبتدا ہو اور اس کی خبر مولاں محذوف مانی جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یَدْعُوْا کو یُسَمّٰی کے معنی میں قرار دیا جائے۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے شرک کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کی لیکن حضرت محمد مصطفےٰؐ کی ان کو معرفت حاصل نہ ہوئی۔ پس وہ اللہ کی عبادت شک کی صورت میں کرتے ہیں اور حضرت رسالت مآبؐ کے متعلق وہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر ان کی برکت سے ہمارے مال زیادہ ہوئے جسم میں تندرستی رہی اور اولاد عطا ہو گئی تو ہم سمجھیں گے کہ وہ سچا رسول ہے ورنہ پھر سوچیں گے۔ انہی کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ اگر اچھائی پہنچے تو وہ مطمئن ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی تکلیف یا غیر متوقع صورت پیش آئے تو شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور ان کو پکارنے لگتے ہیں جن کا نقصان نفع سے قریب تر ہے بلکہ نفع ان کے پاس ہے ہی نہیں۔

مَنْ كَانَ ۔ چونکہ جناب رسالت مآبؐ کی ہر مقام پر اللہ مدد فرماتا ہے اور آپ جس طرف کا رخ کرتے کامیابی و کامرانی آپؐ کے لئے چشم براہ ہوتی تھی تو کافر و منافق طبع لوگوں کی طبیعتوں پر بوجھ پڑتا تھا۔ پس ان کی تذلیل کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر کسی کو میرے پیارے رسول کا کامیاب و کامران ہونا ناگوار ہے اور وہ اپنے غم و غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے آپ کو اس دھوکے میں ڈالتا ہے کہ بس اب خدا اس کی مدد نہیں کرے گا تو وہ کمر ہمت باندھ کر میری مدد کے راستوں کو روک لے چنانچہ آسمان پر کمند ڈال کر اوپر جانے کی کوشش کرے حتیٰ کہ اپنی انتہائی کوشش کے بعد تھک کر بیٹھ جائے یا انہی کوششوں میں مر جائے اور نتیجہ میں دیکھے کہ کیا اس کی حیلہ سازیاں اور مکاریاں میرے حبیبؐ کا کچھ بگاڑ سکیں۔ گویا اللہ کی طرف سے چیلنج ہے کہ تم اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ لیکن میرے رسول کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ اور چونکہ نصرت پروردگار بذریعہ وحی یا امداد ملائکہ آسمان کی جانب سے ہی آتی ہے اس لئے آسمان کا ذکر کیا گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صـ۱۶ ۔ یعنی بروز محشر مومنوں اور کافروں کے تمام گروہوں کے درمیان فیصلہ ہوگا۔ مجوسی بھی اہل کتاب کہلاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے متعلق پوری تحقیق نہیں ہو سکی اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی محارم کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ

آخرت میں پس لمبا کرے اپنا رسہ آسمان کی طرف پھر ختم کرے پس دیکھے کیا دور کر سکتا ہے اس کا

كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ

حیلہ اس چیز کو جس سے وہ غصہ کرتا ہے اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا واضح آیات اور تحقیق اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى

جسے چاہے تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور صابی اور نصرانی

وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ

اور مجوسی اور جو مشرک ہوئے تحقیق اللہ ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا قیامت کے دن

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ

تحقیق اللہ ہر چیز پر حاضر ہے کیا تم نہیں دیکھتے تحقیق اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے

وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ

اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ بھی اور بہت سوں پر

مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ۔ یعنی علوی وسفلی تمام مخلوق اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے، ارباب عقول کا سجدہ تشریعی ہے جو اپنے اختیار سے بجا لائیں۔ اور ان کی ہیئت مخصوصہ اور اپنی تمام امور میں بے بسی اور اس کے ارادہ ومشیت کے سامنے بے چارگی ان کا سجدہ تکوینی ہے اور باقی مخلوقات ارضی وسماوی مثلاً چاند، سورج، ستارے اور دریا پہاڑ وغیرہ کا سجدہ سجدہ تکوینی ہے کہ قدرت خداوند کے سامنے وہ ہر وقت سرنگوں ہیں۔

کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ اس مقام پر ان کا سجدہ تشریعی مراد ہے کہ بہت سے بندے اپنے ارادہ واختیار سے توحید پروردگار کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور اس کا سجدہ کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

ثابت ہے عذاب اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کون عزت دے سکتا ہے تحقیق اللہ

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِيْنَ

کرتا ہے جو چاہتا ہے ان دو گروہوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں پس جو کافر

كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۗ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ

ہیں کاٹے جائیں گے ان کے کپڑے آگ سے کہ پلٹا جائے گا ان کے سروں پر کھولتا

الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ

پانی کہ پگھل جائے گا اس کے ذریعے سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور ان کے

مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

لئے گرز ہونگے لوہے سے جب اس سے نکلنا چاہیں گے تکلیف کی وجہ سے

مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ ع ٩

تو اس میں پلٹائے جائیں گے اور (کہا جائے گا) کہ چکھو جلنے کا عذاب

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

تحقیق اللہ داخل کرے گا ان کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے بہشتوں میں

حَقَّ عَلَيْهِ۔ یعنی بہت سے بندے ایسے بھی ہیں جو اپنے خالق سے برسر پیکار رہتے ہیں اور وہ اس کے سامنے جھکنے سے انکاری رہتے ہیں پس اُن پر عذاب حق ہو چکا ہے۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ۔ یعنی مومنوں اور کافروں کے دو گروہ آپس میں توحید کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں تمام گروہ باوجود اختلافِ عقائد کے ایک گروہ کے شمار میں ہیں کیونکہ کلمہ کفر سب پر صادق آتا ہے۔ مثلاً نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم لوگ رب کے زیادہ قریبی ہیں۔ کیونکہ ہمارا نبی تم سے پہلے تھا اور مسلمان کہتے تھے کہ ہم رب کے پیارے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں کہ ہم تمام نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور تم لوگ حسد و کدورت کی بنا پر ہمارے نبی کی تصدیق نہیں کرتے۔

مَقَامِعُ: جمع ہے مقمع کی یعنی لوہے کا ہتھوڑا یا گرز۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ جہنم کے گرزوں میں سے ایک گرز اگر زمین پر رکھا جائے اور پھر تمام جن و انسان مل کر اُسے اٹھانا چاہیں تو وہ اتنا وزنی ہوگا کہ یہ نہ اُٹھا سکیں گے۔ اور حسن سے منقول ہے کہ آگ کے شعلے جب دوزخیوں کو اوپر کی سطح پر اٹھا لائیں گے تو ان کے سروں پر وہ گرز مارے جائیں گے پس ستر خریف کی مسافت سے وہ نیچے چلے جائیں گے۔ (بعض روایات میں ستر سال منقول ہے) جب تہ پر پہنچیں گے تو جہنم کے شعلے پھر ان کو اُوپر کی طرف ابھاریں گے اور اسی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

عذاب جہنم کا ایک منظر

تفسیر صافی و برہان میں بروایت قمی منقول ہے ایک مرتبہ ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے فرزند رسول میرا دل سخت ہو گیا ہے (کچھ موعظہ فرمائیے) اور مجھ کو خوفِ خدا یاد دلائیے۔ پس آپ نے فرمایا۔ اے محمد ایک لمبی زندگی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جبریل ایک مرتبہ حضور کے پاس تلخ چہرے کے ساتھ حاضر ہوا حالانکہ وہ بالعموم مسکراتا ہوا آیا کرتا تھا۔ آپ نے تلخی کی وجہ پوچھی، تو کہنے لگا کہ میں ابھی آگ کی پھونکنیاں چھوڑ کر آیا ہوں، آپ نے فرمایا وہ کیسے ہے؟ تو کہنے لگا کہ پروردگار کی جانب سے آتش جہنم کو بھڑکانے کا حکم ہوا تو ایک ہزار سال تک اس کی آگ کو پھونکا گیا یہاں تک کہ سفید ہو گئی۔ پھر ایک ہزار سال کے بعد وہ سرخ ہو گئی۔ پھر تیسری مرتبہ ایک ہزار سال کے بعد وہ سیاہ ہو گئی۔ اس کی حالت یہ ہے کہ جہنمیوں کے پانی میں سے ایک قطرہ اگر دنیا کے پانی میں مل جائے تو اس کی بدبو سے تمام اہل زمین مر جائیں گے۔ جہنم کے زنجیر جو ستر ہاتھ لمبے ہیں۔ ان کی ایک کڑی اگر دنیا میں ظاہر ہو جائے تو ساری دنیا اس کی حرارت سے پگھل جائے گی اور اگر کسی دوزخی کی ایک قمیص زمین و آسمان کے درمیان لٹکائی جائے تو اس کی بدبو سے تمام اہل دنیا مر جائیں گے یہ سُن کر حضورؐ پر گریہ طاری ہوا اور جبریل بھی ساتھ رونے لگا تو فوراً ایک دوسرا فرشتہ جانب پروردگار سے نازل ہوا کہ خدا تم دونوں کو بعد سلام کے فرماتا ہے کہ تم کو گناہوں سے میں نے محفوظ کیا ہے جن کی وجہ سے لوگ جہنم میں جائیں گے۔ اس کے بعد کبھی جناب رسالت مآبؐ کو کسی نے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا دوزخی دوزخ کو بڑا سمجھتے ہیں اور جنتی جنّت کو بڑا سمجھتے ہیں۔ اور جب جہنمی کو اوپر کے کنارے سے جہنم میں گرایا جائے گا تو ستر سال کی مسافت کے برابر گہرائی تک چلا جائے گا اور جب پھر اوپر آئے گا تو لوہے کے گرزوں سے اس کے سر پہ مار پڑے گی۔ پس وہ پھر تہ تک چلا جائے گا جس طرح آیت مجیدہ میں ارشاد خداوندی ہے کہ درد و تکلیف سے اُوپر کو ابھریں گے تو لوہے کے گرزوں سے ان کو مارا جائے گا اور چمڑے جل جانے کے بعد تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ پس آپؐ نے فرمایا اے ابو بصیر اتنا کافی ہے یا کچھ اور بھی بیان کروں تو وہ کہنے لگا حضورؐ اسی قدر کافی ہے۔

اور تفسیر برہان میں ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جبریل نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے برحق

Presented by www.ziaraat.com

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں پہنائے جائیں گے اس میں کنگن سونے کے اور موتیوں

وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ

کے اور ان کا لباس وہاں ریشمی ہوگا اور بھیجے جائیں گے طرف عمدہ باتوں

مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

کے اور بھیجے جائیں گے طرف اللہ کے راستہ کے جو حمید ہے تحقیق جو لوگ

نبی مبعوث کیا ہے کہ اگر سوراخ سوزن کے برابر آتش جہنم کی حرارت کو زمین کی طرف راستہ ملے تو سب کے سب انسان اس کی گرمی سے تڑپ کر مرجائیں گے اور اگر ایک جہنمی کو جہنم سے نکال کر زمین پر بھیجا جاتے تو اہل زمین اس کو دیکھ کر ہلاک ہوجائیں گے اور اگر اس کے زنجیر کو صرف ایک ہاتھ کے برابر دنیا کے تمام پہاڑوں پر رکھا جائے تو سب دنیا کے پہاڑ پگھل جائیں گے اور اگر کسی دوزخی کا کوئی کپڑا دنیا پر ظاہر کیا جائے تو سب اس کی بدبو سے مرجائیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے قسم کھا کر حضورؐ نے فرمایا۔ اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین کے پہاڑوں پر گرجائے تو سب پہاڑ زمین میں دھنس جائیں گے تو کیا حال ہوگا اس بندے کا جس کی یہ خوراک ہوگی اور فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر غسلین کا ایک قطرہ پہاڑوں پر ٹپکے تو تمام پہاڑ اس کو برداشت نہ کرسکیں گے تو کیا حال ہوگا اُس کا جس کو پینے کے لئے وہی ملے گا۔ اسی طرح ایک گرز اگر پہاڑوں پر رکھا جائے تو اس کے وزن سے تمام پہاڑ زمین دوز ہوجائیں گے تو کیا حال ہوگا اس کا جس کے سر پر ان کی مار پڑے گی۔ اور ایک روایت میں ہے جہنمیوں کی حالت یہ ہوگی کہ اوپر کا ہونٹ بلند ہوکر سر کے برابر آجائے گا اور نچلا ہونٹ ناف تک لٹک جائے گا۔ العیاذ باللہ

رکوع ۶ نمبر ۱ جنت کا تصور

خَتِمُوْا۔ خداوند کریم نے دنیا میں ریشمی لباس مردوں پر حرام کیا ہے اور جنت میں اس لباس کی پیش کش فرمائی ہے۔ وہاں ہر قسم کی زینت سے مزین ہوکر نعمات پروردگار میں عیش و آرام کی دائمی زندگی ہوگی وہاں نہ لغویات نہ فضول گپیں اور نہ دل آزار آوازیں ہوں گی۔ بس پیار و محبت کے لہجے میں جنتی لوگ آپس میں ہمکلام ہوں گے اور بعض اوقات فرشتوں کے ساتھ بھی تحیہ و سلام سے ملاقاتیں ہوں گی۔ اور اسی کو طیب قول کہا گیا ہے۔

حمید کا معنی ہے قابل حمد۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس سے مُراد ذاتِ پروردگار ہے۔ نیز اسلام اور جنت بھی مُراد لئے گئے ہیں اور تفسیر اہل بیت میں ہے کہ یہ آیتیں بالخصوص حضرت حمزہ، جعفر طیار، عبیدہ، سلمان، ابوذر، مقداد بن اسود اور عمار

Presented by www.ziaraat.com

كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کافر ہیں اور روکتے ہیں اللہ کے راستہ سے اور مسجد الحرام سے

الَّذِي جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ

جس کو ہم نے لوگوں کے لئے بنایا کہ اس میں مقامی اور دیہاتی برابر ہیں اور جو ارادہ

کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اور حمید سے مُراد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں۔ ایک روایت میں حمید سے مراد ولایت ہے (صافی)
تفسیر صافی میں بروایت قمی منقول ہے کہ ابوبصیر کی خواہش پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جنت کی تعریف فرمائی
کہ کم از کم نعمات جنت میں سے یہ ہے کہ اس کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے سونگھی جاسکے گی۔ اور معمولی جنتی کا مکان
اس قدر وسیع ہوگا کہ تمام جنّ و انسان اگر اس کے ہاں مہمان ہوں تو سب کے لئے کافی ہوگا اور ان کے کھانے پینے کے بعد یوں
معلوم ہوگا کہ کسی نے کچھ نہیں کھایا اور کم از کم بہشتی کے لئے تین درجے ہوں گے جب پہلے درجے میں پہنچے گا تو اس میں غلام
کنیزیں نہریں اور میوہ جات اس قدر دیکھے گا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور دل باغ باغ ہوگا۔ پس شکر پروردگار بجالائے گا۔
پھر حکم ہوگا کہ سر اٹھا کر اپنا دوسرا درجہ دیکھو چنانچہ جب اس باغ کی طرف نظر کرے گا تو پہلے سے کئی گنا زیادہ نعمات کی اس میں
فراوانی پائے گا۔ پس اس میں داخل ہو کر شکر پروردگار بجالائے گا۔ تو حکم ہوگا کہ سر اٹھا کر اُوپر دیکھو۔ جنت الخلد پر اس کی نظر پڑے گی
تو پہلے دونو باغات سے کئی گنا زیادہ نعمات کو ملاحظہ کرے گا پس مسرور دل سے خدا کے شکر میں رطب اللسان ہوگا۔ آگے چل کر
آپ نے فرمایا مومن کو آٹھ سو کنواری اور چار ہزار ثیب حوریں ملیں گی۔ اور ان کے علاوہ دو حورالعین خدا عطا فرمائے گا۔ اور فرمایا کہ ان
کی تخلیق جنت کی نورانی مٹی سے ہوگی۔ الخبر ملخصاً

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ آیت میں مضارع کو ماضی پر اس لئے عطف کیا گیا ہے کہ فعل مضارع بھی ماضی کے معنی میں ہے
یعنی جنہوں نے کفر کیا اور راہِ خدا سے اور مسجد الحرام سے لوگوں کو روکا۔

جَعَلْنٰهُ۔ اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ یعنی جس کو ہم نے لوگوں کے لئے عبادت گاہ بنایا۔

اَلْعَاكِفُ۔ عاکف کا معنی مقیم یعنی وہاں کا باشندہ اور بادی سے مُراد جو بیرون جات سے حج کے لئے حاضر
ہو۔ اس کا مادہ بدو ہے جو حضر کے مقابلہ میں ہے۔

بِاِلْحَادٍ۔ الحاد کا معنی ہوتا ہے راہِ حق سے کنارہ کشی اور اس جگہ بار جارہ زائدہ ہے۔ خداوند کریم نے حدود حرم کے
اندر کے حصّہ کو یہ شرف بخشا ہے کہ وہاں کوئی کسی پر دست درازی کرنے کا مجاز نہیں حتی کہ وہاں شرعی حد بھی کسی مجرم پر جاری
نہیں کی جاسکتی۔ البتہ جو شخص حدود حرم کا حیاء نہ کرے اور جرم کا ارتکاب حرم کے اندر کرے تو اس کو سزا بھی حدود حرم
کے اندر دی جاسکتی ہے۔ اور اسی حکم کے متعلق آیت مجیدہ میں ہے۔ مَنْ يُّرِدْ الخ یعنی جو حرم کے اندر الحاد یعنی راہِ حق سے

بُّرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ

کرے گا اس میں خلاف حق ظلم کا تو چکھائیں گے اس کو دردناک عذاب اور جب

بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَّ

ٹھکانا دیا ہم نے ابراہیم کو اپنے گھر کا مکان (اور حکم دیا) کہ نہ شرک کر میرے ساتھ کچھ اور

طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾

پاک رکھ میرے گھر کو طواف کرنے والوں قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنیوالوں کے لئے

تجاوز کرکے ظلم کا ارتکاب کرے اس کو سزا دی جائے گی۔

آیت مجیدہ صاف اعلان کر رہی ہے کہ مکہ کی زمین میں سب مسلمان برابر کے شریک ہیں نہ اس کی جگہ کی زمین کو بیچنا جائز ہے اور نہ اس کا کرایہ لینا جائز ہے بلکہ سب مسلمان اس میں برابر رہ سکتے ہیں اور احادیث میں ہے پہلے مکہ کے گھروں میں دروازے بھی نہیں ہوا کرتے تھے باہر سے آنے والا آزادانہ کسی کے گھر میں رہ کر فرائض حج ادا کرکے واپس چلا جاتا تھا اور مسلمانوں میں پہلا شخص معاویہ ہے جس نے مکہ میں اپنی رہائش گاہ کے لئے دروازہ بنایا۔ (برہان)

بعضوں نے کہا ہے کہ آیت مجیدہ ان کے حق میں ہے جنہوں نے حدیبیہ کے سال رسولؐ خدا کو مکہ سے روکا تھا (مجمع)

رکوع نمبر ۱۱

وَإِذْ بَوَّأْنَا۔ بعض مفسرین نے بَوَّأْنَا کا معنی نشاندہی کرنا بیان کیا ہے۔ یعنی اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ (کعبہ) کے مکان کی جگہ بتائی۔ کیونکہ جب تعمیر کعبہ کا حکم ہوا تو حضرت ابراہیمؑ حیران تھے کہ کس جگہ اس کی بنیاد رکھی جائے۔ پس بحکم پروردگار ایک تیز ہوا چلی جس نے اوپر سے مٹی کو اڑا کر ہر چہار طرف سے کعبہ کی اصلی بنیاد کو ظاہر کر دیا جس پر طوفان نوح سے پہلے وہ بنا ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ایک بادل کو بھیجا جو کعبہ کی اصلی بنیادوں کی سیدھ میں رُک گیا اور بقدرتِ خداوندی اس نے کلام کیا کہ میرے برابر زمین پر کعبہ کی بنیاد رکھے۔

وَأَنْ لَّا تُشْرِكْ۔ یعنی یہ کہ میری توحید کو بیان کرو کیونکہ عدم شرک کا لازم معنی توحید ہے۔

طَهِّرْ۔ چونکہ اس جگہ مفہوم دو ہیں (۱) رفع نجاست (۲) دفع نجاست۔ کیونکہ شے کے نجس ہو جانے کے بعد اس کو پاک کرنا رفع نجاست ہے اور سرے سے اس کو نجس ہونے سے بچانا اور نجاست کو اس کے قریب نہ آنے دینا دفع نجاست ہے اور تطہیر ان دونوں معنوں پر صادق آتی ہے۔ لیکن اس مقام پر صرف دفع نجاست کا مفہوم مراد لینا زیادہ موزوں ہے کیونکہ

Presented by www.ziaraat.com

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ

اور اعلان کرو لوگوں میں حج کا آئیں گے تیرے پاس پیدل اور ہر کمزور سواری پر

یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ

(سوار ہوکر) جو آئیں گی دُور دراز راستوں سے تاکہ حاضر ہوں وہ اپنے نفع کے مقام پر

وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی

اور ذکر کریں اللہ کا نام معلوم دنوں میں اوپر (ذبح یا نحر) ان

کعبہ پاک تھا اور اس کے پاک رکھنے اور اس سے آنے والی نجاست کو دُور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ نجس تھا اور اس سے نجاست کے دُور کرنے اور اس کے پاک کرنے کا اب حکم دیا جا رہا تھا جس طرح آیت تطہیر میں بھی محمدؐ و آلِ محمدؐ کا پاک رکھنا (دفع رجس) مراد ہے نہ کہ پاک کرنا (رفع رجس)

لِلطَّآئِفِیْنَ ص۲۱ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کعبہ کے اردگرد اللہ کی ایک سو بیس رحمتیں ہیں جن میں سے ساٹھ صرف طواف کرنے والوں کے لئے ہیں چالیس نمازیوں کے لئے ہیں اور باقی بیس کعبہ کے زواروں کے لئے ہیں۔

اَذِّنْ ص اس خطاب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ تعمیر کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو خداوند کریم کی جانب سے حکم پہنچا کہ حج بیت اللہ کے لئے اعلان کرو اور لوگوں کو حج کی دعوتِ عامہ دو۔ چنانچہ آپ نے تعمیل ارشاد میں اعلان کیا اور دوسرا یہ کہ خطاب حضرت رسالت مآبؐ کو ہے۔ پس آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اعلان فرمایا اور لوگوں کو وجوب حج اور اس کی اہمیت اور اس کے اعمال سے آگاہ فرمایا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک پہلا قول صحیح ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ باذنِ پروردگار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز قیامت تک آنے والی ہر اُس رُوح نے سُنی جن کے لئے علم ازلی پروردگار میں حج کرنا مقرر تھا۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ نے باوجود انتہائی بلندی اور لشکری شور و غُل کے زمین پر دھیمی اور خاموش آواز سے بولنے والی ایک چیونٹی کی آواز سُن لی اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کوہِ ابوقُبیس پر چڑھے اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے اعلانِ حج فرمایا۔ پس لوگوں کی پشتوں میں ہونے والوں نے بھی لبیک کیا اور اس دعوت کو قبول کرنے میں اہل یمن نے پہل کی۔

تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو حج کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے عرض کی اے پروردگار میری آواز لوگوں تک کس طرح پہنچے گی؟ تو ارشادِ قدرت ہوا

Presented by www.ziaraat.com

اعلان کرنا تیرا کام ہے اور آواز کا ہر کان تک پہنچانا میرا کام ہے۔ اس وقت مقام ابراہیمؑ بالکل بیت اللہ سے متصل تھا۔ پس آپ مقام پر سوار ہوئے اور وہ اس قدر بلند ہوا کہ مکہ کے تمام پہاڑ اس سے پست نظر آنے لگے۔ پس کان میں انگلی ڈال کر آپ نے مشرق و مغرب کی طرف رخ پھیر کر اعلان فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج واجب کی گئی ہے اپنے ربّ کی دعوت کو قبول کر کے بیت اللہ کی طرف آؤ۔ پس لوگوں نے مشرق و مغرب سے گویا پوری زمین کے طول و عرض اور منتہائے آبادی سے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ حتیٰ کہ دریاؤں اور سمندروں کی تہوں سے مردوں کی پشتوں سے اور عورتوں کی رحموں سے بھی لبیک کی آواز آئی۔ لہٰذا جس قدر لوگ قیامت تک حج کے شرف سے مشرف ہوں گے وہ وہی ہیں جن کے ارواح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہہ چکے ہیں اور مروی ہے کہ اساف اور نائلہ دو مرد و عورت تھے جنہوں نے زنا کیا اور خدا نے ان کو پتھر کی شکل میں مسخ کر دیا۔ پھر قریشیوں نے ان کو بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ فتح مکّہ کے سال یہ سلسلہ ختم ہوا۔

اور دوسرے قول کے ماتحت بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضورؐ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور اس دوران میں حج نہ کر سکے۔ پس آیت مجیدہ اُتری تو لوگوں تک اعلان خداوندی پہنچانے کے لئے آپ نے موذنین کو حکم دیا کہ ہم اس سال حج بیت اللہ کو جائیں گے۔ پس شہریوں اور دیہاتیوں نے اعلان سنتے ہی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ آپؐ ایک جم غفیر اور تعداد کثیر کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے جب کہ ماہ ذی قعدہ سے چار دن گزر چکے تھے جب مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے تو زوال آفتاب کا وقت تھا آپؐ نے غسل فرمایا اور مسجد شجرہ سے احرام باندھ لیا۔ پس نماز ظہر ادا کی اور روانہ ہو گئے آپ نے حج افراد کی نیت کی اور ۶۶ یا ۶۴ قربانیاں ساتھ لیں چنانچہ ۴ ذوالحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے طواف کیا اور دو رکعت نماز طواف پڑھی۔ حجر اسود کا بوسہ لیا اور صفا و مروہ کے درمیان سات دفعہ سعی کی چونکہ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا مشرکین مکّہ کی رسوم میں سے ہے اس لئے آیت نازل ہوئی کہ یہ دونو اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ ان کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ آپؐ نے سعی سے فارغ ہو کر فرمایا کہ ابھی جبریل یہ حکم لایا ہے۔ اگر میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں اسی طرح کرتا (حج افراد کی بجائے حج تمتع کرتا) کہ جو لوگ قربانی اپنے ساتھ نہیں لائے۔ وہ احرام سے فارغ ہو جائیں (تقصیر کر لیں تاکہ یہ عمرہ ہو جائے اور حج کے لئے علیحدہ احرام آٹھویں ذوالحجہ کو باندھ کر جانا ہوگا) ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم حج کے لئے ایسی حالت میں نکلیں کہ ہمارے سروں اور بالوں سے (غسل جنابت کا پانی ٹپک رہا ہو؟ آپؐ نے جھڑک کر فرمایا۔ کہ تو اس پر قطعاً ایمان نہ لائے گا۔ پس فوراً ایک شخص سراقہ بن مالک نے عرض کی حضورؐ! آپ ہمیں دین سکھائیے یوں لگتا ہے کہ ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ کیا آپؐ کا یہ ارشاد گرامی صرف اسی سال کے لئے ہے یا آئندہ کے لئے بھی یہی حکم نافذ رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے ہوگا پھر دونو ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر فرمایا کہ اب قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علی علیہ السلام یمن سے تشریف لائے۔ جب خاتون جنّت کے پاس پہنچے تو آپ کا لباس رنگدار اور خوشبو کی مہک محسوس کر کے محوِ حیرت ہوئے کیونکہ بی بی عالیہ احرام کھول چکی تھیں۔ پس دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو جواب دیا کہ حضورؐ نے ایسا کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ پس آپ خدمتِ نبویؐ میں پہنچے اور جناب فاطمہؑ کے احرام کھولنے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ہی یہی حکم دیا ہے لیکن بتایئے تم نے کس طرح احرام باندھا ہے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا میں نے ویسے احرام باندھا ہے جس طرح آپؐ نے احرام باندھا ہے تو آپ نے فرمایا تم احرام نہ کھولو جس طرح میں نے نہیں کھولا۔ پس تو قربانی میں میرا شریک ہے۔ حضورؐ مع اصحاب مکّہ سے باہر کھلی فضا میں سکون پذیر تھے پس آٹھویں ذوالحج ترویہ کے دن زوال کے وقت لوگوں کو غسل کر کے احرام باندھنے کا حکم دیا پھر سب وہاں سے روانہ ہو کر منیٰ میں پہنچے۔ ظہر و عصر و مغرب و عشاء و صبح کی نمازیں منی میں میں پڑھیں پھر نویں کو آگے کی طرف چل دیئے۔

اس سے پہلے قریشیوں کا دستور تھا کہ وہ مزدلفہ سے اِفاضہ کرتے تھے (یعنی وہاں وقوف کر کے واپس منیٰ کی طرف پلٹتے تھے) اور باقی لوگوں کو منع کرتے تھے۔ اب ان کا خیال تھا کہ حضورؐ بھی ہماری طرح سے ہی افاضہ کریں گے۔ ادھر سے آیت نازل ہوئی۔ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ الخ۔ یعنی تم اس جگہ سے افاضہ کرو جہاں سے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ وغیرہ افاضہ کیا کرتے تھے۔ پس آپ جب وہاں سے آگے بڑھے تو قریش نے اس کو بہت محسوس کیا لیکن آپؐ پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے کی طرف بڑھتے گئے یہاں تک کہ آپ بطن عرفہ میں اراک کے بالمقابل مقام نمرہ پر پہنچے اور وہاں خیمہ نصب کر دیا۔ اور لوگوں نے اردگرد اپنے خیمے نصب کر لئے۔ زوال آفتاب کے وقت آپ نے غسل فرمایا اور لبیک کہنا ختم کر دیا۔ مسجد میں پہلے وعظ فرمایا پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نماز ظہرین ادا فرمائی پھر اپنے موقف میں وقوف فرمایا۔ لوگ آپ کی سواری کے اردگرد جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا صرف میری ناقہ کی قدم گاہ جائے وقوف نہیں بلکہ ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا یہ سب کا سب موقف ہے جہاں چاہو وقوف کر لو۔ پس غروب آفتاب تک لوگوں نے وقوف کیا اور دعائیں مانگتے رہے۔ پس غروب کے بعد مزدلفہ یعنی مشعر الحرام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر نماز مغرب و عشا کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے پڑھا۔ اور نماز صبح بھی وہاں پڑھی۔ کمزور آدمی نماز صبح سے پہلے روانہ ہو گئے تھے لیکن ان کو حکم دیا کہ طلوع آفتاب سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکرے نہ مارنا۔ پس آپؐ دن چڑھے دوسرے حاجیوں کے ہمراہ منیٰ میں گئے اور جمرۂ عقبہ کو سنگ ریزے مار کر قربانیاں کیں۔ حضورؐ نے ۶۶ اونٹ نحر کئے اور حضرت علی نے ۳۴ اونٹ نحر کئے۔ آپؐ نے حکم دیا تھا کہ ہر قربانی سے ایک ایک بوٹی لی جائے۔ چنانچہ ان کو ہانڈی میں پکایا گیا۔ آپؐ نے اور حضرت علی نے تناول فرمایا۔ اور کچھ شوربا پی لیا۔ قربانی کے اونٹوں کے چمڑے اور دیگر سامان یعنی پالان وغیرہ نحر کرنے والوں کو نہ دیا بلکہ سب کو صدقہ کر دیا۔ اس کے بعد حلق کر کے مکّہ میں تشریف لائے طواف بیت اللہ کر کے دوبارہ منیٰ میں پلٹ گئے۔ ۱۱-۱۲-۱۳ ذوالحجہ تک وہاں رہے۔ (ان کو ایام تشریق کہا جاتا ہے) ہر روز جمروں کو سنگ ریزے مارتے رہے اور ۱۳ ذوالحجہ کو رمی کرنے کے

Presented by www.ziaraat.com

بعد واپس آگئے۔ حضرت عائشہ نے الگ عمرہ کرنے کی خواہش کی تو آپؐ نے اس کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو اس کے ہمراہ بھیجا۔ وہ مقام تنعیم سے احرام باندھ کر آئی اور اعمال عمرہ بجالائی۔ اس کے بعد حضورؐ نے واپسی کا سفر شروع فرمایا۔ (ملخصاً)

رِجَالًا۔ جمع ہے راجلؐ کی جس طرح قیامؐ قائم کی جمع ہوا کرتی ہے اور اس کا معنی ہے پاپیادہ۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے ابن عباس اپنے بیٹوں کو پیدل حج کرنے کا حکم دیتے تھے وہ کہتے تھے میں نے رسالت مآبؐ سے سنا ہے کہ سوار حاجی کو سواری کے ہر قدم کے بدلہ میں ستر نیکیوں کا ثواب ملے گا اور پیدل حاجی کو اپنے ہر قدم کے بدلہ میں سات سو نیکیوں کا ثواب ملے گا جو حرم میں کی جائیں۔ کسی نے پوچھا کہ حرم کی نیکیوں کی وضاحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ حرم کی ایک نیکی باقی مقامات کی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہوا کرتی ہے

اس میں اختلاف ہے کہ پیدل حج کرنا افضل ہے یا سوار ہو کر ———— بعض علماء سوار ہو کر حج کرنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جانی و مالی دونوں قربانیاں آجاتی ہیں۔ لیکن اکثر کے نزدیک پیدل حج کرنا افضل ہے اور یہی قول زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور جس کار خیر میں مشقت زیادہ ہو اس کا درجۂ قرب زیادہ ہوتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں لفظی تقدیم بھی اس کی افضلیت کی مؤید ہے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کا پاپیادہ حج کرنا تواتر سے منقول ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے ۲۵ حج پاپیادہ کیے۔ حالانکہ سواریاں بھی ساتھ ساتھ ہوا کرتی تھیں۔

وَعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ۔ ضامر کا معنی ہے کمزور۔ کیونکہ طول سفر کی وجہ سے حاجیوں کی سواریاں کمزور ہو کر مکہ میں پہنچتی تھیں

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ خدا اہل عرفات کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ دُور دراز کا سفر کر کے آئے لباس میلے اور چہرے گرد سے اٹے ہوئے ہیں میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان بندوں کی دعاؤں کو قبول کیا اور ان کی حاجات کو پورا کیا اور ان کے نیکوں کی برکت سے ان میں سے بدکاروں کو معاف کیا۔ اور نیک عمل کرنے والوں کو وہ سب کچھ عطا کیا جو وہ طلب کریں سوائے ان حقوق کے جو ان کے آپس میں ہیں۔ پس جب لوگ عرفات سے چل کر مشعر الحرام میں پہنچتے ہیں اور عجز و انکساری سے پھر دعا و مناجات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو فرشتوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ میرے بندے پھر وقوف کر کے میری طرف متوجہ ہوئے ہیں اور مجھ سے مانگ رہے ہیں۔ پس میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان کی دُعا مقبول اور حاجت پُوری ہے۔ ان کے بدکاروں کے لئے معافی ہے اور نیکوں کو سب کچھ عطا کروں گا جو مانگیں گے اور ان کے باہمی حقوق کا کفیل بھی میں خود بن جاؤں گا۔

لِیَشْھَدُوْا۔ اس مقام پر بعضوں نے منافع سے مراد تجارتی فائدے لئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ تجارتی نقطۂ نظر سے جا کر کافی فائدہ حاصل کر کے پلٹتے ہیں اور بعضوں نے دنیوی و اُخروی دونو فائدے مُراد لئے ہیں۔ کہ دنیاوی لحاظ سے تجارتی فائدہ اٹھائیں اور اُخروی لحاظ سے بخشش گناہ کا فائدہ حاصل کریں۔ لیکن آل محمدؐ کے نزدیک اس مقام پر صرف اُخروی فائدہ مُراد ہے۔ جس طرح کہ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف یہی قول

Presented by www.ziaraat.com

مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ

جانوروں کے جو خدا نے ان کو رزق دیا ہیں کھاؤ ان (کے گوشت) سے اور

اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا

کھلاؤ بھوکے محتاج کو پھر پورا کریں اپنے

منسوب ہے۔ تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے شیعوں سے فرمایا کہ تمہارا فائدہ یہ ہے کہ تمہارے گناہ بخشے جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کا فائدہ یہ ہے کہ ان کے اہل وعیال اور مال ومنال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بروایت عیون الاخبار حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حج کی اغراض وغایات بہت سی ہیں (۱) اللہ کی طرف یعنی اللہ کے گھر کی طرف اس کا مہمان بن کے جانا اور اس سے طلب کرنا (۲) اپنی کی ہوئی برائیوں سے گریز کرنا تاکہ گذشتہ سے تائب ہو جائے اور آیندہ کے لئے اس سے بچنے کا عہد کرے (۳) مال کا خرچ کرنا (۴) جسمانی قربانی (۵) اپنے آپ کو خواہشات ولذات سے بچانا۔ اور نفس پر کنٹرول کرنا (۶) خشوع وخضوع اور عاجزی وزاری سے عبادت کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنا (۷) گرمی وسردی یا امن وخوف کی ہر دو حالتوں میں اپنے اُوپر ضبط رکھنا (۸) اجتماع کے لحاظ سے بنی آدم کے لئے تمدن کا عمومی فائدہ (۹) گناہوں سے ڈر اور نیکیوں کا شوق (۱۰) سخت دلی اور جسارت سے گریز کرنا (۱۱) اللہ کے ذکر سے غفلت اور ناامیدی کا ترک کرنا (۱۲) حقوق اللہ اور حقوق النّاس اور حقوق نفسیہ کی خبر گیری (۱۳) فساد سے بچنا (۱۴) مشرق ومغرب اور خشکی وتری سے آنے والے حاجیوں اور مسافروں کو تجارتی فوائد (۱۵) گرد ونواح کے بسنے والوں کے لئے اکثر مشکلات کا دفعیہ اور حاجات براری (۱۶) ایک روایت میں ہے فقہ حاصل کرنا اور اخبار آئمہ کو نقل کر کے دُور دراز کے شیعوں کو پہنچانا یہ فائدہ زمان آئمہ تک کے لئے ہے (ملخصاً)

بہرکیف سفر حج میں اور اعمال حج میں روحانی وجسمانی دنیوی واُخروی ہر قسم کے فوائد موجود ہیں جن کے حاصل کرنے اور مشاہدہ کرنے کی دعوت ہے۔ خداوند کریم جملہ مومنین کو توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

حسب ضرورت حج کے مفصّل احکام تفسیر کی تیسری جلد میں گذر چکے ہیں۔

فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ۔ تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایّام معلومات اور ایام معدودات دونو کا مفہوم ایک ہے اور وہ ایام تشریق ہیں یعنی ذوالحجہ کی دسویں اور تین دن بعد والے (۱۱-۱۲-۱۳) اور بعض مفسرین نے اس مقام پر ذکر سے مراد تکبیریں لی ہیں جن کا عید قربان کی ظہر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی صبح تک ہر نماز کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور وہ یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَا هَدَانَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَآ اَبْلَانَا وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَا رَزَقَنَا مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ اور بہیمہ کا لفظ ابہام سے ہے۔ چونکہ یہ بول نہیں

Presented by www.ziaraat.com

تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾

مناسک کو اور وفا کریں اپنی منتوں کو اور طواف کریں بیت اللہ کا جو قدیم سے ہے

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

یہ ہیں حج کے اعمال) اور جو تعظیم کرے اللہ کی مخصوص چیزوں کی تو اس کے لئے بہتر ہے اپنے رب کے نزدیک

وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا

اور حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے سوائے ان کے جو بیان کئے گئے پس بچو

سکتے۔ اس لئے ان کو بہیمہ کہا جاتا ہے۔

ثُمَّ لْيَقْضُوا ص۲۶۔ اس کے کئی معانی کئے گئے ہیں۔ ایک وہ جو تحت اللفظ مذکور ہے (۲) وہ اپنی میل کچیل کو دُور کریں یعنی حجامت کرائیں اور غسل کر کے کپڑے پہن لیں (۳) احرام کی پابندیوں سے نکلنے کے لئے کنایہ کیا گیا ہے۔ (۴) تفسیر برہان میں بروایت فقیہ عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ ذریح محاربی کہتا ہے مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ کا معنی یہ بتایا کہ پھر اپنے امام کی زیارت کرو اور پھر منتیں پوری کرو لیکن اس کے بعد جب میں خدمت امام میں حاضر ہوا اور اسی فقرہ کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ مونچھیں کٹواؤ، ناخن اتراؤ وغیرہ تو میں نے عرض کی کہ حضور! ذریح محاربی نے تو آپ سے اس کا معنی امام زمانہ کی ملاقات نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے۔ کیونکہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے لیکن ذریح کی طرح برداشت کا مادہ کس میں ہے؟ مقصد یہ ہے کہ ملاقاتِ امام اس کا باطنی معنی ہے۔ کیونکہ روحانی وجسمانی کثافتیں درحقیقت اس وقت انسان سے دُھل سکتی ہیں۔ جب امام زمانہ کی صحیح رہبری حاصل ہو۔

وَلْيَطَّوَّفُوا۔ منیٰ کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں پلٹ کر طواف کرنے کا حکم ہے اور علمائے امامیہ نے اس طواف سے مراد طواف نسا لیا ہے۔ اور یہ طواف زیارت کے بعد کیا جاتا ہے اور اس طواف کے بعد عورت و مرد ایک دُوسرے پر حلال ہو جاتے ہیں۔

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ بیت اللہ کو عتیق کہنے کے کئی وجوہ ہیں (۱) امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ زمین پر جس قدر گھر بنائے گئے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی مالک ضرور ہے۔ سوائے اس ایک گھر کے کہ اس کا مالک سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے اور خداوند کریم نے زمین سے پہلے اس کو خلق فرمایا اور بعد میں زمین کو اس کے نیچے بچھایا ہم نے اس کی وضاحت اپنے مناسب مقام پر تفسیر کی چوتھی جلد میں کر دی ہے۔ گویا یہ گھر ملکیت اور سکونت سے آزاد ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ ﴿۳۰﴾

رجس سے جو بت ہیں اور بچو جھوٹی بات سے

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيۡرَ مُشۡرِكِيۡنَ بِهٖ‌ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا

(درحالیکہ) ثابت قدم رہو اللہ کے لئے نہ شرک کرنے والے ہو اس کے ساتھ اور جو شرک کرے اللہ

پس اس کو عتیق کہا گیا ہے۔ (۲) ظالم اور جابر حکمرانوں کی دسترس اور فتح سے محفوظ و آزاد رہا ہے۔ چنانچہ جس سرکش بادشاہ نے اس کا رُخ کیا وہ ذلیل وخوار ہوا (۳) چونکہ طوفان نوح کی زد سے یہ محفوظ رہا، اس لئے اس کو عتیق کہا گیا ہے (۴) چونکہ زمین پر بنائے جانے والے گھروں میں سے پہلا گھر یہی ہے اور سب سے پرانا ہے کہ حضرت آدمؑ نے بنایا پھر انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیمؑ نے اس کی تعمیر کی۔ اس لئے اس کو عتیق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حُرُمٰتِ اللّٰهِ ۲۷۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس کا احترام اللہ نے واجب کیا ہے پس اس کے احترام کو باقی رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا انسانوں پر فرض ہے۔ پس اللہ کے جملہ اوامر و نواہی اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور اکثر مفسرین نے اس مقام پر حرمات سے مراد مناسک حج لئے ہیں اور بعضوں نے بیت الحرام (کعبہ) بلد الحرام (مکہ) شہر الحرام (چار حرمت والے مہینے رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم) اور مسجد الحرام مراد لئے ہیں۔ ان کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ ہر اس فعل سے بچے جو ان کی حرمت کے منافی ہو اور جس کے کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اور ہر اس فعل کو بجا لائے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تین حرمتیں واجب ہیں۔ جن کی مخالفت شرک ہے (۱) بیت اللہ میں اللہ کی ہتکِ حرمت یعنی اس کے احکام کی مخالفت (۲) قرآن کی مخالفت (۳) ہماری محبت و مودّت سے کنارہ کشی۔

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ۔ کفار کا دستور تھا کہ قربانیوں کا خون اپنے معبود بتوں پر مل دیتے تھے۔ پس خدا نے ان کے بتوں کو رجس کہا ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ شطرنج چوپڑ اور ہر شرطیہ کھیل اس میں داخل ہے۔ مثلاً تاش وغیرہ تفسیر برہان میں روایات بہت زیادہ آئمہ طاہرینؑ سے منقول ہیں کہ رجس سے شطرنج اور قول زور سے غنا مراد ہے۔

قَوۡلَ الزُّوۡرِ۔ زور سے مراد جھوٹ ہے اور مجمع البیان میں مروی ہے کہ غنا اور لہو یہ قول اس میں داخل ہے اور جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جھوٹی شہادت کو خدا نے شرک کے برابر قرار دیا اور اس کے بعد آپ نے اسی آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی کہ خدا نے بت پرستی اور قول زُور کو ایک حکم میں جمع فرمایا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تنبیہ۔ ان آیات میں پروردگار نے فریضہ حج ادا کرتے ہوئے چار چیزوں کی طرف بالخصوص متوجہ فرمایا ہے (۱) صرف سیر و تفریح یا بھگڈ دوڑ اور مقاماتِ مقدسہ میں حاضری کا نام حج نہیں بلکہ شعائر اللہ کی تعظیم دل میں ہو اور ان کی حرمت کا خیال رکھتے ہوئے اعمال بجالائے (۲) ویسے بھی بالعموم بتوں کی پوجا حرام ہے لیکن فریضہ حج کی ادائیگی میں اس کو خصوصیت سے منع فرمایا اور شانِ نزول کے لحاظ سے اگرچہ مشرکین مکہ کو خطاب تھا لیکن تا قیامِ قیامت اس کی ہدایت تاویل کے لحاظ سے باقی رہے گی۔ لہٰذا غیر اللہ کی خوشنودی کا خیال دل سے نکال کر صرف اللہ کے لئے ہی مناسک حج کی ادائیگی ہو۔ اسی طرح جوا، شطرنج، چوپڑ، تاش بازی اور دیگر لغویات اور لہو و لعب کے مشاغل اگرچہ بالعموم حرام ہیں، لیکن دورانِ حج میں ان سے اجتناب کرنا نہایت ضروری قرار دیا ہے (۳) جھوٹ افترا و بہتان اور غنا کرنا حرام مطلق ہے لیکن دوران حج میں اس کی حُرمت کو زیادہ موکد کر دیا کہ قول زور کو رجس اوثان پر عطف کر کے ان امور کو شرک کے برابر قرار دے دیا (۴) حنیفیت کا حکم دے کر ہر اس فعل سے اجتناب کرنے کا حکم دیا جو شریعت مصطفوی میں بلکہ ملت ابراہیمی میں حرام ہے اور یہ کہ اعمالِ حج کی ادائیگی صرف للہ ہو اور دولتِ اخلاص سے اس قدر بھرپور ہو کہ اس میں شرک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ ہو۔ چنانچہ حنفاء کے بعد غیرَ مُشرِکِین کی لفظیں بڑھا کر تمام سابقہ بیان کردہ امور کی خلاف ورزی کو شرک کے حکم میں داخل فرمادیا۔

مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ ایک نابینا صحابی شریک حج تھا وہ حاجیوں کے انبوہ کثیر اور شور و غل سے متاثر ہو کر کہنے لگا مَا اَكْثَرَ الْحَجِيْج یعنی حاجی کس قدر زیادہ ہیں ؟ ازراہِ تعجب یہ فقرہ کہا پس امام عالی مقام نے ٹوک کر فرمایا ایسا نہ کہو بلکہ مَا اَقَلَّ الْحَجِيْج وَاَكْثَرَ الضَّجِيْج۔ یعنی حاجی کس قدر کم ہیں اور شور کتنا زیادہ ہے؟ اَوْ كَمَا قَالَ۔ غالباً یہ گفتگو وقوف وعرفات کے موقعہ پر تھی صحابی نے وجہ پوچھی تو آپ نے باعجاز اس کو بینائی دلوائی پس فرمایا اب دیکھو چنانچہ اس کو ادھر اُدھر بندر سور جنگلی جانور اچھلتے کودتے نظر آئے اور بہت کم مقدار میں آدمی دیکھے۔ جو مشغول دعا و مناجات تھے پس آپ نے فرمایا حاجی صرف وہی ہیں جو آدمیوں کی شکل میں ہیں۔ باقی سب کے سب حیوان بشکل انسان ہیں حضرت استاد العلماء مولانا سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ نے اپنی پہلی مجلس میں اس روایت کو قدرے اختلاف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ (المجالس المرضیہ مجلس اول ص۳)

اس میں شک نہیں کہ فریضۂ حج عباداتِ انسانیہ میں سے ایک اہم اور اشرف فریضہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی پاسداری اور پوری رعایت نہایت کٹھن اور مشکل ہے۔ اکثر لوگ اعمال کو بجالاتے ہوئے یہ کیوں ہے؟ اور وہ کیوں ہے؟ میں پڑ کر صرف اعتراضات و اشکالات میں وقت ضائع کرتے ہیں اور دولتِ خلوص سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ بعض لوگ بعض مناسک کو معمولی اور خفیف سمجھ کر اس کی ادائیگی میں توجہ نہیں کرتے یا چھوڑ دیتے ہیں یا کرتے ہیں تو بددلی سے ناقص اور ادھورا چھوڑ کر آجاتے ہیں بعض مخالفین مذہب کی صحبت میں پھنس کر خصوصیات مذہب کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور اکثریت سے مرعوب ہو کر اپنے مختصات سے شرماتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر اپنے اعمال کا ستیاناس کر بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح کئی قسم کی خامیاں اس عظیم

Presented by www.ziaraat.com

عبادت کی مقبولیت کے راستہ میں حائل ہوجاتی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ جو بھی حج کا ارادہ کرے پہلے مناسک حج کو سیکھے اور یاد کرے پھر صرف اللہ کی خوشنودی ہی ملحوظ خاطر ہو۔ اور امر پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کرکے جائے ہر وہ بات جو اس کی سمجھ سے بالاتر ہو اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کرے اور ہر عبادت کی علت کے تلاش کرنے کے درپے نہ ہو بلکہ اس کے پاس بڑی سے بڑی دولت تسلیم اور رضائے خداوندی ہو۔ کیوں اور کس لئے کہنے کی عادت بد سے پوری طرح گریزاں رہے۔ کسی فعل حج کو معمولی اور خفیف نہ سمجھے اور دولتِ خلوص کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ہر بڑی سے بڑی تکلیف و کوفت کو راہ خدا میں برداشت کرنے کا جذبہ طبیعت میں ہر وقت کارفرما رہے۔ وقوف عرفات و مزدلفہ جمرات و قربانی اسی طرح طواف وسعی سب کے سب مناسک کی ادائیگی میں حکم خداوندی کی پاس دل میں ہو اور اژدہام وانبوہ کی وجہ سے جس قدر تکلیف اٹھانی پڑے کھلے دل سے اور نہایت بلند حوصلگی سے برداشت کرے تاکہ نیت میں تزلزل پیدا نہ ہو۔ یہ خیال رہے کہ حضرت رسالتمآبؐ اور حضرت امیر المومنینؑ و جملہ اہل بیت اطہارؑ اسی عبادت کی خاطر ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کرتے تھے یہ امر اس عبادت کی اہمیت کو اور زیادہ واضح کرتا ہے کہ امام حسن مجتبیٰؑ نے خوشنودئ خدا کی خاطر ۲۵ حج پا پیادہ کیں۔ اسی طرح حضرت سجاد علیہ السلام کے متعلق بھی وارد ہے اور یقین جانئے کہ حج بیت اللہ توحید پروردگار کا بہترین درس ہے اور اس میں تسلیم ہی تسلیم چاہیئے امیر و غریب شاہ و گدا خورد و کلاں بچے بوڑھے عورت مرد اور حاضر و مسافر جب ایک لباس میں اور ایک ہی رنگ میں مسجد الحرام میں پہنچتے ہیں اور طواف بیت اللہ میں مشغول ہوتے ہیں تو عظمتِ پروردگار کی زندہ تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے پھر سب کا ایک ہی حالت میں مکہ سے پندرہ میل دور کوہ عرفات کی طرف جانا اور ٹھہرنا پھر واپس مزدلفہ میں شب باشی اور اس کے بعد رمی جمرات اور قربانی وغیرہ ایسے مناظر ہیں کہ وہاں انسان کو اپنے پروردگار کی عظمت اور توحید کے ناقابل فراموش سبق ملتے ہیں اور انسان سوچتا ہے کہ وہ ایک عظیم ذات ہے۔ جس کی خوشنودی کی خاطر شاہ و گدا سب کے سب ایک لباس میں ملبوس اعمال بجا لا رہے ہیں اور اسی کو پکار رہے ہیں اور اسی سے اپنی حاجات طلب کر رہے ہیں۔ نیز عرفات کا وقوف عارف لوگوں کے لئے قیامت خیز منظر ہوتا ہے۔ گویا دنیا میں پیشِ محشر کی سی ادنیٰ جھلک اس میں نظر آتی ہے۔ پس ایمان والوں کے ایمان تازہ ہوتے ہیں اور مناجات و ادعیہ میں خلوص بڑھتا ہے۔ ہر چہار سو رونے کی آوازیں بلند ہوتی ہیں کہ کوئی طلب حاجات میں مشغول، کوئی بخشش گناہان کے لئے دست بدعا کوئی تلاوت قرآن میں کھویا ہوا اور کوئی مصروف عبادت نظر آتا ہے۔ بہر کیف نہایت ایمان افروز منظر ہوتا ہے پس جانے والا جائے تو کالے پتھروں کی حکایات لے کر نہ پلٹے بلکہ دل میں شمع ایمان کو فروزاں کرکے واپس آئے۔ گناہوں سے تائب ہو کر اور آئندہ کے لئے اعمال صالحہ کی بجاآوری کا عہد دل میں لے کر واپس آئے۔

یاد رکھئے جس کے گناہ ان تین ذرائع سے نہ بخشے جائیں پھر اس کے لئے اور بخشش کی کوئی صورت ہی نہیں جس کو ماہ مبارک میں لیالی قدر میں عبادت کا موقع ملے اور بخشش گناہان کی درخواست کر سکتا ہو۔ اسی طرح جس کے ضعیف ماں باپ موجود

خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ

کے ساتھ پس گویا وہ گرا آسمان سے پس اچک لیا اس کو پرندے نے یا پھینک دیا اس کو آندھی نے کسی

فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ

گہرے مکان میں بات تو یہ ہے اور جو تعظیم کرے اللہ کی نشانیوں کی

ہوں اور ان کی خدمت سے بہرہ ور ہو سکتا ہو یا پھر حج بیت اللہ کے شرف سے مشرف ہو کر وقوف عرفات کے موقعہ پر توبہ کر کے معافی حاصل کر سکتا ہو۔ اسی مضمون کی ایک حدیث معصومین علیہم السلام سے مروی ہے۔ اور وقوف عرفات کے موقعہ پر انسان کو چاہیئے کہ اپنے گناہوں کو نام بنام شمار کر کے ان کی معافی طلب کرے اور گڑگڑا کر بخشش کی دعا کرے نیز اپنے مومن بھائیوں کی بخشش کے لئے بھی دعا طلب کرے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص غائبانہ طور پر اپنے مومن بھائیوں کے لئے دعا کرے ملائکہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

تفسیر برہان پارہ ۴ کی تفسیر میں ص۳۴ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت آدمؑ ابوالبشر اور حضرت حواؑ اُم البشر میں جدائی ہوئی تو خدا نے آدمؑ کو اپنا گھر بنانے اور اس کا طواف کرنے کا حکم دیا جس طرح ملائکہ البیت المعمور کا کرتے ہیں اور یہ حکم ہوا کہ ابلیس اگر اس طرف آئے تو اس کو کنکر سے مار کر دور کیا جائے جس طرح فرشتوں کا دستور ہے چنانچہ جبرئیل حضرت آدم کو کعبہ پر لائے اور کعبہ کو تعمیر کیا گیا تاکہ وہ اور اس کی تا قیامت اولاد اس کا طواف کرے۔ فرشتے حضرت آدمؑ کے ساتھ تعمیر بیت اللہ میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضرت آدم کو حضرت حوا کی ملاقات کی بشارت دی گئی اور خدا کا حکم ہوا کہ زمین کے بہترین حصہ میں تم دونو آپس میں ملو گے۔ پس کوہ عرفات پر ان کی ملاقات ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا۔ (ملخصاً)

وَمَنْ يُّشْرِكْ۔ مقصد یہ ہے کہ جو شخص شرک کرے حق سے دور ہونے میں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے نیچے گرے اور کوئی پرندہ اس کو اچک لے جائے یا تیز آندھی کسی ایک بلند مکان سے نیچے گرا دے یا یہ مقصد ہے کہ شرک کرنے والے کے لئے عذاب سے بچنے کا کوئی حیلہ نہیں جس طرح آسمان سے یا بلندی سے گرنے والے کے لئے بچنے کا کوئی حیلہ نہیں ہوا کرتا۔

شَعَآئِرَ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کے دین کی نشانیاں۔ اور اس جگہ اس کے مصداق میں چند اقوال ہیں (۱) مناسک حج (۲) قربانی کے جانور کیونکہ یہ شعیرہ کی جمع ہے اور شعیرہ اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس کی کوہان کو دائیں جانب سے پچھنا لگا کر خون کو ادگرد مل دیا جائے تاکہ ہر دیکھنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ جانور قربانی کے لئے لے جایا جا رہا ہے اور اس فعل کو فقہاء اشعار سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ حج قران کرنے والوں کے لئے ہوتا ہے جو مکہ یا اس کے گردونواح میں ۴۸ میل کے اندر اندر کے رہنے والے ہوں (۳) شعائر اللہ کا معنی ہے اللہ کا دین اور تعظیم سے مراد ہے حکم خداوندی کی پوری پوری رعایت کرنا۔

Presented by www.ziaraat.com

فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَى أَجَلٍ

اُن کی تعظیم دلوں کے تقویٰ سے ہے تمہارے لئے ان کی تعظیم میں فائدے ہیں ایک معین

مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ

وقت تک پھر ان کا محل بیت اللہ کی طرف ہے اور ہر (گذشتہ) اُمّت کے لئے

مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ

قربانی رکھی) تاکہ ذکر کریں اللہ کا نام اوپر اس کے جو اس نے رزق دیا چوپائے

بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا

جانوروں میں سے پس تمہارا معبود صرف ایک ہے پس اسی کے لئے جھک جاؤ

فَإِنَّهَا۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی فَإِنَّ تَعْظِيمَهَا

مَنَافِعُ۔ یعنی مناسک حج کے ادا کرنے میں تمہارے لئے فوائد ہیں یا قربانی کے جانوروں میں تمہارے لئے ایک وقت معین تک فوائد ہیں یعنی سوار ہونا اور دودھ پینا وغیرہ اور یہ اُس وقت تک ہیں جب تک ذبح یا نحر نہ ہو جائیں اور اگر شعائر کا معنی دین ہو تو منفعت سے اُخروی فائدہ مُراد ہے اجل مسمّی تک یعنی قیامت کے دن تک۔

مَحِلُّهَا۔ اگر شعائر کا معنی مناسک ہوں تو محل کا معنی ہوگا، احرام حج سے حلال ہونے کا مقام یعنی بیت اللہ کہ وہاں آخری اعمال بجالا کر محل ہو جائے اور اگر شعائر کا معنی قربانی ہو تو محل کا معنی قربان گاہ ہوگا۔ پس اگر قربانی عمرہ کی ہو تو محل بیت اللہ کا قرب ہوگا اور اگر قربانی حج کی ہو تو مَحِل منیٰ ہوگا اور اگر شعائر کا معنی مطلق دین ہو تو یہاں مضاف محذوف ماننا ہوگا یعنی دین کے بعض اعمال کا محل کعبہ ہے۔

رکوع نمبر ۱۲

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں (۱) ہر گذشتہ دور میں ہم نے اہل ایمان کے لئے ذبح کرنا عبادت قرار دیا (۲) ہر اُمّت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کی (۳) ہر اُمّت مسلمہ کے لئے ہم نے ایک جائے عبادت مقرر کی جس کا وہ قصد کریں (۴) ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے ہم نے ایک شریعت بنائی۔

لِيَذْكُرُوا۔ آیت مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کرنا صرف اُمّت مسلمہ میں رائج نہیں ہوا بلکہ پہلی امتوں میں بھی اس کا رواج عام تھا نیز ذبح ہونے والے جانور پر اللہ کا نام لینا بھی پہلے سے چلا آرہا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

اور خوشخبری دو ماننے والوں کو وہ جو اللہ کے ذکر سے ان کے دل کانپ جائیں

قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ

اور صبر کرنے والے ہوں اوپر ان (مصائب) کے جو ان کو پہنچیں اور قائم کرنیوالے ہوں نماز کو

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ

اور ہمارے دئیے ہوئے سے خرچ کرتے ہوں (نیک کاموں پر) اور (قربانی کے) موٹے اونٹوں کو کیا ہم نے تمہارے لئے

شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ

شعائر اللہ ہیں سے کہ ان میں تمہاری بہتری ہے پس یاد کرو اللہ کا نام ان پر قیام کی حالت میں

فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ مقصد یہ ہے کہ ذبح کے وقت صرف اللہ ہی کا نام لیا جائے کسی دوسرے نام کا بوقت ذبح ذکر کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے ذبیحہ حلال ہو سکتا ہے۔ ہم نے تفسیر کی پانچویں جلد کے اوائل میں ذبیحہ پر اللہ کے نام کے ذکر کرنے کی عقلی و منطقی وجوہات بیان کی ہیں۔ اور حلیت و حرمت کے مسئلہ پر قدرے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے جو صاحبانِ بصیرت اصحاب کے لئے زیادتی ایمان و ایقان اور اضافۂ عرفان کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔

اَلْمُخْبِتِيْنَ۔ اخبات کا معنی خضوع و اطمینان ہوتا ہے اور یہ خبت سے ہے جس کا معنی ہموار و پست زمین ہوا کرتا ہے۔ تواضع اور خضوع کرنے والوں کی اللہ نے چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں (۱) اللہ کے ذکر سے ان کے دل خوف زدہ ہوں (۲) آنے والی مصیبت پر صبر و حوصلہ سے کام لیں (۳) نمازیں قائم کریں (۴) اللہ کے دئیے ہوئے رزق سے حقوق واجبہ ادا کریں۔ مثلاً زکوٰۃ و خمس وغیرہ۔

وَالْبُدْنَ۔ یہ بدنۃ کی جمع ہے اور اس کا لغوی ترجمہ ہے موٹے جانور کیونکہ تبدین کا معنی پالنا اور موٹا کرنا ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال علی الاطلاق موٹے اونٹوں پر ہوا کرتا ہے اور بعضوں نے یہاں مطلق قربانی کا جانور بھی مُراد لیا ہے۔

شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ مضاف محذوف ہے یعنی شعائرِ دین اللہ یعنی اونٹوں کا نحر کرنا اور قربانی کر کے مساکین کو کھلانا اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہے اور اس میں انسان کے لئے دین و دنیا کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔

صَوَآفَّ۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کی قرأت صوافن منقول ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا صواف کا مطلب یہ ہے کہ پہنچیوں میں سے گھٹنوں تک اس کے اگلے پاؤں کو باندھا جائے اور قبلہ و کھڑے

Presented by www.ziaraat.com

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ

پس جب گر جائے زمین پر تو خود کھاؤ اس سے اور کھلاؤ قناعت کرنے والے اور سوال کرنے والے کو

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ

اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا تاکہ تم اس کا شکر کرو نہیں پہنچتا اللہ کو

اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى

ان کا گوشت اور نہ ان کا خون بلکہ پہنچتا ہے اس کو تقوےٰ

ہوئے اس کو نحر کرنا چاہیئے اور باقی حیوانوں کے ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ گائے بھینس وغیرہ کو قبلہ رُخ لٹا کر اس کے اگلے اور پچھلے پاؤں باندھے جائیں اور دُم کو آزاد رکھا جائے اور بھیڑ بکری کے دو اگلے اور ایک پچھلا پاؤں باندھا جائے اور اگر صَوَافَّ پڑھا جائے تو صَفِنَ الفرس سے ماخوذ ہوگا اور صَفِنَ کا معنی ہے تین ٹانگوں پر کھڑا ہونا اور جب نحر کے لئے اونٹ کا ایک پاؤں باندھا جائے گا تو وہ بھی تین ٹانگوں پر کھڑا ہوگا۔

وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا۔ وجب کا معنی ہے گرجانا اسی لئے وجب الشمس سورج کے غروب پر بولا جاتا ہے جنوب جمع ہے جنب کی۔ یعنی جب اس کے پہلو زمین پر آجائیں اور وہ دم توڑ کر ساکن ہو جائے۔

فَكُلُوْا مِنْهَا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی قربانی سے کچھ نہ کچھ کھانا ضروری ہے کیونکہ امر کا صیغہ وجوب کو چاہتا ہے۔

وَاَطْعِمُوْا۔ قانع اور معتر کے معانی میں اقوال ہیں (۱) قانع وہ ہے جو دی ہوئی شے پر قناعت کرے اور سوال نہ کرے اور معتر وہ ہے جو کچھ لینے کے لئے سامنے آئے (۲) قانع وہ ہے جو سوال کرے اور معتر وہ ہے جو سامنے آئے اور منہ سے سوال نہ کرے (۳) صادقین علیہما السلام سے منقول ہے قانع وہ ہے جو دی ہوئی شی پر قناعت کرے نہ ناراض ہو نہ منہ ٹیڑھا کرے اور نہ غصہ سے باچھیں ترچھی کرے اور معتر وہ ہے جو پاس سے آکر گذرے تاکہ کچھ مل جائے اور مروی ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے لئے دوسرا حصہ قانع اور معتر یعنی غریبوں مسکینوں اور سوال کرنے والوں کے لئے اور ایک تہائی اپنے احباب کے لئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک تہائی اہل وعیال کے لئے۔ دوسری تہائی قانع کے لئے اور تیسری مساکین کے لئے مخصوص کرے اور آیت نمبر ۲۸ میں قانع ومعتر کی جگہ اَلْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ (بدحال فقیر) ذکر کیا گیا ہے صہ ۳۶

سَخَّرْنٰهَا۔ یعنی ہم نے ان حیوانوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ ان پر سواری کرو یا بار برداری میں استعمال کرو یا ذبح اور نحر کر کے کھاؤ اور اس کا حق شکر یہ ہے کہ اپنے خالق کی رضا کو ہر حال میں ملحوظ رکھتے ہوئے ماتحت حیوانوں سے خدمت لو۔

لَنْ يَّنَالَ۔ کفار کا دستور تھا کہ قربانی کے بعد اس کا خون بیت اللہ کی دیواروں پر مل دیتے تھے۔ پس ارشاد ہوا کہ اللہ کو ان قربانیوں

Presented by www.ziaraat.com

مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۭ

تمہارا اسی طرح ان کو تمہارے لئے مسطح کیا تاکہ تم اللہ کی کبریائی بیان کرو اس پر جو اس نے تم کو ہدایت کی

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ

اور خوشخبری دو نیکی کرنے والوں کو تحقیق اللہ دفاع کرتا ہے ان کی جانب سے جو مومن ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿٣٨﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ

تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا ہر خیانت کرنے والے متکبر کو اجازت دی گئی ان کو جو لڑ رہے ہیں

بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿٣٩﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا

کیونکہ وہ ظلم کئے گئے ہیں اور تحقیق اللہ ان کی مدد پر قادر ہے وہ جو اپنے گھروں سے

کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا خلوص اور تقویٰ اس کی بارگاہ میں تمہارے تقرب کا باعث ہو سکتا ہے۔

تفسیر صافی میں بروایت علل الاخبار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قربانی کا پہلا قطرہ خون جب زمین پر گرتا ہے تو خداوند کریم قربانی کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے اور خداوند کریم تقویٰ کرنے والوں کو جانتا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس نے ہابیل کی قربانی کو قبول فرمایا اور قابیل کی قربانی کو رد کر دیا۔

لِتُكَبِّرُوا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تکبیر کہنا مکہ میں پندرہ نمازوں کے بعد مستحب ہے۔ دس ذوالحجہ کی نماز سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی نماز صبح تک اور باقی شہروں میں دس نمازوں کے بعد یعنی دسویں کی ظہر سے بارہویں کی صبح تک اور اس کا طریقہ آیت نمبر ۲۸ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ ص۲۶

يُدٰفِعُ۔ دفع کی تحقیق اور جذب و دفع کی عقلی و فلسفی مصلحت پر ہم نے تفسیر کی تیسری جلد میں ص۱۲۵ تا ص۱۳۰ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

رکوع نمبر ۱۳

اُذِنَ۔ یہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مکہ کی زندگی میں کفار مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ کسی طرف سے کوئی زخمی اور کسی طرف سے کوئی مضروب خدمت نبوی میں شکایت لے کر پہنچتا تھا تو آپ یہی فرماتے تھے کہ ابھی مجھے جہاد کی اجازت نہیں ملی ہے لہذا تم لوگ صبر سے وقت گذارو حتی کہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

تفسیر قمی سے منقول ہے کہ آیت کا مصداق حضرت علی حمزہ و جعفر طیار ہیں اور اس کی تاویل بعد میں جاری ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا

نکالے گئے ناحق صرف اس لئے کہ کہتے تھے ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر نہ دفع کرنا ہوتا اللہ کا

دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ

لوگوں کو بعض کو بعض کے ذریعے تو گرائے جاتے صومعے گرجے عبادت خانے

وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ

اور مساجد جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے بسا اوقات اور

لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ

مدد کرتا ہے اللہ اس کی جو اُس (کے دین) کی مدد کرے تحقیق اللہ قادر غالب ہے وہ لوگ کہ اگر

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عامہ کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت رسالت مآبؐ کیلئے اُتری ہے جب کہ قریش مکہ نے آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور سوائے اس کے نہیں کہ یہ آیت حضرت قائم آل محمدؐ کے لئے ہے۔ جب کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام کے لئے تشریف لائیں گے اور اعلان کریں گے کہ ہم خون کے وارث ہیں۔ ظاہراً مقصد یہ ہے کہ آیت مجیدہ صرف شان نزول تک محدود نہیں بلکہ اس کی تاویل حضرت قائم علیہ السلام تک جاری رہے گی۔ پس حضرت رسالت مآبؐ اس آیت کے ظاہری و تنزیلی مصداق تھے اور حضرت قائم علیہ السلام اس کے باطنی اور تاویلی مصداق ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آیت مجیدہ مہاجرین کے حق میں جاری ہے جو بلا وجہ گھروں سے جلا وطنی پر مجبور کئے گئے یعنی مہاجرین آیت کے ظاہری مصداق تھے اور آل محمدؐ اس کے باطنی مصداق ہیں۔

صَوَامِعُ۔ یعنی نصرانیوں کے عبادت خانے یہ صُومعہ کی جمع ہے اور بِیَعٌ یہودیوں کے عبادت خانے اور صلوات کا معنی مسلمانوں کی نماز گاہیں یعنی مجاز مرسل کے طریقہ پر مظروف بول کر ظرف مراد لیا گیا ہے۔ اور بعضوں نے صوامع اور بیع دونو کو نصرانیوں کے عبادت خانے کہا ہے کہ بیع سے شہری عبادت خانے (گرجے) مراد ہے اور صوامع وہ عبادت خانے ہیں جو پہاڑوں اور ویرانوں میں الگ عبادت کے لئے بناتے تھے۔ پس اس صورت میں صَلَوٰت کا معنی یہودیوں کے عبادت خانے ہوگا۔ اور مساجد سے مسلمانوں کے عبادت خانے مراد ہوں گے۔ مقصد یہ کہ اگر خدا ہر دور میں اہل ایمان کی نصرت نہ فرماتا تو ہر زمانہ کے

Presented by www.ziaraat.com

إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا

ہم ان کو غلبہ دیتے زمین میں تو وہ قائم کرتے نماز کو اور دیتے زکوٰۃ اور امر کرتے

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۴۱﴾ وَإِنْ

نیکی کا اور منع کرتے برائی سے اور اللہ کے لئے ہے انجام تمام امور کا ۔اور اگر یہ

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُودُ ﴿۴۲﴾ وَ

لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے جھٹلا چکی ہے نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور

قَوْمُ إِبْرٰهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۴۳﴾ وَّأَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسٰى

ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین والے اور جھٹلایا گیا موسےٰ کو

فَأَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۴﴾ فَكَأَيِّنْ

پس ہم نے ڈھیل دی کافروں کو پھر پکڑ لیا تو کس قدر سخت پکڑا ؟ پس کتنی

بے دین لوگ اپنے زمانہ کے دیندار طبقہ کی عبادت گاہیں مسمار کرنے پر قادر ہو جاتے لیکن اللہ کی نصرت چونکہ شامل حال رہتی ہے لہذا ہر زمانہ میں اہل ایمان اپنے ایمانی فرائض کی انجام دہی پر موفق رہتے ہیں اور یہ اللہ کا احسان و کرم ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ تمکین کا معنی ہے ہر اس چیز کا عطا کرنا جس پر فعل کا صدور موقوف ہو۔ مثلاً اگر فعل کسی آلہ کا محتاج ہے تو تمکین کا معنی ہے وہ آلہ عطا کرنا اور اگر فعل علم کا محتاج ہے تو تمکین کا معنی ہے وہ علم عطا کرنا اور اگر وہ فعل طاقت و قوت سے وقوع پذیر ہو سکتا ہے تو اس قوت کا عطا کرنا تمکین ہوگا۔

تفسیر صافی میں بروایت قمی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آل محمدؐ کے حق میں اتری ہے۔ خداوند کریم حضرت مہدیؑ اور اس کے اصحاب کو زمین کی مشرق و مغرب کی سلطنت عطا فرمائے گا۔ پس دین غالب ہوگا اور اس کے ذریعے سے خدا باطل پرست اور بدعت کے پجاریوں کو تباہ کرے گا۔ جس طرح ان لوگوں نے حق کو تباہ کیا حتےٰ کہ ظلم کا نام و نشان نہ رہے گا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ اسی طرح تفسیر مجمع البیان میں بھی آپ سے مروی ہے کہ اس کے مصداق ہم لوگ ہیں۔

نَکِیْرِ۔ یعنی ہم نے ان کے کرتوتوں کا انکار کیا اور سخت طریقہ سے کیا کہ وہ مبتلاء عذاب کر دیئے گئے۔

بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ۔ غیر آباد کنوئیں یعنی ہم نے شہری و دیہاتی حکمرانوں کو اپنے ظلم کے بدلہ میں ختم کر دیا۔ پس غیر آباد کنوئیں دیہاتیوں کی بربادی کا نشان ہیں۔ اور عالی شان محلات کی تباہی کا منظر شہری سلاطین کی بربادی کی یادگار ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ضحاک سے مروی

Presented by www.ziaraat.com

مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا

بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھے پس وہ چھتوں پر گر چکی ہیں اور

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

کتنے کنوئیں غیر آباد اور کتنے مضبوط محلات (ویران ہو گئے) کیا نہیں سیر کرتے زمین میں

ہے کہ یہاں اس مخصوص کنوئیں کا ذکر ہے جو حضرموت کے علاقہ کے مشہور شہر حاضوراء میں تھا وہاں حضرت صالح علیہ السلام کی اُمت کے چار ہزار مومن انسان پہنچے۔ اور حضرت صالحؑ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پس پہنچتے ہی حضرت صالح علیہ السلام کا انتقال ہو گیا چنانچہ اس کنوئیں کا نام اسی وجہ سے حضرموت پڑ گیا۔ اس کے بعد وہ لوگ وہاں آباد ہوئے اور پھلے پھُولے۔ پس رفتہ رفتہ کفر کی طرف مائل ہوتے گئے اور آخر کار شرک اور بت پرستی کی وباء میں مبتلا ہو گئے۔ خداوند کریم نے ان کی ہدایت کے لئے اپنی طرف سے ایک نبی بھیجا جس کا نام حنظلہ تھا تو انہوں نے اس کو برسرِ عام بازار میں شہید کر ڈالا۔ پس خدا نے ان پہ عذاب نازل کیا وہ سب کے سب مر گئے ان کا آباد کنواں ویراں ہو گیا اور ان کے پختہ محلات یادگارِ حسرت رہ گئے۔

آیت مجیدہ کی تاویل اور باطنی مصداق کے متعلق تفسیر اہل بیتؑ میں ہے کہ بئر معطلہ سے مراد وہ عالم ہے جو کسمپرسی کی عالم میں ہو نہ کوئی اس کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے چشمۂ علم سے کوئی سیراب ہونے کی خواہش کرے اور آلِ محمدؐ سے بکثرت روایات وارد ہیں کہ بئر معطلہ کی تاویل امام صامت ہے اور قصر مشید کی تاویل امام ناطق ہے اور تفسیر برہان میں ہے بئر معطلہ امام غائب کی مثال ہے کہ تادم ظہور ان کے فیوض و برکات علمیہ سے استفادہ نہیں ہو سکتا اور قصر مشید حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور باقی آئمہ ہیں۔ جن کے علوم کے اثرات چہار دانگ عالم میں منتشر ہو چکے ہیں۔ اور اہل ذوق وقتاً فوقتاً ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

بہر کیف قرآن مجید کی کسی بھی آیت کو اس کے شانِ نزول تک محدود نہیں کیا جا سکتا ورنہ اس کی ہدایات و تعلیمات ایک عرصہ معینہ تک محدود ہو جائیں گی۔ پس اس کی تاویل و باطن کو جاری ماننا عین ایمان ہے۔ اور ہم نے مقدمہ تفسیر میں اس موضوع پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيرُوا۔ اقوام گذشتہ اور امم سابقہ کے واقعات کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے تاکہ ان کے انجام بد سے متاثر ہو کر مسلمان ایسے عادات و اطوار سے گریز کریں جو ان کے لئے مہلک ثابت ہوئے۔ پس حالات کا جائزہ لے کر دل میں سوچنے کی کوشش کریں اور کانوں سے سن کر عبرت حاصل کریں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر انسان کے دل میں بصیرت کی آنکھیں موجود ہوں تو ظاہری آنکھوں کی نابینائی نقصان نہیں دیتی۔ لیکن اگر دل میں بصیرت کا نور نہ ہو تو ظاہری آنکھوں کے کھلا رہنے کے باوجود انسان بات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور خداوند کریم نے آیت مجیدہ میں زمین کی سیر کرنے

Presented by www.ziaraat.com

فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا

پس ہو جائیں ان کے دل ایسے کہ سوچیں یا کان ایسے کہ سنیں ان کے ذریعے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں

لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾

بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا

اور یہ لوگ تجھ سے جلدی عذاب چاہتے ہیں اور ہرگز نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدہ کا اور تحقیق

عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ

ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو اور کتنی بستیاں ہیں جن کو

اور واقعات کو سننے کے بعد دل کی بصیرت سے سمجھنے اور عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی ہے۔

اِنَّ یَوْماً۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ فقیر لوگ امیر لوگوں سے ایک آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے۔ یعنی پانچ سو سال۔ نیز مروی ہے کہ قیامت کے پچاس موقف ہوں گے اور ہر موقف ایک ایک ہزار سال کا ہوگا۔

(۲) جس میں لوگوں سے اپنے اعمال کی باز پرس ہوگی۔

(۳) اللہ کی قدرت میں ایک دن اور ایک ہزار سال برابر ہیں پس جس طرح وہ ایک دن کی مہلت کے بعد عذاب دے سکتا ہے۔ اسی طرح ایک ہزار سال کے بعد بھی گرفتارِ عذاب کرنے پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔

(۴) اس کے ایک دن کا عذاب دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جس طرح بہشتیوں کے لئے ایک دن کا آرام و عیش دنیاوی ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔

رکوع نمبر ۱۴

فِیْ اٰیٰتِنَا ص۱۲۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی فِیْ اِبْطَالِ اٰیَاتِنَا۔ یعنی جو لوگ ہماری آیات کے باطل کرنے میں جدوجہد کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں ہمیں عاجز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی سزا جہنم ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا ص۱۲۔ آیت مجیدہ کے شانِ نزول میں جو روایات وارد ہیں۔ علامہ طبرسی نے فرمایا ہے کہ اصحاب حدیث

Presented by www.ziaraat.com

قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ

ہم نے ڈھیل دی حالانکہ وہ ظالم تھے پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا اور میری طرف انکی بازگشت ہے

۴۸ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۴۹ فَالَّذِينَ

کہہ دے اے لوگو! سوائے اس کے نہیں کہ میں تم کو ڈرانے والا ہوں ظاہر پس جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۵۰

ایمان لائیں اور عمل کریں اچھے ان کے لئے بخشش اور اچھا رزق ہو گا

کے نزدیک وہ سب مطعون اور ضعیف ہیں۔ کیونکہ ان کا مضمون ایسی بات کو ظاہر کرتا ہے جو شایان شان رسالت نہیں انہوں نے سید مرتضےٰ علم الہدےٰ کی کتاب تنزیہ الانبیاء سے جو ان روایات کے مضمون کی تاویل اخذ کی ہے وہ یہ ہے کہ جب حضورؐ نے سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی اور یہاں تک پہنچے۔ اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ تو حاضرین میں بعض مشرکین بھی موجود تھے اور انہیں پتہ تھا کہ اب ان کی توہین کا کوئی کلمہ آئے گا۔ پس فوراً شیطان نے کسی مشرک کی زبان سے یہ فقرے جاری کروا دیئے۔ تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی۔ لوگوں کا جم غفیر تھا۔ جہال نے یہ سمجھ لیا کہ حضورؐ کی زبان وحی ترجمان سے یہ فقرے صادر ہوئے ہیں۔ پس مشرکین خوشی سے بغلیں بجانے لگ گئے اور جب مقام سجدہ پر پہنچے تو سب مسلمانوں نے سجدہ کیا اور مشرکین بھی سجدہ میں گر گئے۔ کیونکہ ان کے زعم باطل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ آپؐ نے بتوں کی شفاعت کا ذکر کیا ہے۔ پس مجمع میں ولید بن مغیرہ مخزومی بھی موجود تھا جو بہت سن رسیدہ اور جہاں دیدہ آدمی تھا۔ اس نے بھی سنگ ریزوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور زمین پر رکھ کر ان پر سجدہ کر لیا۔

پس جبریلؑ یہ آیت لایا۔

رسول اور نبی میں فرق آیت مجیدہ میں نبی کا رسول پر عطف کر کے متعدد معانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

(۱) رسول کے لفظ میں مطلقاً بھیجنے کا مفہوم آتا ہے اور نبی کے لفظ میں بھیجنے کے ساتھ اس کی عظمت و رفعت کا اظہار بھی ہے جیسا کہ لغوی معنی کا تقاضا ہے (۲) رسول وہ ہے جس پر فرشتہ وحی لے کر آئے اور نبی وہ ہے جس کو بذریعہ خواب وحی ہو۔ پس جو رسول ہو گا وہ نبی ضرور ہو گا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو نبی ہو وہ رسول بھی ہو (۳) رسالت ایک مخصوص سفارت کا عہدہ ہے جو کسی مخصوص اُمت کے لئے ہو۔ اور نبوت عہدہ سفارت نہیں ہے (۴) رسول وہ ہے جو شریعت کے احکام لائے اور اس کا ڈھانچہ تیار کر کے اُمت کے پیش کرے اور نبی وہ ہے جو شریعت کا محافظ ہو۔ اور ہم نے تفسیر

Presented by www.ziaraat.com

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۵۱

اور جو لوگ کوشش کریں ہماری آیات میں مقابلہ کرتے ہوئے وہ جہنم میں جائیں گے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى

اور ہم نے نہیں بھیجا تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر جب کوئی خواہش کرے تو دخل دیتا ہے شیطان

الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

اس کی خواہش میں پس مٹاتا ہے اللہ جو دخل دیتا ہے شیطان پھر مضبوط کرتا ہے اپنی آیات کو اور اللہ

کی تیسری جلد ص۲۲۸ پر اس پر تبصرہ کیا ہے۔ نیز کتاب لمعۃ الانوار حصہ اوّل صفحہ ۲۲۱ پر بھی تفصیل مذکور ہے۔

اِذَا تَمَنّٰٓى۔ تمنّٰی کے دو معانی بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) تلاوت کرنا

(۲) خواہش کرنا

پہلے معنی کے لحاظ سے آیت مجیدہ میں جناب رسالت مآبؐ کو تسلّی دی گئی ہے کہ یہ نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے سے ایسا ہوتا آیا ہے کہ جب بھی ہمارا فرستادہ نبی و رسول ہماری آیات کی تلاوت کرنے لگتا تھا تو شیطان اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے لفظ جوڑ کر کسی کی زبان سے جاری کر دیتا تھا۔ پس کلام خدا میں تحریف و تصحیف اسی شیطانی کھیل کا نتیجہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ تورات و انجیل میں ظاہر ہے۔ پس آپ غم زدہ نہ ہوں کیونکہ شیطانی اضافہ کو ہم باطل کر دیں گے اور آیات کو محکم رنگ میں باقی رکھیں گے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے آیت کا مقصد یہ ہوگا کہ جب نبی و رسول کچھ بولنا چاہے تو شیطان وسوسے کے طور پر اپنی جانب سے اضافہ پیش کرتا ہے۔ لیکن خدا شیطانی وسوسہ کی اتباع سے نبی کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اپنی آیات کو محکم قرار دیتا ہے۔ پس اس میں شیطانی تخیلات کو راہ نہیں مل سکتا۔ چنانچہ آیات کی تلاوت کے دوران میں شیطان کے القاء کردہ کلمات جو بعض مشرکین کی زبان سے جاری ہو گئے۔ خدا نے مومنوں اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کو منسوخ کر دیا۔ پس ان میں سے صرف وہ افراد متاثر ہوئے جن کے دلوں پر نفاق کی میل موجود تھی یا وہی لوگ خوش ہوئے۔ جو اپنے شرک کو فروغ دینا چاہتے تھے اور کہتے پھرتے تھے کہ دیکھو محمدؐ نے ہمارے بتوں کی شفاعت کا اقرار کر لیا ہے۔ غرانیق جمع ہے غرنوق کی اور اس کا معنی ہوتا ہے خوبصورت۔ جیسے کہا جاتا ہے شابٌ غرنوق۔ یعنی خوب صورت نوجوان۔

تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے کہ قرأت اہل بیت میں ولا نبیٍّ کے بعد ولا محدّثٍ کا لفظ بھی تھا۔ راوی نے جب الگ الگ معانی دریافت کئے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا رسول وہ ہے جس کے سامنے فرشتہ ظاہر ہو کر

Presented by www.ziaraat.com

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ

جاننے والا حکمت والا ہے تاکہ بنائے اس کو جو جوڑتا ہے شیطان آزمائش ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری

مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾

ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور تحقیق ظالم لوگ گہری بدبختی میں ہیں

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ

اور تاکہ جان لیں وہ جن کو علم دیا گیا کہ تحقیق یہ (قرآن) حق ہے رب کی جانب سے پس ایمان لائیں پس جھکیں

لَهُ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾

اس کے لئے ان کے دل اور تحقیق اللہ ہدایت کرتا ہے ان کو جو ایمان لائیں سیدھے راستہ کی

آئے اور بات کرے اور نبی وہ ہے جس پر وحی خواب میں ہو۔ چنانچہ نبوت اور رسالت ایک شخص میں جمع ہو سکتی ہیں اور محدّث وہ ہے جو فرشتے کو نہ دیکھے لیکن اس کی آواز سنے۔ راوی نے پوچھا کہ وہ کس طرح پہچانے گا کہ یہ آواز فرشتے کی ہے تو آپ نے فرمایا اس کے پاس خداداد قوت ہوتی ہے جس سے وہ پہچان سکتا ہے اور آل محمدؐ سے بہت زیادہ روایات منقول ہیں کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام محدّث تھے اور تفسیر برہان میں ہے عورتوں میں سے چار عورتیں محدثہ تھیں (۱) سارہ (۲) مادر موسیٰ (۳) حضرت مریم (۴) حضرت فاطمہ بنت محمد سلام اللہ علیہا یعنی ان کے ساتھ فرشتے کلام کرتے تھے۔

لِيَجْعَلَ ص۴۱۔ یعنی شیطانی القاء کو باطل کرنا اور اپنی آیات کو باقی رکھنا منافق لوگوں اور سخت دل مشرکوں کے لئے امتحان کی ایک کٹھن منزل ہے تاکہ وہ القاء شیطانی اور وحی ربانی میں فرق کرکے جادۂ حق پر سوچ سمجھ کر گامزن ہونے کی جرأت کریں۔

لِيَعْلَمَ۔ جس طرح منافق اور مشرک لوگوں کے لئے القاء شیطانی کو باطل کرنا مقام آزمائش ہے۔ اسی طرح اہل ایمان و ایقان پر خدا واضح کرنا چاہتا ہے کہ وہ حق کی مزید معرفت حاصل کرکے اس پر ڈٹے رہیں تاکہ مخالف ہوا کا تیز سے تیز جھونکا بھی ان کے قدموں میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ پس اُوتُوا الْعِلْمَ سے ایمان لانے والے لوگ مراد ہیں۔ اور فَيُؤْمِنُوا کا معنی ایمان لانا نہیں بلکہ ایمان پر ثابت قدم رہنا اور معرفت کا زیادہ ہونا مراد ہے۔

عَقِيمٍ۔ اس کا معنی ہے بانجھ عورت جس کی اولاد نہ ہو اور جنگ بدر کے دن کو یوم عقیم کہا گیا ہے کیونکہ وہ دن کفار مکہ کے لئے سخت عذاب کا دن تھا۔ اور اس میں ان کی کوئی خیر و بھلائی نہ تھی جس طرح بانجھ عورت سے خیر کی اُمید نہیں ہوتی۔

Presented by www.ziaraat.com

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

ہمیشہ رہتے ہیں وہ جو کافر ہیں شک میں اس سے یہاں تک کہ آئے ان پر قیامت اچانک یا آئے

أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ

ان پر عذاب سخت دن کا سلطنت اس دن اللہ کی ہوگی وہ حکم کرے گا

بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾

ان میں پس جو لوگ ایمان لائیں اور عمل نیک کریں وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾ ع

اور جو لوگ انکار کریں اور جھٹلائیں ہماری آیات کو تو ان کے لئے ذلیل کن عذاب ہوگا

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ

اور جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں پھر قتل کیے گئے یا مر گئے البتہ رزق دے گا

اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُم

ان کو اللہ اچھا رزق اور تحقیق اللہ بہترین رزق دینے والا ہے ضرور ان کو داخل

یَوْمَئِذٍ۔ اس دن سے قیامت کا دن مراد ہے کہ اُس دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی۔ مومن جنت میں جائیں گے اور دشمنانِ خدا عذاب ابدی کی سزا پائیں گے۔

رکوع نمبر ۱۵

وَمَنْ عَاقَبَ ص۴۴۔ یعنی جو بدلہ میں سزا دے جس قدر اس کو دی گئی۔ پس دونوں جگہوں پر عقوبت کا اطلاق مجانست کے لئے ہے۔ ورنہ پہل کرنا عقوبت نہیں ہوتا۔ مروی ہے کہ محرم سے ابھی چند دن باقی تھے کہ مشرکین مکہ سے چند مسلمانوں کی ملاقات ہوئی۔ پس مشرکین نے سوچا کہ حرمت والے مہینے میں وہ ہم سے لڑ نہیں سکیں گے۔ لہٰذا ہم پہل کر کے ان کو قتل کر دیں۔ مسلمان پہلے تو کہتے رہے کہ حرمت والے مہینے میں ہمیں نہ چھیڑو لیکن جب وہ باز نہ آئے تو مسلمانوں نے جوابی حملہ کر کے ان کو ڈھیر کر دیا اور خدا نے ان کو ان پر فتح یاب کر دیا۔ اور آیت مجیدہ میں اسی کا اعلان ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ

کریگا ایسی جگہ کہ وہ اس پر رضامند ہونگے اور تحقیق اللہ جاننے والا حلیم ہے یہ بات! اور جو تکلیف

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ

دے جتنی تکلیف دیا جائے پھر اس پر سرکشی کی جائے تو ضرور اس کی مدد کرے گا اللہ تحقیق

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

اللہ معاف کرنیوالا بخشنے والا ہے یہ اس لئے کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ

اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تحقیق اللہ سننے دیکھنے والا ہے یہ اس لئے کہ

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ

اللہ ہی حق ہے اور تحقیق وہ جن کو پکارتے ہیں اس کے علاوہ باطل ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ

اور تحقیق اللہ ہی بلند و بزرگ ہے کیا دیکھتے نہیں تحقیق اللہ نے اتارا آسمان سے

السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾

پانی پس ہو جاتی ہے زمین سرسبز تحقیق اللہ لطیف و خبیر ہے

يُوْلِجُ الَّيْلَ - یعنی خدا ایک کو دوسرے پر غالب کرنے پر قدرت رکھتا ہے، شب و روز کی کمی و بیشی کی تحقیق تفسیر کی تیسری جلد صفحہ ۲۱۳ پر ملاحظہ کیجیے۔

هُوَ الْحَقُّ - یعنی یہ اس لئے ہے کہ وہی تو سچ مچ خدا ہے۔ اور اس کے علاوہ جس قدر معبود بنائے گئے ہیں سب باطل ہیں۔ پس اللہ کو سب کچھ کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۶

اَلَمْ تَرَ - انسان کو اپنے نعمات یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے زمین کی قوتوں کو مطیع کر دیا ہے خواہ از قسم جماد ہوں یا از قسم نبات ہوں اور آجکل کی سائنسی ترقی ارضی مواد کو مسخر کر کے جس ارتقائی منزل

Presented by www.ziaraat.com

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ

اس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور تحقیق اللہ غنی قابل تعریف

الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ

ہے کیا تو دیکھتا نہیں کہ تحقیق اللہ نے مطیع کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتیوں کو

تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ

کہ چلتی ہیں دریا میں اس کے امر سے اور روکتا ہے آسمان کو کہ گرے زمین پر

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ

مگر اس کے اذن سے تحقیق اللہ بندوں پر مہربان رحم کرنے والا ہے اور وہ وہ ہے

الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

جس نے تم کو زندہ کیا پھر مارے گا پھر جلائے گا تحقیق انسان البتہ انکار کرنیوالا ہے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ

ہر قوم کے لئے ہم نے بنائی جائے عبادت کہ وہ وہاں عبادت کرتے ہیں پس انہیں تجھ سے نہیں جھگڑنا چاہیئے اس بارے میں

وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ

اور بلاؤ طرف رب کے تحقیق تو سیدھی ہدایت پر ہے اور اگر وہ تجھ سے جھگڑیں

پر پہنچی ہے اسے آخری زینہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ہر بعد میں آنے والا اس سے آگے قدم رکھنے کے لئے زمین کے مخفی خزانوں میں سے جستجو کے بعد مزید آلات و اسباب تک راہ پائے گا اور وہ اپنے زمانہ کو روشنی کا دور کہہ کر ہمارے دور کو پرانا زمانہ اور ہماری تہذیب کو پرانی تہذیب سے کہے گا۔ جس طرح ہم گذشتگان کے لئے یہی الفاظ تجویز کر رہے ہیں اور جس حد پر جا کر انسانی عقول رک جائیں گے۔ حجت خدا کا قدم ان سے آگے ہوگا۔ اور یہی چیز ان کی مادی ترقیوں سے بالاتر ہو کر خارق عادت اور معجزہ کہلائے گی۔ جن کے لئے اس دور کا متمدن اور دانشمند طبقہ گردنیں خم کرنے پر مجبور ہوگا۔ جیسا کہ ہر زمانہ گذشتہ میں ہادیان دین کا طریقہ رہا ہے

مَنْسَكًا۔ اس کا معنی جائے عبادت۔ شریعت۔ قربان گاہ وغیرہ باختلاف اقوال کیا گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

تو کہہ دو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو اللہ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان قیامت کے دن جس میں

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ

تم اختلاف کرتے ہو کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان و زمین

وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

میں ہے تحقیق یہ بات لوح محفوظ میں ہے تحقیق یہ اللہ پر آسان ہے اور وہ عبادت

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا

کرتے ہیں اللہ کے سوا اس کی کہ نہیں نازل کی اللہ نے اس پر کوئی دلیل اور نہ خود ان کو اس کا کوئی علم ہے اور نہ

ذَابِحُنَا زُعْنَكَ ص۴۵۔ کفار لوگ اس بات پر جھگڑا کرتے تھے کہ تم لوگ اپنی ماری ہوئی چیز کو حلال سمجھتے ہو اور اللہ کی ماری ہوئی شے کو حرام سمجھتے ہو۔ یعنی ذبح کے حکم پر بحث کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے تھے۔ پس خداوند کریم نے ایسے لوگوں کے ساتھ جھگڑا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ہم نے اس پر مفصّل بحث تفسیر کی پانچویں جلد کی اوائل میں مدلل طور پر کر دی ہے جو منصف مزاج لوگوں کے لئے باعث اطمینان ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ۔ خداوند کریم نے اپنے احکام کی مصلحت کو اپنے علم کا حوالہ دے کر بیان کرنے سے گریز فرمایا ہے اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ۔ یعنی کفار قریش ایسی شئے کی عبادت کرتے ہیں کہ نہ اللہ کی طرف سے ان کے پاس اس کی کوئی سند ہے۔ اور نہ اپنے پاس اس کی کوئی دلیل رکھتے ہیں۔ پس اندھا دھند اپنے باپ دادا کی تقلید پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ اپنی عبادات میں اللہ کی خوشنودی چاہتے تھے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ اگر میری خوشنودی کے لئے کرتے ہیں تو جس کی عبادت کرتے ہیں اس کے متعلق میری طرف سے کوئی سند اُن کے پاس ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب ان پر آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی جائے اور عبادت کا صحیح طریق کار ان کو بتایا جائے تو کفار کے چہروں پر غم و غصہ کے آثار معلوم ہوتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ تلاوت کرنے والوں سے دست و گریبان ہونا چاہتے ہیں۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ تم کو اتنی سی بات بُری لگتی ہے، حالاں کہ اس سے بھی تمہارے لئے بدتر خبر یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا اور وہ نہایت بری بازگشت ہے۔ اور روایاتِ اہل بیتؑ میں ان آیات کی تاویل حضرت علیؑ کے حق میں ہے

Presented by www.ziaraat.com

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ

ہوگا ظالموں کا کوئی مددگار اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری آیتیں واضح تو معلوم کروگے ان کے چہروں

فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ

میں جو کافر ہیں انکار قریب ہے کہ حملہ کردیں ان پر جو تلاوت کرتے ہیں ان پر

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ

ہماری آیتیں کیا میں تم کو اس سے بھی بری بات بتاؤں وہ آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ

كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ

کیا ہے اور وہ بری بازگشت ہے اے لوگو! بیان کی گئی مثال پس اس کو غور سے سنو

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ

تحقیق جو لوگ پکارتے ہیں اللہ کے غیر کو وہ تو نہیں پیدا کرسکتے ایک مکھی اگرچہ سب جمع ہو جائیں

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ

اور اگر چھین لے ان سے مکھی کوئی شے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے کمزور ہے طالب

بلکہ قیامت تک ہر باطل پرست کے لئے یہ آیات راہ حق اختیار کرنے کی دعوت عامہ اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۷ دعوتِ توحید

ضُرِبَ مَثَلٌ۔ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کفار قریش کا دستور تھا۔ وہ کعبہ کے پاس نصب شدہ بتوں پر عنبر و کستوری مل دیتے تھے یغوث دروازہ کے سامنے یعوق دائیں جانب اور نسر بائیں طرف تھا مسجد میں داخل ہو کر پہلے یغوث کا سجدہ کرتے پھر یعوق کا اور آخر میں نسر کا سجدہ کرتے تھے اور تلبیہ پڑھتے تھے۔ خداوند کریم نے ایک چار پروں والی سبز رنگ کی مکھی بھیجی جس نے بتوں پر ملا ہوا عنبر اور مشک سب چاٹ لیا۔ پس یہ آیت بھیج کر ان کو متنبہ کیا اور اپنی توحید کی دعوت دی کہ جو مل جل کر ایک مکھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے حالانکہ طلب کرنے والی مکھی اور مطلوب بت سب ضعیف و کمزور ہیں تو ایسوں کو مد مقابلہ میں پوجنا کہاں کی عقلمندی ہے

Presented by www.ziaraat.com

وَالْمَطْلُوبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۷۴﴾

اور مطلوب نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو جو پہچاننے کا حق تھا تحقیق اللہ قوت والا غالب ہے

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۷۵﴾

اللہ چنتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے تحقیق اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۷۶﴾

وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور اللہ کی طرف بازگشت ہے معاملات کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا

اے وہ لوگ جو ایمان لائے رکوع کرو اور سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے رب کی اور کرو

الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۷۷﴾ ۩ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ

بھلائی تاکہ تم فلاح پاؤ اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں پورا جہاد

اور طالب و مطلوب سے مراد پجاری اور بت بھی ہو سکتے ہیں۔ اور قرآن کی یہ مثال اور تنبیہ صرف کفارِ مکہ تک محدود نہیں بلکہ تاقیامت ہر مشرک کے لئے درس آموز مثال ہے۔ پس سب کا حاجت روا ایک اللہ ہے۔ وہی مشکل میں پکارنے کے لائق ہے اور وہی دے سکتا ہے۔ فرشتے اور رسول اس کی برگزیدہ مخلوق ہیں۔ لیکن کسی کو کچھ دینے اور دے سکنے والا صرف وہی ایک ہے۔ پس جو لوگ اللہ کے علاوہ حاجت روائی کے لئے کسی نبی یا ولی کو پکارتے ہیں۔ وہ اللہ کی اس بیان کردہ مثال سے درس عبرت حاصل کریں۔ ہم پر اللہ کا یہ احسانِ عمیم ہے کہ اپنی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے اس نے ہمارے لئے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کو وسیلہ مقرر فرمایا ہے۔ اور ہمیں اس وسیلہ سے تمسک کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

اَلْخَيْرَ پہلے رکوع سجود اور عبادت کا بالعموم حکم دیا اور پھر بدنی عبادات کے ساتھ تمدنی نیکیوں کے بجالانے کا حکم صادر فرمایا کہ ہر قسم کی نیکی و بھلائی کا عمل کرو۔ مثلاً دکھوں کی فریاد رسی۔ بھوکوں پیاسوں کی خبر گیری۔ کمزوروں، محتاجوں کی دست گیری۔ والدین سے احسان اور ہمسایوں سے حسن سلوک وغیرہ

وَجَاهِدُوا۔ ہر برائی سے بچنے کی کوشش اور ہر قسم کی نیکی کی طرف اقدام راہِ خدا میں جہاد ہے بلکہ تلوار و نیزہ کے جہاد کے مقابلہ میں یہ جہاد اکبر ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ

اسی نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور نہیں رکھی اس نے تم پر دین میں کوئی حرج ملت تمہارے

اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ

باپ ابراہیم کی اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا اس سے پہلے اور اس قرآن میں تاکہ

الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا

رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ رہو پس قائم کرو

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ

نماز کو اور دو زکوٰۃ اور تمسک رکھو اللہ سے وہ تمہارا مولا ہے

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۷۸ ع

پس وہ بہترین مولیٰ اور بہترین مددگار ہے

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ۔ یہاں فعل محذوف ہے یعنی اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت کی اتباع کرو۔ اور حضرت ابراہیم کو سب کا باپ کہا گیا ہے کیونکہ تمام مسلمانوں پر ان کی اطاعت اس طرح واجب ہے جس طرح باپ کی اطاعت بیٹوں پر واجب ہوتی ہے
هُوَ سَمّٰىكُمْ۔ یعنی یہ مسلمان کا نام ان کا تجویز کردہ ہے جب کہ انہوں نے دعا میں کہا تھا "وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً" اور تفاسیر اہل بیت میں ہے کہ ان کے حقیقی مصداق آل محمدؐ ہیں۔ پس رسولؐ ان پر گواہ ہے اور وہ باقی امّت پر گواہ ہیں۔ حضرت رسالتمآبؐ کی شہادت یہ ہوگی کہ وہ کہیں گے۔ میں نے اپنی شریعت اور اپنا دین ان تک پہنچا دیا تھا اور ان کے حوالے کیا تھا اور ان کی شہادت یہ ہوگی کہ ہم نے رسولؐ کی شریعت کو لوگوں تک ویسے پہنچایا تھا جس طرح ہم تک پہنچی تھی۔ نہ ہم نے اس میں کچھ کمی کی اور نہ زیادتی بلکہ پوری پوری حفاظت کے ساتھ دین کی تبلیغ کی اگرچہ اس سلسلہ میں ہم کو ہر ممکن طریق سے ستایا گیا۔ گھروں سے نکالا گیا قید و بند میں رکھا گیا۔ انسانی آزادی ہم سے سلب کر لی گئی۔ ہر ممکن ظلم ہم پر روا رکھا گیا۔ بچے شہید ہوئے۔ جوان ذبح ہوئے۔ عورتوں کو اسیر کیا گیا۔ اور ایسے مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے کہ تصور کرتے ہوئے دل تھراتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ

Presented by www.ziaraat.com

تیرے دین کی حفاظت کے لئے ہم نے برداشت کیا اور لوگوں تک صحیح دین پہنچایا۔

پارہ ۱۸

Presented by www.ziaraat.com

سورہ المومنون

یہ سورہ مکیہ ہے۔
اس کی آیات کی تعداد ایک سو اٹھارہ ہے اور بسم اللہ کو ملا کر ایک سو انیس ہے۔

۱۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ جو شخص سورہ مومن کی تلاوت کریگا۔ اس کو فرشتے بروز محشر روح وریحان کی خوش خبری سنائیں گے اور ملک الموت کی آمد پر وہ آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کرے گا۔

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو ہر جمعہ میں سورہ المومنون کی تلاوت کرتا رہے اس کا خاتمہ نیک ہوگا۔ اور فردوس بریں میں اس کی جگہ نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ہوگی۔

۳۔ جو شخص اس کو لکھ کر شرابی کے گلے میں باندھے تو وہ شراب سے نفرت کرے گا اور پھر کبھی اس کے نزدیک نہ جائے گا بلکہ اس کا نام تک نہ لے گا۔

۴۔ ایک روایت میں ہے کہ رات کو لکھ کر سفید پارچہ میں باندھ کر جس کے گلے میں ڈالی جائے وہ شراب کے کبھی قریب نہ جائے گا۔ بلکہ اس کو مبغوض نگاہوں سے دیکھے گا۔

منقول از خواص القرآن (برہان)

Presented by www.ziaraat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

(ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ

تحقیق چھٹکارا پایا مومنوں نے جو اپنی نماز میں

رکوع نمبر ا بیت اللہ میں ولی اللہ کی آمد

تفسیر برہان میں بروایت مجالس شیخ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن عباس بن عبدالمطلب یزید بن قعنب اور قریش کے دیگر سربرآوردہ اشخاص بیت اللہ کے سامنے باہمی گفتگو میں مشغول تھے کہ جناب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تشریف لائیں اور بیت اللہ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ انہیں دردِ زہ محسوس ہوا تو آسمان کی جانب آنکھ اٹھا کر ان لفظوں میں مناجات کی۔ اے پروردگار میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور ہر اس شئے پر جو تیری طرف سے تیرا رسول لایا ہے اور تیرے تمام نبیوں پر اور کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ اور میں اپنے جدّ حضرت ابراہیم خلیلؑ کی فرمائشات کی تصدیق کرتی ہوں، اور یہ سمجھتی ہوں کہ انہوں نے تیرے اس مقدس گھر کی تعمیر فرمائی تھی۔ پس میں اس گھر کا گھر کے بنانے والے کا اور اس بچے کا جو میرے شکم میں میرے ساتھ بولتا اور مجھے مانوس رکھتا ہے (مجھے یقین ہے کہ یہ تیری نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگا، کے حق کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں کہ مجھ پر اس کی ولادت کا مرحلہ آسان فرما۔

عباس کہتا ہے فاطمہ بنت اسد کے کلام کرنے اور دُعا مانگنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ پشت کعبہ کی دیوار شق ہوئی اور فاطمہ اندر چلی گئی۔ پس ہم سے غائب ہوگئی۔ اور ہم نے دیکھا کہ دیوار کعبہ حسب سابق مل گئی باذنِ پروردگار۔ ہم نے دروازہ کو کھولنا چاہا تاکہ عورتوں کو اندر بھیجیں لیکن وہ نہ کھل سکا۔ پس ہم سمجھے کہ یہ کوئی خدائی راز ہے۔ بی بی متواتر تین دن بیت اللہ کے اندر رہی اور ان دنوں پورے شہر مکہ میں اس بات کا عام چرچا رہا۔ حتیٰ کہ لوگوں کی زبان پر گلی کوچوں میں بھی یہی ذکر ہوا کرتا تھا اور پردہ نشین مخدرات کا اپنے اپنے گھروں میں موضوع گفتگو یہی قصہ تھا۔ چنانچہ تین دن کے بعد بیت اللہ کی دیوار اسی مقام سے دوبارہ شق ہوئی اور اپنے مقدس ہاتھوں پر سلطان ملک معرفت شہنشاہ اقلیم ولایت اخترِ برج امامت اور نیرِ آسمانِ خلافت حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب کو اٹھائے ہوئے بی بی کعبہ سے برآمد ہوئی اور اپنی زبانِ گوہر بار سے چند موتی بکھیرے جن کو درِ شہوار سمجھ کر حاضرین نے اپنے دامن میں لیا۔

(اے لوگو! مجھے اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ممتاز فرمایا اور پہلے کی تمام برگزیدہ خواتین پر مجھے کرامت و فضیلت بخشی خدا نے جناب آسیہ بنت مزاحم کو چُنا جو چھپ کر ایسے مقام پر اس کی عبادت کرتی تھی کہ اگر مجبوری نہ ہو تو ایسے مقامات پر عبادت کرنے سے اللہ خوش نہیں ہوتا اور مریم بنت عمران پر عیسیٰ کی ولادت آسان ہوئی تو جنگل کی خشک کھجور کو ہلانے سے اس کو تر و تازہ

Presented by www.ziaraat.com

پھل عطا ہوا۔ اللہ نے مجھے اس پر اور پہلے کی تمام مستورات پر یہ شرف بخشا ہے کہ میرا بچہ اس کے مقدس گھر میں پیدا ہوا اور تین دن متواتر اللہ کی مہمان رہ کر جنت کے دسترخوان سے میوہ ہائے بہشت کھاتی رہی ہوں اور جب بچے کو ہاتھوں پر اٹھا کر میں نے باہر آنے کا ارادہ کیا تو ندائے ہاتف پہنچی۔ اے فاطمہ! اس کا نام علی رکھنا کیونکہ میں علی اعلیٰ ہوں اور اس کو میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے نیز میں نے اپنے درس توحید سے اس کو تعلیم دی ہے اپنے امور شرعیہ اس کے سپرد کئے ہیں اپنے علم سے اس کو بہرہ ور کیا ہے۔ میرے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ سب سے پہلے میرے گھر کی چھت پر بلند ہو کر میرے نام کی اذان کہے گا اور بتوں کو توڑ کر پھینکے گا اور میری عظمت مجد اور توحید کا علم بلند کرے گا اور میرے حبیبؐ کے بعد میری مخلوق کا امام و قائد ہو گا۔ پس اس کے محب و ناصر کے لئے طوبیٰ ہے اور اس کے نافرمان اور منکر حق کے لئے ویل ہے!

حضرت ابوطالب بیٹے کا مژدۂ جانفزا سن کر فرط سرور میں آگے بڑھے تو قرآن ناطق نے اپنے لبہائے نازنین کو جنبش دی۔ پس اسد کردگار نے اپنے والد عالی مقدار کو سلام کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَةِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُہٗ۔ اتنے میں سلطان الانبیاءؐ حضرت رسالتؐ پناہ فرط مسرت اور جوش عقیدت سے اپنی وصی کو بیت اللہ سے لینے کے لئے تشریف آور ہوئے تو اللہ کے گھر سے آنے والے نووارد مہمان نے آنکھیں کھولیں اور سید الانبیاء کو اپنے لئے چشم براہ دیکھ کر فرط انبساط سے ماں کے ہاتھوں پر جھومنے لگے۔ پس رسالت کی آنکھ سے آنکھ ملا کر مسکراتے ہوئے عقیدتمندانہ سلام عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُہٗ۔ پھر تنحنح کر کے قرآن ناطق نے قرآن صامت کی تلاوت شروع کر دی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ الخ۔ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا بے شک وہ تیری ہی بدولت فلاح و کامیابی حاصل کریں گے اور خدا کی قسم تو ہی ان کا امیر ہو گا اور ان کو علم کی خیرات تجھ سے ہی ملے گی اور تو ہی ان کا ہادی و رہبر ہو گا۔ حضورؐ نے ہاتھوں پر لیا اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جا کر حضرت حمزہ کو اطلاع دیجئے اور مبارکباد کہئے۔ بی بی نے عرض کی حضور! اگر میں چلی جاؤں تو بچہ کی غذا کا بندوبست کون کرے گا۔ آپ نے فرمایا میں جو موجود ہوں۔ بی بی نے ازراہ تعجب پھر دریافت کیا کہ آپؐ اس کو غذا دیں گے؟ فرمایا ہاں میں دوں گا۔ حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضورؐ نے جھک کر دہن مبارک کھولا اور اپنی زبان وحی ترجمان کو علی کے منہ میں رکھا پس علوم نبوت و رسالت بصورت غذا بہت بارہ چشمے بن کر جاری ہوئے جو فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا کی مکمل تفسیر تھے۔ جب جناب فاطمہ حضرت حمزہ کو علی کی ولادت باسعادت کی نوید مسرت افزا سنا کر واپس پلٹیں تو حضرت علیؑ کے رخ انور سے تا بہ آسمان ایک نور ساطع و لامع دیکھا۔

پس بی بی نے ایک قماط (بندھنا) میں باندھا شیر خدا نے ایک ہی انگڑائی سے اسے توڑ دیا۔ پھر مضبوط کپڑے سے دوبارہ بندھنا باندھا علی نے ایک پہلو بدل کر اس کو بھی توڑ دیا۔ تیسری بار دو کپڑے کے تہہ کر کے باندھا لیکن وہ بھی نہ ٹھہر سکا۔ چوتھی بار تین تہ مضبوط رکھے اور وہ بھی پھٹ گئے۔ پانچویں دفعہ مصری مضبوط کپڑے سے تہ کر کے قماط باندھا تو علی کے زور بازو سے وہ بھی ٹوٹ گیا۔ پس چھٹی مرتبہ ریشمی مضبوط کپڑے کی پانچ تہوں سے باندھا۔ جب وہ بھی ٹوٹ گیا تو ساتویں بار چھ ریشمی کپڑے کے

Presented by www.ziaraat.com

تھوں کے اوپر ایک چمڑے کا تہ رکھ کر باندھا لیکن علیؑ کی قوت ید اللٰہی کے مقابلہ میں یہ حیلہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ انگڑائی لیتے ہی انہیں توڑ دیا اور ماں کی طرف نظر اٹھا کر اپنی زبان معجز بیان حق ترجمان سے کہا۔ اماں جان! میرے ہاتھ مت باندھئیے کیونکہ میں انگشت شہادت اٹھا کر توحید پروردگار کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت ابوطالب نے یہ سب ماجرا دیکھ کر فرمایا یہ بچہ نرالی شان اور انوکھی آن بان لے کر آیا ہے جس کو آنے والا زمانہ مشاہدہ کرے گا۔

دوسرے دن حضرت رسالت مآبؐ تشریف لائے تو حضرت علیؑ زیارت پیغمبرؐ سے مشرف ہو کر مسکرا دیئے اور شوق وصال میں آپ کی طرف مائل ہوئے تاکہ زبان وحی ترجمان سے لعاب دہن رسالت کی چاشنی کا شرف مکرر حاصل ہو۔ پس حضورؐ نے دست رحمت دراز کئے، علی فوراً گود مادر سے آغوش رسالت میں جا پہنچے اور قرآن کی طرح سینۂ پیغمبرؐ کی حمائل بن گئے۔ اور حضرت ابوطالب نے ولیمہ کیا جس میں تین سو اونٹ نحر کئے اور ایک ہزار گائے و بکریاں ذبح کیں۔ چنانچہ مکہ اور اطراف نواح کے لوگوں کو بالعموم کھانے کی دعوت دی اور فرمایا کعبہ کا طواف کرو اور میرے عظیم فرزند کی زیارت کر کے اس کو سلام بھی کرو۔ (ملخصاً)

تفسیر صافی میں بروایت قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اللہ نے پہلے پہل جنت کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ کلام کر تو پہلے کلام جو جنت نے کی وہ یہ تھی۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

قَدْ کا لفظ ماضی پر داخل ہوتا ہے اور گذشتہ واقعہ کی تحقیق کے لئے آتا ہے لیکن لبعض اوقات مستقبل میں ہونے والے یقینی واقعہ کو فعل ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے تاکہ اس کے قریب الوقوع ہونے کو ظاہر کیا جائے۔ جس طرح کہا جاتا ہے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ مستقبل قریب میں نماز قائم ہونے والی ہے۔ پس اس مقام پر مقصد یہی ہے کہ مستقبل قریب میں مومن لوگ فلاح پائیں گے۔

خَاشِعُوْنَ۔ یعنی حالت نماز میں حدود نماز کی پوری پوری پاسداری کریں اور اس کے آداب مستحباب اور مکروہات کی رعایت کریں پاؤں اپنے مقام پر صحیح حالت میں ہاتھ اپنی جگہ پر نظر اپنے مقام پر بلکہ نمازی کا ہر عضو مصروف یاد پروردگار ہو۔ مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے ایک نمازی کو حالت نماز میں ڈاڑھی کو خلال کرتے دیکھا تو فرمایا۔ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی اس کا اثر ہوتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا دل اگر یاد پروردگار میں مشغول ہو تو باقی اعضاء میں بے راہ روی اور آوارگی پیدا ہو ہی نہیں سکتی اور حضورؐ سے مروی ہے کہ اگر اعضا میں کوئی شخص خشوع کو ظاہر کرے اور دل میں خشوع نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک نفاق شمار ہوتا ہے۔

عَنِ اللَّغْوِ۔ لغو سے مراد ہر وہ قول یا فعل جس کا کوئی فائدہ عقلائی نہ ہو اور ابن عباس سے منقول ہے کہ لغو کا معنی ہے باطل۔ لبعضوں نے گناہ یا جھوٹ یا دشنام طرازی کو لغو کا معنی قرار دیا ہے۔ علی حسب الاقوال۔ اور مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے لغو سے اعراض کرنے کا مقصد یہ مروی ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے اوپر بہتان طرازی کرے

Presented by www.ziaraat.com

خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

خشوع کرتے ہیں اور وہ جو لغو سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾

اور وہ جو زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کے محافظ ہوتے ہیں

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾

مگر اپنی بیویوں سے یا اُن سے جن کے وہ مالک ہوتے ہیں پس وہ قابل ملامت نہ ہوں گے

اور ایسی بات بیان کرے جو نجھیں نہ ہو تو رضا پروردگار کی خاطر اس سے چشم پوشی کرے اور منقول ہے کہ قریش نے حضرت رسالتمآبؐ اور آپؐ کے صحابہ کو گالی دیتے تھے پس آپ کو ان سے اعراض کرنے کا حکم ہوا۔ ایک روایت میں گانا اور ہر قسم کا کھیل تماشا لغو میں شمار کیا گیا ہے۔

بروایت ارشاد مفید حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے ہر وہ قول جس میں ذکر نہ ہو لغو ہے۔

اعتقادات میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ قصہ خوان لوگوں کا سننا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

تنبیہ۔ اب ذرا چشم انصاف سے بہانگ دہل ایمان کا دعویٰ کرنے والے جنت کے ٹھیکیدار اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ قرآن کی روشنی میں اپنے اندر ایمان کی قندیل کس حد تک روشن ہے اور مومنوں کی علامات کس قدر موجود ہیں؟ خدا کی قسم دل تھراتا ہے۔ جگر کانپتا ہے اور آنکھیں فرط غم سے ڈبڈبا جاتی ہے جب دور حاضر کی عیاشانہ عزاداری پر نظر اٹھتی ہے جس میں سوائے راگ و رنگ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجلس کا تقدس یکسر ختم ہو کر رہ گیا ہے اور عزاداری کا وقار برائے نام بھی نہیں رہا۔ مجلس حسین صرف اکھاڑا کی صورت میں باقی ہے۔ بالعموم اس میدان میں قدم رکھنے والے عزاداری کے نام اور اس کے تقدس کی آڑ میں عیاشی و فحاشی کے وہ کھیل کھیلتے ہیں کہ کسی دوسری قوم کا مہذب طبقہ تو درکنار غیر مہذب افراد کے دل و دماغ میں بھی اس کا تصور تک نہ آتا ہو گا۔

معیار مجلس معیار عزا معیار تقریر معیار کامیابی اور معیار مقبولیت جو آل محمدؐ نے بیان فرمائے تھے ان کے مفاہیم یکسر بدل دیئے گئے ہیں بنا بریں اچھے ذاکر کا معیار ہے خوش آوازی اور حسن گلوکاری۔ اچھے مقرر کا معیار ہے حاضرین کے جذبات کے ساتھ کھیلنے کے لئے ان کی ذہنی عیاشی کی خاطر چٹکلوں اور تک بندیوں پر مشتمل مضحکات و مبکیات کا مناسب بیان اور اسی طرح اچھے واعظ کا معیار ہے۔ جنت کا سستے داموں فروخت کرنا اور حاضرین کے لئے آتش جہنم حرام قرار دینا یعنی نیک

Presented by www.ziaraat.com

اعمالی کو سبک ثابت کرنا اور بداعمالی پر جرأت دلانا و علی ہذا القیاس۔ ایسے روح فرسا اور جگر سوز حالات میں بانیانِ مجلس اور سامعین میں خلوص پیدا ہو تو کیونکر اور احساس مذہب ہو تو کس لئے ہے اگر علمائے حقّہ اپنی آنکھیں بند کر کے گوشۂ تنہائی کو اختیار کر لیں۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقدس فریضہ کی ادائیگی سے کوتاہی ناقابلِ عفو جرم ہے۔ اور اگر نصیحت کے لئے زبان کھولیں تو پیشہ ور رقّاصانِ منبر اپنے لقمۂ تر کی خاطر ان کا گلا دبانے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والی ضرب المثل کے مطابق علمائے ناصحین کو دین دشمن کہہ کر حفاظتِ دین پر اپنی اجارہ داری کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

اللہ کے نزدیک مومن کا جو معیار ہے وہ ان آیاتِ مجیدہ میں بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے مومن کی پہلی نشانی ہے کہ نماز میں خشوع کرتا ہو اور اس کے برعکس ہمارے معاشرہ میں نماز میں خشوع تو درکنار پکا مومن اس کو سمجھا جاتا ہے جو سال میں ایک آدھ مجلس منعقد کرا لے اور ذاکر مقرر یا واعظ کی حسبِ منشا خدمت کر دے خواہ عمر بھر نماز کا ایک سجدہ بھی ادا نہ کرے مومن کی دوسری نشانی قرآن مجید نے لغو سے اعراض کرنا بتایا ہے اور ہمارے معاشرے میں راگ و رنگ اور گلوکاری کو مجالس عزا کا طرۂ امتیاز قرار دیا گیا ہے اور جو اس بدعنوانی سے روکے اسے دشمن عزاداری سمجھا جاتا ہے۔ مومن کی تیسری نشانی زکوٰۃ کا ادا کرنا ہے لیکن ادھر معاملہ کچھ اور ہے عزاداری پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپیہ خرچ کرنے والے زکوٰۃ واجبہ اور خمس کے ادا کرنے میں انتہا درجہ کے بخیل ہوتے ہیں حالانکہ مالِ غیر مزکّٰی و غیر مخمس سے خرچ کرنا تمام علماء کے نزدیک حرام ہے اور ایسے مال سے نہ نماز مقبول ہوتی ہے نہ عزاداری۔ ایسے بانیانِ مجلس کو ذاکر و مقرر یا روضہ خوان و واعظ وہی پسند ہے جو بانیٔ مجلس کی خوشنودی کی خاطر منبرِ حسینی پر زکوٰۃ و خمس کا نام تک نہ لے۔ پس عزاداری پر خرچ کرنے والے کے لئے جنّت کی پیشکش ہر مجلس میں کرتا رہے۔ بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص ایک قیراط کے برابر بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو نہ وہ مومن ہے نہ مسلمان اور نہ اس کی نماز مقبول ہے۔ مومن کی چوتھی علامت ہے اپنی شرمگاہوں کو حرام سے محفوظ رکھیں۔ خداوندکریم مجھے اور جملہ مومنین کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور قرآن نے جو معیار اہل ایمان کا مقرر فرمایا ہے خدا ہمیں اس پر پورا اترنے کی توفیق دے۔

فَمَنِ ابْتَغٰی ص۵۷۔ یعنی جو شخص حلال عورت کو کافی نہ سمجھ کر آگے قدم بڑھائے وہ ظالم اور سرکش ہے۔ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عورتیں مردوں پہ تین طریقوں سے حلال ہوتی ہیں (۱) نکاح بمیراث یعنی وہ نکاح جس میں عورت اور مرد ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اور وہ نکاح دائمی ہے (۲) نکاح بلا میراث یعنی وہ نکاح جس میں عورت و مرد ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے اور وہ نکاح متعہ ہے (۳) نکاح بملک یمین۔ یعنی وہ عورت جو لونڈی ہو اور جائز طریقہ سے اس کی کنیزی میں داخل ہو گذشتہ زمانہ میں اس کا رواج عام تھا۔ آج کل ہمارے ہاں یہ سلسلہ نہیں ہے۔ بروایت کافی منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا متعہ حلال ہے لیکن عفیف اور پاک دامن عورت سے کرو اور بروایت امام محمد باقر علیہ السلام حضرت سلمانؓ

Presented by www.ziaraat.com

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ

پس جو خواہش کرے اس سے آگے تو وہ سرکش و ظالم ہوں گے اور وہ جو

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ

اپنی امانتوں اور عہد کی پاسداری کرنیوالے ہوتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی پابندی

يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

کرتے ہیں ایسے لوگ ہی وارث ہوں گے (جنّت کے) وہ پائیں گے جنّت کو کہ وہ اس میں

سے بھی مروی ہے کہ عورت مرد پر تین طریقوں سے حلال ہوتی ہے۔ نکاح دائمی جس میں عورت و مرد ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں۔ نکاح متعہ جس میں عورت و مرد ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے اور تیسرے ملک یمین یعنی لونڈی جس کو جائز طریقہ سے حاصل کیا جائے۔

لِاَمٰنٰتِهِمْ۔ یہ مومن کی پانچویں علامت ہے کہ وہ امانت میں خیانت نہیں کرتے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ امانتیں دو قسم کی ہیں (۱) اللہ کی طرف سے (۲) بندوں کی جانب سے۔ پس اللہ کی طرف سے امانت یہ ہے کہ نماز و روزہ وغیرہ جملہ عبادت کو صحیح طور پر ادا کرے اور بندوں کی جانب سے امانت مثلاً ودیعت و عاریت خرید و فروخت اور شہادت وغیرہ ہیں کہ اس قسم کے معاملات میں دیانت داری کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

وَعَهْدِهِمْ۔ یہ مومن کی چھٹی علامت ہے کہ عہد کی وفا کرے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ عہد تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) اللہ کے اوامر (۲) نذر و منت (۳) عقود۔ پس مومن پر ان ہر سہ قسم کے عہدوں کا ایفا واجب و لازم ہے اللہ کی طرف سے عائد شدہ احکام کی پاسداری کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ یعنی تم میرے عہد کو پورا کرو۔ میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اسی طرح نذر عہد اور قسم وغیرہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہوا کرتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوجاتا ہے اور عقود سے مراد نکاح طلاق اور بیع و شرا بلکہ جملہ باہمی معاملات میں انسان کو اپنے عہد و پیمان کا پابند ہونا چاہیئے۔ گویا آیت مجیدہ میں حقوق اللہ حقوق النفس اور حقوق الناس تمام حقوق کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے اور انسان کی صحیح معاشرتی زندگی اور کامیاب تمدنی حیات کا راز اسی میں مضمر ہے۔

يُحَافِظُوْنَ۔ مومن کی ساتویں نشانی نماز کی پابندی ہے۔ پہلی نشانی نماز میں خشوع اور آخری نشانی نماز کی پابندی بیان کرکے نماز کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ علامات مومن قدرے تفصیل کے ساتھ ہم نے تفسیر کی چھٹی جلد صـ۱۶۳ تا صـ۱۸۱ بیان کی ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اَلْوَارِثُوْنَ ۔ یعنی وہ مومن جن میں صفاتِ مذکورہ پائی جائیں گی وہ جنت کے وارث ہوں گے اور چونکہ وراثت کا اطلاق ایک سے دوسرے کی طرف استحقاق کی بنا پر ملکیت کے منتقل ہونے پر ہوتا ہے۔ مثلاً باپ کے بعد بیٹے کی طرف حق ملکیت کے منتقل ہونے کا نام وراثت ہے تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنت میں وراثت کا کیا مطلب ہے جب کہ وہاں موت ہی نہ ہوگی ہے نیز جنت کی آبادی کا سلسلہ ہی اس وقت سے شروع ہوگا جب کہ عدل الٰہی کے بعد فیصلہ ہو چکے گا۔ پس ایک ہی وقت میں جنتی جنت میں جائیں گے اور کچھ وقفہ کے بعد جانے والے بھی اپنی الگ اور مخصوص جگہوں کی طرف جائیں گے جو انہی کے لئے ہوں گی نہ کہ کسی کی متروکہ ملکیت پر بطور وارث پہنچیں گے اور جنت کا قیام دنیاوی قیام کی طرح نہیں ہے کہ ایک گروہ پہلے آباد ہو پھر ان کے چلے جانے کے بعد دوسروں کو حق رہائش دیا جائے بلکہ وہاں تو سب نے بیک وقت رہنا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے تو اس کا جواب احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ ہر انسان کے لئے آخرت میں دو گھر موجود ہیں ایک جنت میں اور ایک جہنم میں۔ پس جو شخص مرنے کے بعد مستحق عذاب ہو اور دوزخ میں چلا جائے تو جنت میں جانے والے اُس کے جنت والے مکان کے وارث ہوں گے۔

اور تفسیر برہان وصافی میں تفسیر قمی سے منقول ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مخلوق میں سے ہر ایک کے لئے جنت میں اور دوزخ میں ایک ایک مکان موجود ہے۔ پس جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچیں گے تو ایک منادی کی آواز آئے گی۔ اے جنت والو! سربلند کر کے دوزخ کی طرف جھانکو۔ چنانچہ ان کو اپنے دوزخ والے گھر دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ اگر تم نافرمانی کرتے تو تمہارا ٹھکانا ان گھروں میں ہوتا۔ پس اگر خوشی کے مارے وہاں موت ہوتی تو اہل جنت خوشی سے مر جاتے کہ خدا نے ان کو اس دائمی عذاب سے بچا لیا ہے پھر منادی اہل دوزخ کو ندا دے گا کہ سربلند کر کے اُوپر دیکھو۔ پس ان کو اپنے جنت والے گھر دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ اگر تم نیک عمل بجا لاتے تو ان گھروں پر تمہاری رہائش ہوتی۔ پس اگر غم کی وجہ سے کسی کی موت واقع ہوتی تو اہل دوزخ جنت کے فراق کے غم میں مر جاتے۔ پس اہل جنت دوزخیوں کے جنت والے گھروں کے وارث ہوں گے اور اہل دوزخ جنتیوں کے دوزخ والے گھروں کے وارث ہوں گے۔ گویا جنتیوں کے لئے یہ امر مزید سرور و انبساط کا موجب ہوگا اور دوزخیوں کے لئے یہ اندوہناک بات باعث زیادتیٔ حسرت و ارمان ہوگی اور یہی مضمون تفسیر کی نویں جلد سورہ طٰہٰ میں ان منکم الا واردھا کے ذیل میں بھی گذر چکا ہے ص ۱۵۵

انسان کی پیدائش کا ذکر

سُلَالَۃٍ ص ۵۹۔ وہ نچوڑ یا جوہر جو کسی دوسرے جسم سے حاصل کیا جائے اس کو سلالہ کہا جاتا ہے اور اسی بنا پر بیٹے کو سلالہ یا سلیلہ بھی کہتے ہیں اور انسان کی پیدائش ایک جوہر سے ہے جو مٹی سے حاصل کیا گیا ہے یہ جوہر یعنی مادۂ منویہ بصورت نطفہ ایک وقت مقرر تک مناسب قرار گاہ یعنی عورت کے رحم میں رہتا ہے پھر اس کے بعد ایک وقت تک وہ نطفہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر ایک مقررہ میعاد تک

Presented by www.ziaraat.com

هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ

ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے انسان کو ایک جوہر سے جو مٹی سے

طِينٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا

ہے پھر بنایا ہم نے اس کو نطفہ مناسب قرار گاہ (رحم) میں پھر بنایا ہم نے

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا

نطفہ کو خون بستہ پس بنایا ہم نے خون بستہ کو لوتھڑا پس بنایا اس لوتھڑے سے ہڈیوں کو

وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پس قدرت کی صنعت کاری سے اس میں ہڈیاں بنتی ہیں اور ان کو گوشت کا لباس پہنایا جاتا ہے اور اوپر چمڑے کا پردہ دے کر بحکم پروردگار اس میں روح انسان کو داخل کیا جاتا ہے اور وہ ایک نئی مخلوق کا روپ دھار لیتا ہے۔

تفسیر برہان میں کافی سے متعدد روایات منقول ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رحم میں چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن علقہ یعنی خون بستہ پھر چالیس دن مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پس اس کے بعد نر یا مادہ بنتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے لئے دعا چار ماہ تک مانگی جائے کیونکہ چار ماہ یعنی ایک سو بیس دن پورے ہو جانے کے بعد وہ لڑکا یا لڑکی بن جاتا ہے اور اس میں نفخ روح ہو جاتا ہے۔

حمل کا خون بہا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ روح داخل ہونے سے پہلے جنین (بچے) کی دیت ایک سو دینار مقرر کی گئی ہے یعنی اس زمانہ میں اگر کوئی شخص کسی عورت کا حمل ساقط کرے تو اس پر ایک سو دینار جنین (بچے) کا خون بہا واجب الادا ہو گا اور منی کے قرار پکڑنے سے جنین بننے تک پانچ منزلیں ہیں۔ پہلی منزل نطفے کی دوسری منزل علقے کی تیسری منزل میں مضغہ چوتھی منزل میں ہڈیوں کی پیدائش اور پانچویں منزل میں ہڈیوں پر گوشت و پوست کا لباس۔ پس پانچویں منزل کامل ہونے کے بعد وہ جنین کہلاتا ہے اور اس کے ساقط کرنے کی دیت (خون بہا) ایک سو دینار ہے اور اس سے پہلے کی ہر منزل کے لئے بیس دینار ہوں گے۔ چنانچہ نطفے کے اسقاط کی دیت بیس دینار ہو گی، علقے کے ساقط کرنے پر دیت چالیس دینار ہو گی۔ مضغے کی دیت ساٹھ دینار ہڈیاں پیدا ہونے کے بعد دیت اسّی دینار اور گوشت پوست پہن لینے کے بعد ایک سو دینار دیت ہو گی۔ اس کے بعد جب روح داخل ہو جائے اور نیا روپ اختیار کرلے تو اس کے ساقط کرنے کی دیت پورے انسان کا خون بہا یعنی ایک ہزار دینار ہو جائے گی جب کہ وہ مذکر ہو لیکن اگر مونث ہو تو اس کی دیت نصف یعنی پانچ سو دینار ہو گی۔

اگر حاملہ عورت قتل ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ کامل موجود ہو لیکن وہ ساقط نہ ہو۔ پس نہ اس کے مذکر یا مونث

Presented by www.ziaraat.com

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ

پس پہنایا ہڈیوں کو گوشت پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک الگ مخلوق پس بابرکت ہے اللہ جو بہترین

الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

خالق ہے پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے دن

ہونے کا پتہ ہو اور نہ یہ معلوم ہوسکے کہ اس کی موت ماں کی موت سے بعد واقع ہوئی ہے یا ساتھ یا پہلے تو اس بچے کی دیت لڑکے اور لڑکی کی دیت کے مجموعے کا نصف ہوگی اور اس کے بعد عورت کی پوری دیت اس کے علاوہ واجب ہوگی اور جنیں کی چھٹی منزل ہوگی۔ (پوری دیت)

تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے سلیمان بن خالد کہتا ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اے فرزند رسول اگر کوئی شخص نطفے کا اسقاط کرے اور اس کے ساتھ ایک خون کا قطرہ بھی نکلے تو اس کی دیت کتنی ہوگی؟ آپ نے فرمایا خون کے ایک قطرہ کی دیت نطفے کی دیت کا دسواں حصہ ہوگی۔ پس نطفے کے لئے بیس دینار اور قطرۂ خون کے لئے ۲ دو دینار کل بائیس دینار دیت ہوگی۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا اگر خون کے دو قطرے ہوں تو آپ نے فرمایا ۲۴ چوبیس دینار دیت ہوگی۔ میں نے کہا اگر تین قطرے ہوں تو آپ نے فرمایا ۲۶ دینار دینے پڑیں گے میں نے پوچھا اگر چار قطرے ہوں تو آپ نے فرمایا ۲۸ دینار دیت ہوگی۔ پھر میں نے عرض کی اگر پانچ قطرے ہوں تو آپ نے فرمایا تیس دینار دیت ہوگی۔ اس کے بعد یہی حساب ہوگا، پھر جب علقہ ہوجائے تو چالیس دینار ہوجائے گی۔ میں نے پوچھا اگر نطفہ خون سے لتھڑا ہوا ہو تو آپ نے فرمایا اگر خون صاف ہے تو علقہ شمار ہوگا اور دیت چالیس دینار ہوگی لیکن اگر خون سیاہ قسم کا ہے تو وہ رحم کا خون ہوگا اور دیت نطفہ کی بیس دینار رہے گی۔ سائل نے پوچھا اگر علقے میں ایک رگ یا گوشت کی شکل نظر آئے تو آپ نے فرمایا چالیس پر دو بڑھ جائیں گے۔ راوی نے پوچھا کہ چالیس کا دسواں تو ایک دینار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس کا دسواں نہیں بلکہ مضغے کا دسواں حصہ بڑھانا ہوگا اور وہ دو دینار ہیں اور ساٹھ تک یہی حساب رہے گا اور مضغے کی دیت ساٹھ دینار ہوگی پھر اگر ہڈی پیدا ہونے لگے تو چار دینار بڑھ جائیں گے یہاں تک کہ اسّی دینار تک پہنچ جائے اور راوی نے پوچھا کہ جب ہڈیوں پر گوشت آنا شروع ہوجائے تو آپ نے فرمایا اسی طرح حساب کرتے جاؤ یہاں تک کہ ایک سو تک پہنچ جائے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اگر کوئی شخص حاملہ عورت کو مکّا مارے اور بچہ ساقط ہوجائے اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ وہ زندہ تھا یا مردہ تو آپ نے فرمایا کہ جب حمل چار ماہ کا ہوجائے تو وہ زندہ ہی ہوتا ہے، لہٰذا اس کو پوری دیت ادا کرنی پڑے گی۔

اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ علامہ طبرسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں۔ وَفِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ اسْمَ الْخَلْقِ قَدْ يُطْلَقُ

علیٰ فعل غیر اللہ تعالیٰ الا ان الحقیقۃ فی الخلق للہ سبحانہ فقط فان المراد من الخلق ایجاد الشئ مقدراً تقدیراً لا تفاوت فیہ وھذا انما یکون من اللہ سبحانہ وتعالیٰ ودلیلہ قولہ الا لہ الخلق والامر۔ ترجمہ۔ آیت مجیدہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ خلق کا لفظ بعض اوقات غیر اللہ کے فعل پر بھی بولا جا سکتا ہے لیکن اس کا حقیقی اطلاق صرف اللہ سبحانہ کی ذات کے لئے ہی ہے کیونکہ خلق کا معنی ہے شئ کا ایسے انداز سے ایجاد کرنا کہ اس میں کوئی تفاوت نہ ہو اور یہ صرف اللہ سے ہی ہو سکتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ خود ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ خلق اور امر صرف اس کی ذات کے لئے ہی ہے۔

بعض اہل منبر سادہ لوح عوام سے خراج تحسین حاصل کرنے کی خاطر احسن الخالقین کی لفظ کا سہارا لے کر محمدؐ و آل محمدؐ کو خالق ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح خیر الرازقین کی لفظ سے ان کا رازق ہونا ثابت کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا اور انہوں نے باقی سب کو پیدا کیا اور خدا نے معاملہ خلق و رزق ان کے سپرد فرمایا ہے۔ مذہب شیعہ میں یہ عقیدہ سراسر شرک ہے اور اس کا قائل بلاشک و شبہ مشرک و نجس ہے۔ چنانچہ بروایت عیون الاخبار حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ من زعم ان اللہ یفعل افعالنا ثم یعذبنا علیھا فقد قال بالجبر ومن زعم ان اللہ عزوجل فوض امر الخلق والرزق الی حججہ فقد قال بالتفویض والقائل بالجبر کافر والقائل بالتفویض مشرک۔ ترجمہ۔ جو شخص یہ کہے کہ خدا خود ہمارے افعال کا خالق ہے۔ اور پھر ہمیں عذاب بھی دے گا تو وہ جبر کا قائل ہے اور جو یہ گمان کرے کہ تحقیق اللہ نے خلق و رزق کا معاملہ اپنے نمایندوں (محمدؐ و آل محمدؐ) کے سپرد کر دیا ہے تو وہ تفویض کا قائل ہے۔ حالانکہ جبر کا قائل کافر اور تفویض کا قائل مشرک ہے۔ ایک اور مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ومن زعم ان الینا الخلق وعلینا الرزق فنحن الیک منہ براء کبراءۃ عیسیٰ بن مریم من النصاریٰ۔ ترجمہ۔ اور جو یہ سمجھے کہ خلق و رزق کا معاملہ ہمارے سپرد ہے تو اے اللہ ہم تیری طرف ایسوں سے بیزار ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نصاریٰ سے بیزار تھے۔ ہم نے اپنی کتاب لمعۃ الانوار فی عقائد الابرار میں اس موضوع پر کافی تبصرہ کیا ہے اور مشککین کے شبہات کو عقلی و نقلی دلائل سے رد کیا ہے۔ نیز مقدمہ تفسیر کے آخر میں بھی اس مسئلہ کو حل کیا ہے جو منصف طبع لوگوں کی تسلی کے لئے کافی ہے۔

دور حاضر کی اندھیر گردی دھاندلی اور دیدہ دلیری کے انتہائی روح فرسا بلکہ جان لیوا مصائب میں سے ہے کہ دین خداوندی اپنوں کے ہاتھوں کند چھری سے ذبح ہو رہا ہے۔ شرک کا نام توحید پرستی کفر کا نام اسلام الحاد و زندقہ کا نام بصیرت و معرفت اور نفاق کا نام ایمان رائج الوقت اصطلاحیں ہیں۔ قریش مکہ کو باچھیں کھول کھول کر مشرک کہنے والے اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے حالانکہ قریشی لوگ اصنام کو وسیلہ قرب خداوندی قرار دے کر ان کی پوجا کرتے تھے ورنہ خلق و رزق اور موت و حیات کے مسائل میں وہ بھی اللہ کو لاشریک مانتے تھے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے حق میں غلو آمیز تقریریں کرنے والے آیات متشابہات اور ضعیف

تُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ

اٹھائے جاؤ گے — اور تحقیق ہم نے پیدا کئے تمہارے اوپر سات آسمان — اور ہم نہیں — مخلوق سے غفلت

غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡكَنّٰهُ

کرنے والے — اور ہم نے اتارا آسمان سے پانی — اندازے سے — پس — اس کو — ٹھہرایا

روایات کا سہارا لیکر جہاں ایک طرف شرک کی نشر و اشاعت کرتے ہیں وہاں درحقیقت محمدؐ و آل محمدؐ کے مذہب کے تقدس کو برباد کرتے ہیں اور قرآن و اسلام کو اہل عقل و دانش کے سامنے سبک کرنے کی ناپاک جسارت کے مرتکب ہوتے ہیں اِس دور میں مسئلہ توحید اپنوں اور بیگانوں کے ظلم کا نشانہ بن چکا ہے۔ دشمنان اسلام تو مسئلہ توحید سے گلو خلاصی کر کے اپنی عیاشیوں رنگ رلیوں اور من مانی کارروائیوں کے آزادانہ رواج کے خواہشمند ہوتے ہیں لیکن پرچم اسلام کے نیچے رہنے والے اور بالخصوص محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اپنا ہادی و رہبر سمجھنے والے صرف چند ٹکوں کی خاطر اپنے وقار ناپائیدار کے لئے ناخواندہ عوام کی پسماندہ اور غیر مہذب ذہنیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مسئلہ توحید سے برسرپیکار ہیں۔ بہرکیف اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں وہی تمام کائنات کا خالق واحد ہے اگر کسی دوسرے پر خالق کا لفظ کہیں استعمال ہوا ہے تو وہ مجازی ہے اور محمدؐ و آل محمدؐ کا خالق بھی وہی اللہ ہے جس نے ان کو اپنی باقی سب مخلوق پر شرافت و کرامت بخشی ہے۔

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا۔ یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے۔ طرائق کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) ہر آسمان کو طریقہ کہا گیا ہے۔

لِتَطَارُقِهَا۔ کیونکہ وہ تہ بہ تہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں (۲) اس لئے کہ ملائکہ کے گذرنے کے راستے ہیں (۳) اس لئے کہ وہ سات طبقے ہیں اور ہر طبقہ کو طریقہ کہا گیا ہے۔ بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ ایک سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کے سفر کا فاصلہ ہے اور اسی طرح زمین سے آسمان تک بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہم نے آسمان کے معنی کی تحقیق لمعۃ الانوار میں بیان کی ہے۔

غَافِلِيۡنَ۔ یعنی اس قدر مخلوق کا پیدا کرنا ہماری غفلت اور بے علمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہم نے جان کر اور کسی مصلحت کی بنا پر یہ تخلیقی کارنامہ کیا ہے پس یہ پُرازحکمت نظام اور عجیب و غریب صنعتی استحکام بے حد و حساب مصالح و حکم پر مبنی ہے جن کی گرہوں کو علم و معرفت اور فکر و تدبر کے ناخنوں سے کھولا جاسکتا ہے۔

مَآءًۢ بِقَدَرٍ۔ یعنی ہم نے پانی کو صحیح اندازہ سے نازل کیا اور ہماری حکمت و مصلحت کا جو تقاضا تھا اسی مقدار سے اس کو اتارا اور اس کو زمین میں جگہ دی پس وہ تالابوں میں ٹھہر گیا یا چشموں کے ذریعے سے اُبل پڑا یا دریا و نہر بن کر زمین کی سطح پر جاری ہوا تاکہ زمین پر بسنے والی مخلوق حسب ضرورت اس سے نفع مند ہو سکے۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ ﴿١٨﴾ فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ

زمین میں اور ہم اس کو لے جانے پر (بھی) قادر ہیں پس ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے

جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ

اس کے ذریعے باغات کھجوروں سے اور انگوروں سے کہ تمہارے لئے ان میں میوہ جات بکثرت ہیں اور ان سے تم کھاتے ہو

﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْآكِلِينَ ﴿٢٠﴾ وَ

اور وہ درخت جو نکلتا ہے طور سینا سے اگاتا ہے گھی اور سالن کھانے والوں کے لئے اور

دنیا کے پانچ دریا جنّت سے خدا نے اتارے ہیں (۱) سیحون یعنی دریائے سندھ بمعہ اپنے معاونین کے (۲) دریائے جیحون جو بلخ کے علاقہ سے بہتا ہے (۳) دریائے دجلہ (۴) دریائے فرات (۵) دریائے نیل۔ ان پانچوں دریاؤں کو ایک ہی چشمے سے پیدا کیا اور ان میں لوگوں کے لئے متعدد فوائد اور منافع تفویض فرمائے۔

نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ۔ میوہ جات میں سے مثال کے طور پر انگوروں اور کھجوروں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ حجازی لوگ بالعموم ان سے بہرہ ور تھے پس ان کے اذہان سے مطلب کو قریب تر کرنے کے لئے ایسے پھلوں کا ذکر کیا جن سے وہ مانوس تھے۔

طُورِ سَيْنَاءَ | بعضوں نے سِینَا اور بعضوں نے سَیْنَاءَ پڑھا ہے اور دونوں قرائتوں میں اس کو غیر منصرف پڑھا گیا ہے اور اس جگہ درخت سے مراد زیتون ہے۔ نعمات کے تذکرہ میں اس درخت کا ذکر اس لئے ہے کہ اس سے فوائد زیادہ حاصل ہوتے ہیں کیونکہ اس کے پھل سے گھی برآمد ہوتا ہے جو کافی نفع بخش ہے۔ سینا کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) اس جگہ کا نام ہے جہاں طور پہاڑ واقع ہے (۲) ایک پتھر مخصوص کا نام ہے کہ پہاڑ بھی اس کی طرف منسوب ہے (۳) بعضوں نے اس کا معنی برکت ذکر کیا ہے کہ وہ برکت والا پہاڑ ہے (۴) طور کا معنی پہاڑ اور سیناء کا معنی درختوں سے سرسبز (۵) طور کا معنی پہاڑ اور سینا کا معنی خوبصورت اور کہتے ہیں یہ وہی پہاڑ ہے جس سے حضرت موسیٰ کو آواز آئی تھی اور وہ مصر اور ایلہ کے درمیان واقع ہے۔

تفسیر برہان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ موسیٰ کے پہاڑ کو طور سینا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر زیتون کے درخت تھے اور جس پہاڑ پر فائدہ مند سبزیاں یا کارآمد درخت ہوں اس کو طور سینا یا طور سینین کہا جاتا ہے ورنہ صرف طور کہلاتا ہے۔

تفسیر صافی میں حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ پشت کوفہ کی طرف لے جانا جب تمہارے قدم رک جائیں اور سامنے ہوا آجائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور ایک دفعہ غری (نجف اشرف) کا ذکر ہوا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ پہاڑ کا ٹکڑا ہے جس پر موسیٰ کے ساتھ کلام ہوا اور اسی پر عیسیٰ کو تقدیس ملی۔ اور یہیں سے ابراہیمؑ خلیل ہوئے اور حضرت محمدؐ حبیب خدا بنے۔ خدا نے اس جگہ کو تمام

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ

تحقیق تمہارے لئے چرپاؤں میں نصیحت ہے کہ ہم پلاتے ہیں تم کو اس سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لئے ان میں

كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ ع وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

فائدے زیادہ ہیں اور ان سے تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو اور تحقیق ہم نے نوح کو

نبیوں کا مسکن بنایا۔ خدا کی قسم اپنے والدین آدم و نوح کے بعد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے زیادہ کریم وہاں کوئی ساکن نہیں ہوا۔

صِبْغٍ۔ اس کا معنی ہے رنگ۔ جب روٹی کا نوالہ سالن میں ڈبویا جاتا ہے تو اس پر سالن کا رنگ چڑھ آتا ہے اس لئے اس مقام پر صبغ سے مُراد سالن ہے۔ پس زیتون سے دو فائدے ہیں ایک تیل کا کام دیتا ہے اور دُوسرے سالن کے کام بھی آتا ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ یہ مُبارک درخت ہے اس کو سالن کی جگہ کھاؤ اور تیل کی جگہ بھی استعمال کیا کرو۔

لَعِبْرَةً۔ یعنی حیوانات میں غور و فکر کرو۔ تو تم کو خالق کائنات مدبّر عالم حضرت حق سبحانہ کی معرفت کے دلائل و براہین ملیں گے۔ مثلاً ان کے پیٹ سے ہم تم کو تازہ دُودھ پینے کے لئے مہیّا کرتے ہیں ان سے سواری کا کام لیا جا سکتا ہے۔ باربرداری کے وہ کام آتے ہیں۔ زمین کی آبادکاری میں وہ معاون ہوتے ہیں اور ان کو ذبح کر کے بطور خوراک کے تم استعمال کر سکتے ہو۔ اور ان تمام فوائد کے لئے خدا نے ان کو تمہارے لئے مسخر اور مطیع کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر خشکی کی سیر مطلوب ہو تو حیوانات سے سواری کا کام لو اور اگر سمندروں اور دریاؤں کی سیر کرنا ہو تو کشتیاں تمہارے لئے مطیع ہیں۔ خداوند کریم نے اس پورے رکوع میں اپنے احسانات کی یاد دہانی سے اہلِ ہوش و حواس طبقہ کو اپنی توحید کی معرفت کی دعوت دی ہے اور ارباب عقل و دانش کے لئے اور منصف طبع انسانوں کے لئے اس سے زیادہ قابل قبول ذریعہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

رکوع نمبر ۲ حضرت نوحؑ کا ذکر

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ص۶۵۔ قرآن کی سچی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانہ کے جہلا نبوّت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے اور ہر دور میں بارسوخ مقررو لیکچرار اپنی چوہدراہٹ کی خاطر نبوّت کی تردید میں عوام کو یہی لقمہ دیتے تھے کہ دیکھو یہ تو ہم جیسا بشر ہے اگر خدا رسول بھیجتا تو کوئی فرشتہ بھیج دیتا۔ پس یہ شخص از خود دعویٰ نبوّت کر کے ہمارے اوپر اپنی بادشاہت اور برتری قائم کرنا چاہتا ہے۔ پس جہلا اپنے مقررین و ملاں کے دامِ تزویر میں پھنس کر نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیتے تھے ہم نے نور اور بشر کے مسئلہ پر تفسیر کی ساتویں جلد میں ص۲۰۸ تا ص۲۱۲ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

مَا سَمِعْنَا ص۶۵۔ یہ مصیبت بھی ہر زمانہ میں رہی ہے کہ اپنے بڑوں کی تقلید کے پیش نظر حق کی معقول بات کو گر

Presented by www.ziaraat.com

نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

بھیجا اپنی قوم کی طرف تو اس نے کہا اے قوم عبادت کرو اللہ کی کہ نہیں تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا

أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا

کیا تم ڈرتے نہیں ہو تو کہا ان سرداروں نے جو کافر تھے اس کی قوم سے کہ نہیں ہے یہ

إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ

مگر بشر تمہاری طرح تم پر برتری رکھنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو اتارتا فرشتے

مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ

نہیں سنا ہم نے یہ (مسئلہ توحید) اپنے گذشتہ باپ دادا سے نہیں ہے یہ مگر ایک مرد

بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي

دیوانہ پس انتظار کرو اس کی ایک وقت تک (نوح نے) کہا اے رب میری امداد کر کہ وہ

بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَ

مجھے جھٹلاتے ہیں تو ہم نے اس کو وحی کی کہ کشتی بنا ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے

بلادریغ ٹھکرا دیتے ہیں اور خدا نے اس آبائی تقلید کی قرآن مجید میں متعدد بار تردید فرمائی ہے۔ بہت سے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانے والے سنی مسلمانوں کو آبائی تقاید سے باز رکھنے کے لئے قرآن سے استشہاد کرتے ہیں۔ لیکن جب ان کو اپنی غلط اور ناجائز رسوم اور مشرکانہ عقائد سے روکا جائے تو فوراً اپنے باپ دادا کی تقلید سے لپٹ جاتے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

فَتَرَبَّصُوا۔ یعنی ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس کی زندگی کا انتظار کرو۔ جب مرے گا تو ہم نجات پالیں گے یا یہ کہ انتظار کرو، شاید اپنے جنون سے اس کو افاقہ مل جائے اور بہکی بہکی باتیں چھوڑ دے۔ یہ ہے حق بات کہنے والوں کے متعلق لوگوں کا نظریہ جس کو قرآن دہرا کر حق کے مبلغین کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے۔ باقی تفسیر جلد ۷ ص ۲۱۵، ص ۲۱۶ پر ملاحظہ کیجئے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِي۔ حضرت نوح علیہ السلام کو پہلے سے منع کر دیا گیا کہ ظالم لوگوں کے لئے دعا نہ کرنا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا فرزند اعلانیہ کافر نہیں تھا بلکہ حضرت نوح ع کے ساتھ ان کی وفاداری کا اظہار کرتا تھا اور کفار کی

Presented by www.ziaraat.com

وَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ

پس جب آئے ہمارا امر اور جوش مارے تنور تو سوار کرلے اس میں ہر شے سے

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا

جوڑا جوڑا اور اپنی اہل کو مگر وہ جن پر حتمی ہو چکا ہے وعدہ (عذاب) اور نہ

تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ

خطاب کر مجھے ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں تحقیق وہ غرق ہونیوالے ہیں پس جب سوار ہو جاؤ تو اور

وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾

تیرے ساتھی کشتی پر تو کہو حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں نجات دی ظالم قوم سے

وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي

اور کہو اے رب اتار ہمیں اتارنا مبارک اور تو بہتر اتارنے والا ہے تحقیق اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ

نشانیاں ہیں اور تحقیق ہم آزمانے والے ہیں پھر ہم نے پیدا کیا ان کے بعد ایک

قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٣١﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ

دوسری قوم کو پس بھیجے ہم نے ان میں رسول ان میں سے کہ عبادت کرو اللہ کی کہ

مجلس میں ان کا ہم عقیدہ ہو جاتا تھا۔ پس وہ منافق تھا اور اس کے ظاہری اسلام کی خاطر ہی حضرت نوح ؑ نے اس کی سفارش کی تھی مسئلہ کی مزید وضاحت تفسیر کی جلد ۷ ص۲۱۸ پر ملاحظہ کیجئے۔

مُنْزَلًا یہ مصدر میمی کہلاتا ہے اور مفعول مطلق واقع ہے۔ کسی نئی جگہ انسان پہنچے تو یہ دعا مانگ لیا کرے۔ پس خدا اس جگہ کا شر اس سے دفع کرے گا۔ جیسا کہ حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے۔ (صافی)

اَنْشَاْنَا۔ یعنی حضرت نوح کی قوم کی غرقابی کے بعد دوسری قومیں ان کی جانشین ہوئیں اور ان میں بھی ہم نے رسول بھیجے مثلاً حضرت ہود اور حضرت صالح وغیرہ اور انہوں نے بھی توحید کا پیغام لوگوں کو سنایا۔

نکتہ لطیفہ حضرت نوحؑ کی غرق ہونے والی اُمت میں ان کا ایک بیٹا اور ایک بیوی بھی تھے لیکن حضرت نوحؑ نے بیٹے کے لئے

Presented by www.ziaraat.com

مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِهِ

نہیں تمہارا کوئی معبود اس کے سوا کیا تم نہیں ڈرتے ؟ اور کہا ان سرداروں نے اس کی قوم سے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی حاضری کو اور ہم نے ان کو نعمتیں دی تھیں زندگی دنیا میں

مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا

کہ نہیں یہ مگر تم جیسا بشر کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو تم

تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٣٤﴾

پیتے ہو اور اگر تم نے اطاعت کی اپنے جیسے بشر کی تو تم خسارہ پانے والے ہو گے

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾

کیا وہ تم کو ڈراتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو (دوبارہ) نکالے جاؤ گے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

محال ہے وہ جس سے تم ڈرائے جاتے ہو نہیں مگر یہی دنیاوی زندگی کہ ہم

سفارش فرمائی اور بیوی کے لئے سفارش نہ کی حالانکہ دونو کا طرز عمل ایک تھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے نبی کی اہل کو بچا لینے کا وعدہ فرمایا تھا اور بیٹا چونکہ اہل میں داخل ہوتا ہے اور ظاہری طور پر وہ ایمان والوں میں بھی شامل تھا ورنہ وہ آپ کی محبت کا مرکز نہ بنتا اور سفارش کے قابل نہ ہوتا) پس بیٹے کی اہل بیت ہونے کی حیثیت سے سفارش کرنا اور بیوی کو نظر انداز کرنا صاف بتلاتا ہے کہ بیٹے اہل بیت ہوتے ہیں لیکن بیویاں اہل بیت نہیں ہوا کرتیں۔

رکوع نمبر ۳

وَقَالَ الْمَلَأُ۔ یعنی حضرت نوح ؑ کے بعد جو بھی رسول آتے ہے ان کی تردید میں قوم کے سردار اور زبان دراز آدمی لوگوں کو ان کی بشریت پیش کر کے ایمان لانے سے روکتے رہے کہ دیکھو وہ تو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ پس ایسے کی ہم اطاعت کیوں کریں۔ اسی قدیمی دستور کے مطابق آجکل کے ناخدا ترس ٹھیکہ داران منبر بھی سادہ لوح عوام کے اذہان میں یہی بات پختہ کرتے ہیں کہ جو بشر ہو وہ رسول نہیں ہو سکتا۔ لہذا رسول کو بشر کہنے والے علماء کا منہ چڑاتے ہیں ان کو وہابی کہہ کر جہاں ان کو بدنام کرتے ہیں وہاں قرآنی آیات کا بھی تمسخر اڑاتے ہیں۔

هَيْهَاتَ۔ اسمائے افعال میں سے ہے جو فعل ماضی کے معنی میں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ ۨافْتَرٰی

مرتے اور جیتے ہیں اور ہم نہیں مبعوث ہوں گے (قیامت کو) نہیں وہ مگر ایسا شخص جو بہتان باندھتا ہے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

اللہ پر جھوٹے اور ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے کہا (رسول نے) اے رب میری مدد کر

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ

کہ مجھے جھٹلاتے ہیں فرمایا عنقریب وہ ضرور ہوں گے پشیمان پس پکڑ لیا

الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ

انکو دھماکے نے ساتھ حق کے پس کر دیا ہم نے انکو ہلاک پس دوری ہے ظالم لوگوں کے لئے (رحمت خدا سے) پھر

اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

ہم نے پیدا کیں ان کے بعد دوسری قومیں نہیں آگے بڑھتی کوئی قوم اپنی

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا

موت سے اور نہ پیچھے ہوتی ہے پھر ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو متواتر جب بھی آتا

جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ

کسی قوم کے پاس ان کا رسول تو اس کو جھٹلاتے تھے پس ہم ایک قوم کو دوسری قوم کے پیچھے لاتے رہے اور

اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ

کر دیا ہم نے ان کو مثالیں پس دوری ہے اس قوم کے لئے جو ایمان نہیں لاتے (رحمت خدا سے) پھر بھیجا ہم نے موسٰی اور اسکے بھائی

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے قائل تھے صرف طریق عبادت ان کا غلط تھا اور اپنے بنائے ہوئے بتوں کو اللہ کا شریک بنا کر ان سے حاجات طلب کرتے اور ان کو مشکل کے وقت سورتے اور پکارتے تھے۔ پس نبی کی حق بیانی اور ہدایت ان کے جذبات کے خلاف تھی لہذا اعلان حق کرتے ہی یہ ان کے پیچھے پڑ جاتے تھے۔

غُثَآءً۔ پانی کے اوپر تیرنے والے تنکوں اور جھاگ کو کہا جاتا ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا۔ یعنی قومیں بدلتی رہیں اور ہم یکے بعد دیگرے انبیاء بھیجتے رہے اور ہر قوم کا اپنے نبی و رسول سے وہی وتیرہ رہا۔

Presented by www.ziaraat.com

هٰرُونَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

ہارون کو اپنی نشانیوں اور برہان ظاہر کے ساتھ طرف فرعون اور اسکی قوم کے سرداروں کے پس انہوں نے تکبر کیا اور تھے وہ سرکش

عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا

لوگ پس کہنے لگے کیا ہم ایمان لائیں اپنے جیسے دو انسانوں پر حالانکہ انکی قوم ہماری غلام ہے پس انہوں نے ان کو

فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا

جھٹلایا تو ہو گئے ہلاک ہونیوالوں میں اور تحقیق ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ ہدایت پائیں اور کیا ہم نے مریم کے

ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

بیٹے کو اور اس کی ماں کو نشانی اور ٹھکانا دیا ہم نے ان کو بلند جگہ جو اچھی رہنے کے قابل اور میٹھے پانی والی تھی

اَحَادِیْث ص۶۸، اُحْدُوْثَه کی جمع ہے یعنی اب وہ ختم ہو گئے اور ان کی باتیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ پس زندہ اقوام کو ان سے درس حاصل کرنا چاہیئے کہ بعد والوں کے لئے ہماری بھی باتیں ہی باتیں رہ جائیں گی لہٰذا ایسی زندگی گذاریں کہ بعد والے ہماری اچھی باتیں بیان کرتے رہیں۔

جَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ۔ یعنی ہم نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ دونوں کو اپنی نشانی و معجزہ قرار دیا کہ وہ بیٹا بغیر باپ کے تھا اور اس کی ماں بغیر شوہر کے تھی۔ پس عیسیٰؑ کا بیٹا ہونا معجزہ ہے جس طرح کہ مریم کا ماں بننا معجزہ ہے۔

وَاٰوَیْنٰهُمَا۔ جہاں مریم و عیسیٰ کو ٹھکانا دیا گیا وہ فلسطین یا مصر یا دمشق یا بیت المقدس تھا۔ چار اقوال ہیں اور پانچواں قول امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ ربوہ سے مراد کوفہ کا گرد و نواح ہے اور قرار سے مراد مسجد کوفہ ہے اور معین سے مراد دریائے فرات ہے۔ (مجمع البیان)

نکتہ علمیہ معین کے متعلق دو احتمال ہو سکتے ہیں (۱) اس کا مادہ اشتقاق عین ہو تو یہ مفعول بروزن مبیعٌ ہوگا۔ پس اس کا موصوف محذوف ماننا پڑیگا یعنی مَاءٌ مَعِیْنٌ (چشمے سے نکلنے والا پانی (۲) اس کا مادہ اشتقاق مَعَنَ یَمْعَنُ کو قرار دیا جائے تو معین بروزن فعیل ماعون کے معنی میں ہوگا۔ جس سے مراد آسان اور تھوڑی چیز لی جاتی ہے اور آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ جگہ اچھی قرارگاہ ہے اور اس میں زندگی کی آسانیاں اور سہولتیں میسر ہیں۔

امری مخلوق دورِ حاضر کی کج بحثیوں اور موشگافیوں میں سے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کا امری مخلوق ہونا زبان زدِ عوام ہے ایسے مسائل میں پڑنا اگرچہ میرے نزدیک چنداں فائدہ مند نہیں لیکن عوامی رجحان سے یکسر پہلوتہی بھی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ امری مخلوق ہونے کی تین صورتیں ذہن میں آتی ہیں (۱) وہ امر پروردگار سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے ہیں اگر یہ معنی مراد

Presented by www.ziaraat.com

ہوتو اس میں کوئی خاص امتیازی شان ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ تمام مخلوق امر پروردگار سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ (۲) محمدؐ وآل محمدؑ عنایت الٰہیہ خاصہ کے ماتحت جملہ مخلوق سے بوقت پیدائش نرالی شان وعظمت کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب النوادر کے اخیر میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔

قال للامام علاماتٌ۔ یَکُوْنُ اَعْلَمَ النَّاسِ وَ اَحْکَمَ النَّاسِ وَاَتْقَی النَّاسِ وَ اَحْلَمَ النَّاسِ وَ اَشْجَعَ النَّاسِ وَاَعْبَدَ النَّاس وَاَسْخَی النَّاسِ وَ یُوْلَدُ مَخْتُوْنًا وَّیَکُوْنُ مُطَهَّرًا وَّیَرٰی مِنْ خَلْفِہٖ کَمَا یَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا یَکُوْنُ لَہٗ ظِلٌّ وَّاِذَا وَقَعَ اِلَی الْاَرْضِ مِنْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَقَعَ عَلٰی رَاحَتَیْہِ رَافِعًا صَوْتَہٗ بِالشَّهَادَتَیْنِ وَلَا یَحْتَلِمُ وَیَنَامُ عَیْنُہٗ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ وَیَکُوْنُ مُحَدَّثًا وَّیَسْتَوِیْ عَلَیْہِ دِرْعُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یُرٰی لَہٗ بَوْلٌ وَّلَا غَائِطٌ لِاَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ وَکَّلَ الْاَرْضَ بِابْتِلَاعِ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ وَیَکُوْنُ رَائِحَتُہٗ اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَۃِ الْمِسْکِ وَیَکُوْنُ اَوْلٰی بِالنَّاسِ مِنْهُمْ بِاَنْفُسِهِمْ وَاَشْفَقَ عَلَیْهِمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاُمَّهَاتِهِمْ وَیَکُوْنُ اَشَدَّ النَّاسِ تَوَاضُعًا لِلّٰہِ جَلَّ ذِکْرُہٗ وَیَکُوْنُ اٰخَذَ النَّاسِ بِمَا یَاْمُرُ بِہٖ وَ اَکَفَّ النَّاسِ عَمَّا یَنْهٰی عَنْہُ وَیَکُوْنُ دُعَاؤُہٗ مُسْتَجَابًا حَتّٰی اَنَّہٗ لَوْ دَعَا عَلٰی صَخْرَۃٍ لَانْشَقَّتْ بِنِصْفَیْنِ وَیَکُوْنُ عِنْدَہٗ سِلَاحُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ سَیْفُہٗ ذُوالْفَقَارِ وَیَکُوْنُ عِنْدَہٗ صَحِیْفَۃٌ فِیْہِ اَسْمَاءُ شِیْعَتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَصَحِیْفَۃٌ فِیْهَا اَسْمَاءُ اَعْدَائِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَتَکُوْنُ عِنْدَہُ الْجَامِعَۃُ وَهِیَ صَحِیْفَۃٌ طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِیْهَا جَمِیْعُ مَا

آپ نے فرمایا امام کی چند نشانیاں ہیں۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم، تمام لوگوں سے داناتر۔ تمام لوگوں سے زیادہ متقی تمام لوگوں سے حلیم تر تمام لوگوں سے زیادہ بہادر۔ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گذار اور تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہوتا ہے۔ وہ ختنہ شدہ اور پاک وپاکیزہ پیدا ہوتا ہے وہ پیچھے سے اس طرح دیکھتا ہے جس طرح وہ سامنے دیکھتا ہے اس کا سایہ نہیں ہوتا اور جب ماں کے شکم سے زمین پر آئے تو دونوں ہتھیلیوں کے بل بلند آواز سے کلمہ شہادتین پڑھتا ہے۔ اس کو احتلام نہیں ہوتا اس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن اس کا دل نہیں سوتا اس کے ساتھ فرشتے باتیں کرتے ہیں اس کے جسم پر رسالت مآبؐ کی زرہ پوری آتی ہے۔ اس کا پیشاب و پاخانہ کوئی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ اللہ نے زمین پر فرض عائد کیا ہے کہ اس سے نکلنے والی ہر چیز کو نگل جائے اور اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے بھی پاکیزہ تر ہوتی ہے وہ لوگوں کے لئے اپنے نفسوں سے بھی اولیٰ ہوتا ہے اور ان پر ان کے والدین سے بھی زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ وہ تمام لوگوں کی بہ نسبت اللہ کے سامنے زیادہ انکساری کرتا ہے وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے۔ لوگوں سے زیادہ اس پر عامل ہوتا ہے اور جس چیز سے منع کرتا ہے لوگوں سے زیادہ اس سے خود پرہیز کرتا ہے اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر پتھر پر دعا کرے تو وہ بھی دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اس کے پاس رسالت مآبؐ کے ہتھیار اور اس کی تلوار ذوالفقار ہوتی ہے اس کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں قیامت

Presented by www.ziaraat.com

يَحْتَاجُ اِلَيهِ وُلْدُ آدَمَ وَيَكُونُ عِنْدَهُ الْجَفْرُ الْاَكْبَرُ وَالْاَصْغَرُ۔ فِيهَا جَمِيعُ الْعُلُومِ حَتّٰى اَرْشُ الْخَدْشِ الْخَبَر۔

تک ہونے والے اس کے تمام شیعوں کے نام درج ہوتے ہیں اور اس کے پاس جامعہ ہے یعنی وہ صحیفہ جس کی لمبائی ستر ذراع ہے اور اس میں تمام وہ امور درج ہیں جن کی طرف بنی آدم کو احتیاج ہوتی ہے اور اس کے پاس جفر اکبر ہے اور جفر اصغر ہے۔۔۔ جن میں تمام علوم موجود ہیں حتیٰ کہ خراش کا تاوان بھی۔ الخبر

پس اگر امری مخلوق سے یہ مراد ہے کہ ان کی ولادت ہمارے عام بچوں کی ولادت سے جداگانہ ہے کہ وہ پاک و پاکیزہ ناف بریدہ اور مختون متولد ہوتے ہیں اور پیدا ہوتے ہی کلمہ شہادتین زبان پر جاری کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کا نشوونما ہمارے بچوں کے نشوونما سے ممتاز ہوتا ہے کہ وہ دنوں میں ہفتوں کے برابر ہفتوں میں مہینوں کے برابر اور مہینوں میں سالوں کے برابر ترقی کرتے ہیں اسی طرح ان کی زندگی کے حالات ہماری زندگی سے مختلف ہوتے ہیں جس طرح کہ روایت متذکرہ بالا میں گذر چکا ہے تو اس طرح ان کے امری مخلوق ہونے میں کوئی کلام نہیں یعنی وہ ایک خاص مخلوق ہیں جو عنایت عالیہ الٰہیہ کے خاص محل و مورد ہیں (۲) امری مخلوق کا تیسرا معنی یہ ہے کہ وہ عام مخلوق کے عمومی طریق پیدائش اور صلبی و رحمی قیود سے بالاتر ہو کر عالم وجود میں قدم رکھے۔ حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے متعلق اس معنی سے امری مخلوق کا قائل ہونا بالکل غلط اور سراسر جھوٹ بلکہ بہتان عظیم ہے کیونکہ ان کا سلسلۂ نسب صحیح طور پر آباء و امہات کے ذریعے سے ان تک پہنچتا ہے۔ بہرکیف اصلاب پاکیزہ ارحام طاہرہ سے ان کا منتقل ہونا ناقابل انکار حقیقت ہے اور ان کا توالدؔ[1] و تناسل واضح ترین امور میں سے ہے۔

موجودات عالم کا تخلیقی سلسلہ

دیکھئے موجودات عالم کے سلسلۂ پیدائش پر غور کرنے سے انسان حتمی طور پر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کی تخلیق ایک جیسی نہیں ہے بعض کی پیدائش امر پروردگار سے ہے کہ اس میں تدریج و ترتیب کا کوئی دخل نہیں مثلاً آسمان و زمین اور سورج چاند ستارے پانی ہوا، اور اکثر جمادات کی پیدائش اسی طرح ملائکہ و ارواح و انوار وغیرہ کی تخلیق نیز ہر تدریجی اور اسباب و علل کے ذریعے سے پیدا ہونے والی اشیاء کا فرد اول اور نر و مادہ کے ذریعے سے جنم لینے والی مخلوق کا پہلا جوڑا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ مثلاً انسانوں میں آدم و حوا قوم جنات میں بروایتے مارج و مارجہ یا جو بھی ان کے پہلے ماں باپ ہوں۔ اسی طرح حیوانات کی اقسام میں ہر نوع کا پہلا جوڑا اور نباتات کے اقسام میں سے ہر قسم و نوع کا پہلا فرد صرف امر پروردگار سے کتم عدم سے منصۂ وجود پر پہنچے ہیں اس کے بعد نر و مادہ کے باہمی ارتباط سے یا نباتات میں پہلے فرد کے بیج یا پودوں سے اس کا سلسلۂ نسل قائم ہوا اور بعض کیڑوں مکوڑوں کا مٹی سے یا غلیظ مواد سے پیدا ہونا ممکن ہے اسی قسم سے قرار دیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو علل و اسباب کے ذریعہ سے قدرت کا تدریجی تخلیقی کارنامہ قرار دیا جائے۔

بنابریں پہلے ماں باپ کے بعد جنات کا سلسلہ اولاد اور آدم و حوا کے بعد انسانوں کا سلسلہ پیدائش اور اسی طرح حیوانات و نباتات کی تخلیق اگرچہ امر پروردگار سے ہے لیکن دستور خداوندی کے ماتحت تدریجی و نسلی بقاء و ارتقا کے قانون توالد و تناسل

[1] توالد کا معنی باپ بیٹا پوتا پڑپوتا ہونے کا سلسلہ اور تناسل کا معنی نسل بہ نسل سلسلۂ پیدائش (مصنف)

Presented by www.ziaraat.com

کے ذریعے سے ہے اور اگر ان میں سے کوئی فرد اسباب وعلل کی قیود سے بالاتر ہو کر یا ارحام واصلاب کی بندش سے آزاد ہو کر کسی نبی یا ولی کی دعا سے یا ان کی شوکت وشان کے اظہار کے لئے یا صداقت وحق کی توضیح واعلان کی خاطر یا کسی اور مصلحت واقعیہ کے ماتحت امرِ خداوندی سے معرضِ ظہور میں آئے تو اس کو زبان شرع میں معجزہ کہا جاتا ہے اسی بنا پر آیت مجیدہ نمبر ۵۰ میں ارشاد ہے جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو آیت (معجزہ) قرار دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ذاتِ پروردگار کا وہ تخلیقی کارنامہ ہے جو اسباب وعلل کے قانون سے مستثنیٰ اور صلب پدر سے بے نیاز ہونے کے لحاظ سے امری تخلیق کہلانے کا سزاوار ہے جس طرح کہ خود آدم وحوا اسی امری تخلیق کے مظہر ہیں اور حضرت مریمؑ کو اس لئے معجزہ کہا گیا ہے کہ وہ بغیر شوہر کے حاملہ ہوئیں۔ پس چونکہ ان کا حمل علل واسباب سے بالاتر ہے۔ لہذا اس کو امری کہا جاسکتا ہے اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیے والا دُنبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا وغیرہ امری تخلیقی کارنامے ہیں لہذا ان کو معجزہ کا نام دیا جاتا ہے۔ پس اس لحاظ سے حضرات محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کی پیدائش چونکہ اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ کے ذریعے سے ہے لہذا وہ امری نہیں کہی جاسکتی۔ البتہ ان کی خلقت نوری امری ہے اور خلقتِ جسمانی بھی اس معنی سے امری ہے کہ وہ عنایت الٰہیہ خاصہ کے مورد ہیں کہ مخلوق میں سے کوئی فضل وکمال میں ان تک تو بجائے خود ان کی گرد راہ تک بھی رسائی نہیں پاسکتا۔ بعض عبا وقبا میں ملبوس جبہ وعمامہ کے حاملین کہ علمی میدان میں پیش قدمی کرنے سے ان کے پاؤں لنگ اور حقائق بیانی کے لئے اظہار واقع سے ان کی زبان گنگ ہے وہ صرف رقص منبری اور چرب لسانی سے عوام کو مسحور کر کے اپنے وقار کی پاسبانی کرتے ہوئے اور ان کے سادہ دماغوں سے فائدہ اٹھا کر ان کے عقائد پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو حضرت عیسیٰؑ امری مخلوق ہو سکتا ہے تو محمدؐ وآل محمدؐ امری مخلوق کیوں نہیں ہو سکتے۔ یہ عقل کے اندھے نہیں سوچتے کہ بحث ہو سکنے میں نہیں بلکہ ہونے نہ ہونے میں ہے۔ ہم کہتے ہیں محمدؐ وآل محمدؐ تو بجائے خود اگر خدا چاہتا تو ساری کائنات کو علل واسباب کے بغیر امری طور پر پیدا کرتا وہ ایسا کرنے پر قادر ہے پس محمدؐ وآل محمدؐ بھی امری مخلوق ہو سکتے ہیں لیکن ہے نہیں۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ ان کے آباء وامہات کا سلسلہ صحیح طور پر حضرت آدم وحوا تک پہنچتا ہے جس طرح کہ ان کی اولاد کا سلسلۂ نسب ان تک پہنچتا ہے۔

رقاصانِ منبر اور جاہل ذاکروں نے عوام کے اذہان میں یہ بات راسخ کی ہوئی ہے کہ مرد وعورت کا ہمبستر ہونا ایک عیب ہے اور انبیاء وآئمہ چونکہ عیوب سے پاک وپاکیزہ ہیں لہذا ہمبستر ہونے کے عیب سے بھی وہ پاک ہیں پس وہ امری مخلوق ہیں۔

ایسی بے تکی باتوں سے عقل کا ناطقہ بند اور طائر ہوش وخرد منقار زیر پر نظر آتا ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ وہ مرد نامرد کہلاتا ہے جس میں قوت مردمی نہ ہو اور جنسی خواہش نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح عورت کے عیوب میں سے بھی بدترین عیب یہ ہے کہ اس میں جنسی خواہش کا فقدان ہو۔ پس جنسی خواہش کا زن ومرد میں موجود ہونا عیب نہیں بلکہ کمال ہے ہاں اس خواہش کا غلط استعمال کرنا نقص اور عیب ہے۔ جس سے خدا کے برگزیدہ بندے انبیاء واولیاء وصلحا منزہ ومبرا ہوا کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ

Presented by www.ziaraat.com

محمدؐ و اہل بیت محمدؐ رجس سے پاک و منزہ ہیں لیکن شادی کرنا ہمبستر ہونا گھریلو میاں بیوی کے تعلقات قائم کرنا اولاد ہونا اور اولاد کی تربیت کرنا وغیرہ رجس نہیں بلکہ انسانی فرائض میں سے ہے اور معاشرہ کی اہم ضروریات میں سے ہے جس کی اصلاح کے وہ علمبردار تھے۔

نیز وہ یہ نہیں سوچتے کہ جناب رسالت مآبؐ کے والدین جناب آمنہ و جناب عبداللہ اسی طرح حضرت علیؑ کے والدین جناب فاطمہ و جناب ابوطالب پھر ان کے والدین تا آدم و حوا یہ سب کے سب زن و مرد نبی یا امام تو نہ تھے۔ پس ان کا سلسلہ پیدائش و افزائش کس طرح قائم رہا۔ پس جب ان کے آباء و امہات کے لئے میاں بیوی کے مخصوص تعلقات عیب نہ تھے تو ان کے لئے وہی تعلقات عیب کیسے بن گئے؟ پھر ان کی تا قیامت اولاد کے لئے وہی جنسی تعلقات عیب کیوں نہ قرار دیئے گئے؟ اگر کہا جائے کہ یہ چیز صرف معصوم کے لئے عیب ہے تو حضرت آدمؑ بھی معصوم تھے۔ پس خدا نے حضرت حوا کو اس معصوم کے لئے کیوں پیدا کیا جب کہ ان کے تعلقات باعث عیب تھے۔ پھر ہر زمانہ چونکہ حجت خدا سے تو خالی ہو نہیں سکتا لہٰذا ہر زمانہ کے نبی اگر اس مفروضہ عیب سے خالی تھے تو ہر اُمّت کے لئے اس عیب کو روا کیوں رکھا گیا۔ جب کہ انبیاء کی بعثت ہی دینی اخلاقی معاشرتی عیوب سے لوگوں کو بچانے کے لئے ہوتی ہے اس لحاظ سے تو انبیاء کی شادیوں کا قصّہ بھی معرض انکار میں آجائے گا اور لطف یہ کہ حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کی شادیوں کا انکار کارے وارد کا مصداق ہے حضرت رسالت مآبؐ کی چودہ یا اس سے زیادہ شادیاں ثابت ہیں اور حقوق ازواج کی پاسداری کی روایات حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اور جناب بتول معظمہ سلام اللہ علیہا کی شادی پر قوم شیعہ آج تک نازاں ہے کہ عرش بریں پر ان کی شادی کی خوشی منائی گئی تھی۔ اسی طرح باقی تمام آئمہ نے شادیاں کیں اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے مصلحتِ وقت کے ماتحت کافی شادیاں کیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اگر ان تمام چیزوں کو مفروضہ قرار دیا جائے تو اساسِ مذہب ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ حق ہے تو ثابت ہو گا کہ نہ شادی کرنا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا باعث عیب ہے اور نہ شادی کے ذریعے سے پیدا ہونا باعثِ عیب ہے۔ ورنہ اگر یہ امر باعثِ عیب ہوتا تو انبیاء و آئمہ خود شادیاں نہ کرتے اور اپنی اُمّت کے زن و مرد کو اس سے پُرزور روکتے اور بصورتِ دیگر کسی کی شادی پر خوش نہ ہوتے اور غسلِ جنابت کا مسئلہ پیدا ہی نہ ہوتا حالانکہ حضورؐ کا فرمان ہے۔ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو میری سُنّت سے اعراض کرے وہ میری اُمّت سے نہیں ہے اسی طرح فرمایا۔ تَنَاکَحُوْا تَنَاسَلُوْا۔ نکاح کرو اور اپنی نسل بڑھاؤ۔ کیونکہ یہ چیز بروزِ محشر میرے لئے باعثِ فخر ہو گی وغیرہ نیز آجکل کے سادات کی عزت اور ان کا احترام علوی و فاطمی خون کے لحاظ سے ہے اگر آئمہ کا صُلب سے رحم کی طرف خون کے نقل و انتقال کا انکار کیا جائے تو نسلِ فاطمی کا سرے سے انکار لازم آئے گا اور جو لوگ نسل فاطمہؑ سے ہیں ان کے وقار و احترام میں فرق آجائے گا۔ نیز ان کے لئے صدقہ غیر سید کی حرمت اور خمس کی حلّیت اسی نسلی اور خونی شرف کی بدولت ہے۔ نیز اگر ان کی شادی ازدواجی زندگی کے قیام کے لئے نہیں

Presented by www.ziaraat.com

تو بلاوجہ متعدد عورتوں کو اپنے نکاح کی قید میں رکھنا جس بے جا کے علاوہ اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور اگر ان کے درمیان باہمی ہمبستری کے تعلقات قائم نہ ہوں تو ازواج پیغمبرؐ کو امہات المومنین کہنا فضول ہو گا اور امت کے مردوں پر ان کا حرام ہونا جہاں ایک طرف بالکل بے بنیاد بنتا ہے وہاں دوسری طرف ان منکوحہ عورتوں کو عمر بھر کے لئے انسانی معاشرتی جائز حقوق سے محروم کرنا بھی لازم آتا ہے۔ پس اس ساری تفصیل و توضیح کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام آدم و حوا و عیسیٰ علیہ السلام کی طرح امری مخلوق نہیں اور ان کا ان پر قیاس کرنا بے تکی ہانکنے کے مترادف ہے۔ پس حضرت ابوطالب و جناب فاطمہ بنت اسد حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی والدین ہیں۔ آپ جس طرح حضرت ابوطالب کے صلب میں رہے اسی طرح جناب فاطمہ کے رحم میں رہے اور بیت اللہ میں ان کی ولادت حد تواتر کو پہنچتی ہے اور شیعہ حضرت ابوطالب کا ایمان اسی لئے تو ثابت کرتے ہیں کہ یہ پاک نور ناپاک صلب میں نہیں رہا اور نہ کبھی ناپاک رحم میں منتقل ہوا۔

ہمیں ایک ایسے جاہل شخص سے گفتگو کا موقعہ ملا جسے عوام کالانعام نے اس کی چرب لسانی کی بدولت بڑا عالم سمجھ رکھا تھا حالانکہ منبر پر ادھر اُدھر کی چند بے تکیاں ہانک کر جذباتی نعروں کے ذریعے اچھلنے اچھالنے کے علاوہ اور کچھ نہ جانتا تھا۔ اور سراسر مذہب اور اہل مذہب کی قدروں سے ناواقف تھا۔ اُس نے واشگاف لفظوں میں حضرت ابوطالب کے نطفے سے حضرت علیؑ کے پیدا ہونے کا انکار کر دیا اور علماء سے عوام کو متنفر کرنے کے لئے اُوپر یہ فقرہ کس دیا کہ دیکھو علماء حضرت علیؑ کو نجس اور گندے نطفے کی پیداوار جانتے ہیں۔ میں نے نہایت سلجھے ہوئے انداز سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ حضرت علیؑ کی پیدائش کا انکار کرو اور حضرت ابوطالب کو حضرت علیؑ کا باپ ماننے سے گریز نہ کرو کیونکہ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے لئے باپ کا ماننا کفر ہے، اسی طرح حضرت علیؑ کے لئے باپ کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ اس میں حضرت علی کی توہین ہے تو وہ کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ کے لئے باپ کا ماننا تو یقیناً کفر ہے کیونکہ قرآن کا انکار لازم آتا ہے لیکن حضرت علی کے لئے والد کا انکار کفر نہیں میں نے پوچھا اگر عورت و مرد میں میل ملاپ نہیں تو شادیاں کیوں رچائی گئیں تو کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا جس طرح مورنی مور سے آنکھ کے ذریعہ حاملہ ہو جاتی ہے اسی طرح معصوم شکم مادر میں قرار پکڑتا ہے حالانکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں مور اور مورنی کے جنسی ملاپ کا ذکر فرمایا ہے اور ماہر جنسیات لوگ خوب جانتے ہیں۔ بالخصوص جن لوگوں نے گھروں میں مور رکھے ہوئے ہیں کہ مور کے نر اور مادہ میں جنسی ملاپ ہوا کرتا ہے، وہ کہنے لگا کہ حضرت علی صلب ابوطالب میں اس طرح رہے جس طرح پرندہ پنجرے میں ہوتا ہے اور جس طرح پرندے اور پنجرے کی جنس الگ الگ ہے۔ اسی طرح حضرت علی اور ان کے والد کی جنس جدا جدا ہے۔ میں نے جب یہ سوال کیا کہ آجکل کے سادات کا اُن سے خونی رابطہ کس طرح قائم ہے جب کہ ان میں میل و ملاپ کی صورت ہی نہیں وہ تو اپنے ماں باپ کے شکم و صلب میں پرندے و پنجرے کی حیثیت سے رہے تو آجکل کے بلکہ قیامت تک کے سادات ان کے اصلاب میں کس حیثیت سے رہے۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ سادات ان کی صلب سے نہیں تو احترام سادات ختم ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ ان کی صلب سے ہیں تو جنس کا تفاوت

Presented by www.ziaraat.com

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ

اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک تحقیق میں اس سے جو تم کرتے

عَلِيۡمٌ ؕ (۵۱) وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ (۵۲)

ہو آگاہ ہوں اور تحقیق یہ تمہارا دین ایک دین تھا اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو

مانع ہے۔ پس اس کا جواب نہ بن آیا۔ فبهت الذی ...... میں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم اپنے باپوں کے صلبوں میں رہے اور انہی کے نطفہ سے پیدا ہوئے اور وہ پاکیزہ صلبوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتے رہے اور یہ چیز باعث توہین نہیں ہے۔ لہذا عوام کے جذبات سے کھیلنے کے بجائے حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے یہ نہ کہو کہ علماء ان کو نجس نطفہ کی پیداوار سمجھتے ہیں اور اگر تمہاری نظر میں نطفہ کا لفظ باعث توہین ہے تو اس کا نام خونی رابطہ تجویز کرلو۔ لیکن یہ بہرکیف تسلیم کرنا پڑے گا کہ آئمہ طاہرین کا اپنے ماں باپ سے خونی تعلق تھا اور جنس ایک تھی نہ کہ پرندہ و پنجرہ کی حیثیت تھی! اور اسی سورہ کی آیت ۱۲-۱۳-۱۴ میں ہر انسان کی پیدائش کو نطفہ سے قرار دیا گیا ہے (آدم و حوا و عیسیٰ اس سے مستثنیٰ ہیں) اور جملہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام نوع انسانی کے کامل افراد ہیں۔

رکوع نمبر ۴

یاایها الرسل۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ خدا خود پاک و پاکیزہ ہے۔ لہذا پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔ پس اس نے مومنوں کو ایسی چیز کھانے کی اجازت دی ہے جس کے کھانے کا رسولوں کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ رسولوں کو خطاب فرمایا۔ یاایها الرسل کلوا من الطیبت۔ یعنی اے رسولو! پاکیزہ غذا کھاؤ۔ اور مومنوں سے فرمایا۔ یاایها الذین اٰمنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم۔ یعنی اے ایمان والو! کھاؤ ہمارے پاکیزہ رزق سے ممکن ہے اس جگہ بھی خطاب رسولوں سے ہو اور مراد ان کی اُمتیں ہوں۔ آجکل ایک جاہل طبقہ پیدا ہوا ہے جو معصومینؑ کے کھانے پینے کا منکر ہے خدا مومنوں کو ایسے غلط عقائد سے محفوظ رکھے!

اِنَّ هٰذِهٖ۔ اس جگہ امت سے مراد مذہب و دین لیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی جانب سے سب لوگوں کے لئے دین صرف ایک ہی ہے۔

فَتَقَطَّعُوۡا۔ یعنی لوگوں نے اپنی خواہشات و جذبات کے پیچھے پڑ کر باہمی اتفاق و اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ملت و مذہب کے شیرازہ کو منتشر کر دیا اور اپنے اپنے مسلک کے لئے کتابیں مخصوص کرلیں اور دوسری کتابوں کا انکار کر دیا جیسا کہ یہودیوں نے تورات کو لے کر انجیل و قرآن کا انکار کیا اور نصرانیوں نے انجیل سے تمسک کر کے قرآن سے انحراف کیا۔ پس فرقہ بندی کا رجحان پیدا ہوا اور وحدت ملی ختم ہو کر رہ گئی۔ پس ہر شخص اپنی جگہ اپنے خیالات و عقائد پر خوش ہے۔

اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّ۔ یعنی جن لوگوں کو دنیا میں ہم مال و اولاد سے خوشنود کرتے ہیں۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ ہم پر راضی

Presented by www.ziaraat.com

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾

تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا انہوں نے اپنا باہمی معاملہ کتابوں کے ذریعے ہر گروہ ساتھ اس کے جو اسکے پاس ہے خوش ہوتا ہے

فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ

پس ان کو چھوڑیئے اپنی تاریکی میں ایک وقت تک کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو ان کی امداد کرتے ہیں

بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾

مال و اولاد سے ان کی بہتری میں جلدی کرتے ہیں (ہرگز نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں

ہے اور اسی بنا پر وہ ہمارے اوپر اپنی نعمات کی بارش کر رہا ہے بلکہ باوجود گناہوں کے نعمات کی فراوانی ان کے لیے استدراج ہے اور عذاب کی پیش کش ہے۔ چنانچہ جناب رسالت مآبؐ سے حدیث قدسی میں منقول ہے۔ خدا فرماتا ہے مومن بندے پر جب میں کوئی تنگی نازل کرتا ہوں تو وہ غمزدہ ہوتا ہے۔ حالاں کہ اس میں اس کی بھلائی کا راز مضمر ہوا کرتا ہے۔ اور جب میں اس پر نعمتوں کی زیادتی کرتا ہوں تو وہ خوش ہوتا ہے حالانکہ یہ چیز واقعاً مجھ سے اس کی دوری کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ (مجمع البیان)

بہرکیف کسی آدمی پر دنیاوی نعمات کی بارش اس امر کی دلیل نہیں کہ خدا اس پر خوش ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ استدراج ہو یا یہ کہ کسی نیکی کا بدلہ دنیا میں اس کو دیا جا رہا ہو تاکہ آخرت میں صرف عذاب دائمی کا ہی مستحق رہ جائے اسی طرح کسی پر دنیاوی تکالیف تنگی رزق اور گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ خدا اس پر ناراض ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز اس کی بلندی مراتب کا پیش خیمہ ہو یا بعض کردہ گناہوں کی اس کو دنیا میں سزا دی جا رہی تاکہ آخرت میں جنت الفردوس اس کا ٹھکانا بنے اور کسی عذاب کا استحقاق اس میں نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ۔ ان آیات میں پروردگار مومنوں کی صحیح نشانی بیان فرماتا ہے کہ ان کے دل میں خوفِ خدا ہمیشہ جاگزین رہتا ہے وہ اللہ کی جملہ نشانیوں پر پورا ایمان رکھتے ہیں اور شرک نہیں کرتے پھر اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کے بعد ان کے دلوں میں کھٹکا رہتا ہے کہ کہیں لغزش کی وجہ سے وہ ناقابلِ قبول نہ ہو جائیں۔

ہمارے بعض صالح علمائے اعلام کا دستور رہا ہے کہ جب کافی عرصہ تک ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور نعمات پروردگار میں کمی نہ آئے تو توبہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور گڑگڑا کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں کہ کہیں استدراج نہ ہو جس طرح کہ فرعون کے چار سو سالہ دورِ اقتدار میں اس کے سر میں بھی درد نہ ہوا اور یہ اللہ کی جانب سے استدراج تھا نہ کہ خوشنودی پس وہ مومن ہے جو خوشحالی اور بدحالی کے ہر دو زمانوں میں شکر و صبر کا شیوہ اختیار کرے اور طمع بخشش کے ساتھ اس کے عذاب کا ڈر بھی دل میں رکھے اور بعض عارفین کا قول ہے کہ مومن نیکی بھی کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا بھی رہتا ہے۔ اور بخلاف

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ

تحقیق وہ لوگ جو اپنے رب (کے عذاب) کے ڈر سے خوف زدہ رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ

رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور وہ جو ادا

يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾

کرتے ہیں (امور خیر) اور ان کے دل کانپتے ہیں کیونکہ (رہتا ہے) کہ انہیں رب کی طرف جانا ہے

اس کے منافق برائی بھی کرتا رہتا ہے اور اللہ سے ڈرتا بھی نہیں۔

تفسیر برہان میں بروایت کافی حفص بن غیاث سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کر سکو کہ تمہیں کوئی نہ پہچانے تو ایسا ہی کرو کیونکہ اگر لوگ تمہاری تعریف نہ کریں تو اس میں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اسی طرح اگرچہ لوگ تمہاری مذمت بھی کریں تو کوئی حرج نہیں جب کہ اللہ کے نزدیک تم قابل تعریف ہو۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں صرف دو قسم کے آدمیوں کے لئے خوبی ہے ایک وہ جو ہر روز اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتا رہے اور دوسرا وہ جو اپنے گناہوں کا توبہ سے علاج کرتا رہے۔ لیکن توبہ کہاں۔ خدا کی قسم سجدے کرکے اگر اس کی گردن ٹوٹ بھی جائے، خدا اس کی کسی نیکی کو قبول نہ کرے گا جب تک کہ ہماری ولا نہ رکھتا ہو۔ اور جو ہمارے حق کو پہچانے ثواب کی امید رکھے۔ وہ نصف مُد کی معمولی خوراک معمولی لباس اور اور معمولی سر ڈھانپنے کے مکان پر رضامند ہوتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ اللہ سے خوف زدہ رہتا ہے جس طرح آیت ۶۰ میں ہے۔ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا اگر تیرے بس میں ہو تو گھر سے قدم باہر نہ رکھو کیونکہ گھر سے نکلنے کے بعد سمجھے گا جھوٹ حسد (یا تصنع) اور منافقانہ چالوں سے بچنا ہوگا۔ پھر فرمایا مومن کے لئے بہترین صومعہ (خلوت کی عبادت گاہ) اپنا گھر ہے کہ وہاں اپنے دل زبان آنکھ اور شرم گاہ کو محفوظ رکھ سکتا ہے جو دل سے اللہ کی نعمت کا اعتراف کرے وہ زبان پر کلمہ شکر لانے سے پہلے زیادہ کا حق دار بن جاتا ہے اور جو دوسروں پر اپنی برتری کا خیال کرے وہ متکبرین میں شامل ہے۔ راوی نے پوچھا اگر کوئی بندہ کسی دوسرے انسان کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھے۔ پس دل میں خیال کرے کہ میں اس سے افضل ہوں کیونکہ میں اس گناہ سے بچا ہوا ہوں تو آپ نے فرمایا ایسا بھی خیال نہ کرے۔ کیوں کہ ممکن ہے توبہ سے اُس کا گناہ بخش دیا جائے اور تجھے مقام حساب میں کھڑا کر دیا جائے۔ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کئی ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی نعمتوں کی فراوانی سے دھوکہ میں مبتلا ہیں اور کئی ایسے ہیں جو اللہ کی عیب پوشی کی وجہ سے ڈھیل میں پڑ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہماری معرفت رکھنے والوں کے لئے نجات کی امید ہے۔ سوائے تین قسم کے لوگوں کے (۱) ظالم حکمران کا دوست (۲) ناجائز خواہش رکھنے والا (۳) اعلانیہ فسق کرنے والا۔ پھر آپ نے آیت پڑھی۔ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ۔ الخ۔ پھر فرمایا اے حفص محبت

Presented by www.ziaraat.com

أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾ وَلَا

ایسے لوگ جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں کہ وہ ان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں ہم نہیں

نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی برداشت کے مطابق اور ہمارے (فرشتوں کے) پاس کتاب ہے جو سچی گواہی دیگی

لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِنْ هَٰذَا وَلَهُمْ

اور ان پر نہ ظلم کیا جائے گا بلکہ ان کے دل (غفلت کی) تاریکی میں ہیں اس سے اور ان کے

أَعْمَالٌ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ ﴿٦٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا

اعمال زشت اس کے علاوہ ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ جب

خوف سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم وہ اللہ کا محب نہیں جو دنیا کا طالب اور ہمارے دشمن کا دوست ہو اور جو ہمارا حق پہچان کر ہماری محبت رکھے وہ اللہ کا دوست ہے۔ یہ سُن کر ایک شخص رونے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا تو روتا ہے۔ حالاں کہ تمام اہل ارض وسما اگر مل کر گڑگڑا کر تیری سفارش کریں کہ تجھے جہنم سے نجات دے کر خدا جنت میں داخل کردے تو خدا قبول نہ کرے گا۔ اے حفص پیچھے چلنے والا بن اور پیشرو نہ بن۔ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ سے ڈرے۔ اس کی زبان خاموش ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا وعظ سن کر ایک شخص نے گریبان پھاڑ ڈالا تو وحی ہوئی اے موسیٰ اس سے کہو گریبان پھاڑنے کی بجائے دل کے پردے دُور کرے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے ایک آدمی کو لمبے سجدے میں جاتے ہوئے اور پھر پلٹتے ہوئے بھی دیکھا تو فرمانے لگے۔ اگر تیری حاجت میرے قبضے میں ہوتی تو میں پوری کرتا۔ پس وحی ہوئی اے موسیٰ اگر سجدے کرتے ہوئے اس کی گردن بھی ٹوٹ جائے تو میں قبول نہیں کروں گا۔ جب تک میری مبغوض چیزوں سے پرہیز کر کے میری پسندیدہ چیزوں کی طرف رجوع نہ کرے۔

كِتَابٌ۔ اس سے مراد وہ اعمال نامہ ہے جو فرشتے (کراماً کاتبین) لکھتے ہیں۔

بَلْ قُلُوبُهُمْ۔ یعنی کافر لوگوں کے دل غفلت جہالت یا کفر کے تاریک گڑھے میں ہیں — اور ان کے اعمال زشت اس کے علاوہ ہیں۔ یعنی جس طرح ان کا باطن سیاہ ہے اسی طرح ان کا ظاہر بھی سیاہ ہے۔

إِذَا أَخَذْنَا۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے کفار مکّہ پر قحط سالی کے لئے بددُعا کی تھی چنانچہ وہ اس عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ اور قحط اتنا بڑھا کہ وہ لوگ مردار اور کتے کھانے لگے۔ پس وہ چیختے تھے اور گڑگڑا کر دعائیں مانگتے تھے۔ لیکن عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد دعا کی شنوائی نہیں ہوتی۔

Presented by www.ziaraat.com

أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْأَرُوا

ہم نے پکڑ لیا ان کے بڑے بڑوں کو عذاب میں تو وہ چیختے ہیں (ہم نے کہا) اب نہ چیخو

الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

کیونکہ تمہاری ہماری طرف سے کوئی مدد نہ ہوگی تحقیق تم پر ہماری آیات پڑھی جاتی تھیں تو تم

فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِرًا

پچھلے پاؤں مڑ جایا کرتے تھے تکبر کرتے ہوئے ساتھ اس کے قصہ گوئی میں کہ اس

تَهْجُرُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ

کو چھوڑ دیتے تھے کیا وہ نہیں سوچ بچار کرتے بات میں کیا ان کے پاس آئی ایسی بات جو ان کے گذشتہ

آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ

باپ دادا پر نہیں آئی تھی؟ کیا نہیں پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو پس وہ ان کے

مُنْكِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ

منکر ہیں؟ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے

مُسْتَكْبِرِينَ - یعنی حضورؐ پر اپنی برتری جتلاتے اور تکبر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو جب اکٹھے ہو کر بیٹھتے تو حضورؐ کی توہین کے قصہ کو دہراتے اور حق پر تمسخر کرتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے یہ نئی بات نہیں اس سے پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ان کے باپ دادا کا یہی وتیرہ رہا ہے۔

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا - یہ کفار مکہ کے لئے توبیخ اور سرزنش ہے کہ تمہاری طرف بھیجا ہوا رسول وہی تو ہے جس کو تم لوگ حسب ونسب کے لحاظ سے جانتے ہو کہ نسب کے لحاظ سے ان کا خاندان خاندانوں سے اشرف ہے اور حسب اس قدر بلند ہے کہ دوست و دشمن بلا استثناء اس کی صداقت امانت اور دیانت کو مان چکے ہیں تو جس نے بچپنے اور جوانی میں اپنی زبان کو جھوٹ سے ملوث نہیں کیا وہ چالیس برس کے بعد کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے۔ اور جو لوگوں کی امانت میں خیانت نہیں کرتا وہ خدائی پیغامات میں کیونکر خیانت کرکے اپنی طرف سے باتیں بنا کر پیش کر سکتا ہے کفار مکہ جانتے ہیں کہ محمدؐ صادق و امین ہے لیکن چونکہ پیغام رسالت تسلیم کرنے میں ان کی عیاشیوں اوباشیوں رنگ رلیوں اور جملہ خرافات ورسومات جاہلانہ پر ضرب کاری پڑتی ہے۔ نیز ان کی چودھراہٹ کو بھی خطرہ لاحق ہے اس لئے حق کی بات کو تسلیم کرنے سے کتراتے

Presented by www.ziaraat.com

أَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ

اور اکثر ان میں سے حق کو ناپسند کرتے ہیں اور اگر پیچھے چلے حق ان کی خواہشات کے

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ

تو فاسد ہو جائیں آسمان و زمین اور جو ان کے اندر ہے بلکہ ان کے پاس ہم ذکر لائے

بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ

پس وہ اپنے ذکر سے منہ پھیرنے والے ہیں کیا تو ان سے اُجرت مانگتا ہے پس رب کی

ہیں۔ پس انکار کے لئے بہانے تلاش کرتے ہیں کہ وہ دیوانہ ہے۔ مثلاً یہ لوگ دانستہ طور پر ایسی باتیں کرتے ہیں تاکہ ان کو کلمۂ حق کہنے کی کسی میں جرأت نہ رہے اور لوگوں میں بھی بات بنی رہے۔ نیز پارٹی بھی قائم رہے۔ لیکن حق ایک ایسی ٹھوس اور مضبوط اصول پر مبنی حقیقت ہے جس میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے خواہشات و جذبات کی پاسداری کے لئے ذرہ بھر لچک پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق اگر خواہشات کے تابع ہو جائے تو آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت ختم ہو کر رہ جائے کیونکہ نظام سماوی و ارضی پائدار اصول اور غیر متزلزل حکمت پروردگار کے دستور کے مطابق قائم و دائم ہے، ورنہ اس میں خواہشات وجذبات کا اگر دخل ہو تو ہر ایک کی خواہش الگ، جذبہ جدا اور احساس علیحدہ ہونے کی وجہ سے پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا اسی طرح شرعی نظام بھی صرف اس ایک اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے ماتحت ہے۔ لہٰذا لوگوں کے جذبات سے بالاتر ہے۔

ذِكْرِهِمْ۔ اس مقام پر ذکر کے دو معانی کئے گئے ہیں (۱) شرف و فضل، یعنی ہم نے ان کو شرف و فضل عطا کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ ؐ انہی میں سے ہیں۔ لیکن وہ لوگ اپنے شرف سے منہ موڑنے والے ہیں (۲) بیان حق یعنی ہم نے حق کے بیان کے لئے ان کو قرآن عطا کیا لیکن وہ لوگ قرآن سے منہ پھیرتے ہیں۔

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ص۸۱۔ روایات اہل بیت میں اس کی تاویل ولایت علی سے کی گئی ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر خدا چاہتا تو اپنے بندوں کو خود اپنی معرفت کا القاء کر دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہمیں اپنے باب صراط سبیل اور وجہ قرار دیا جو اس کی طرف جانے کا وسیلہ ہیں۔ پس جو شخص ہماری ولایت سے اعراض کرے اور ہمارے غیر کو ہم پر فضیلت دے وہ سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور آپ نے یہی آیت پڑھی۔

وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ۔ تفسیر صافی میں ہے جب حضور ؐ کی بددعا سے اہل مکہ قحط کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ تو ابوسفیان نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی آپ کیسے رحمۃ للعالمین ہیں کہ ہمارے بڑوں کو تلواروں سے مار دیا ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ

اُجرت بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے اور تو ان کو بلاتا ہے ایک راہ کی طرف جو بالکل

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ

سیدھا ہے اور تحقیق جو لوگ نہیں ایمان لاتے آخرت پر وہ سیدھے راہ سے بھٹکنے والے

لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا

ہیں اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور دور کر دیں ان کی تکلیفوں کو تو زیادہ گھستے ہیں اپنی

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا

سرکشیوں میں کہ سرگردان ہوتے ہیں اور تحقیق ہم نے پکڑا ان کو عذاب کے ساتھ پس نہ وہ

اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰىٓ اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

جھکے اپنے رب کے آگے اور نہ گریہ و زاری کی یہاں تک کہ جب ہم نے کھولا ان پر دروازہ

بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ

سخت عذاب کا تو وہ اس میں مایوس ہوکر رہ گئے اور وہ وہ ہے

الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾

جس نے پیدا کئے تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل تھوڑا ہی تم اس کا شکر کرتے ہو

چھوٹوں کو بھوک سے مارتے ہیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی

ذَا عَذَابٍ۔ اہل مکہ پر پہلا عذاب بدر کے دن قتل کا عذاب تھا اور دوسرا عذاب شدید قحط سالی کا عذاب تھا کہ کتے مردار جانور اور خون کے چیتھڑے کھانے پر وہ مجبور ہو گئے تھے۔

رکوع نمبر ۵ ذکر توحید

اَلسَّمْعَ۔ تمام اعضاء میں سے کانوں آنکھوں اور دلوں کا تذکرہ مخصوص فرمایا کیونکہ دنیاوی نعمات خداوندی سے فائدہ اٹھانے میں ان کو بدن انسانی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور مقصد یہ ہے کہ جس نے تم کو نفع اٹھانے کے لئے یہ اعضاء دیئے ہیں، اسی نے تمام اعضاء عطا کئے ہیں لیکن تم اس کا شکر

Presented by www.ziaraat.com

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِي

اور وہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا زمین میں اور اس کی طرف تمہاری بازگشت ہو گی اور وہ وہ ہے جو زندہ کرتا

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ

ہے اور مارتا ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے اختلاف شب و روز کا کیا تم نہیں سوچتے ؟ بلکہ

قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

کہنے لگے ویسی بات جو کہی پہلے لوگوں نے کہنے لگے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور

وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا

(بوسیدہ) ہڈیاں تو ہم اٹھائے جائیں گے تحقیق ہمیں وعدہ دیا گیا اور ہمارے باپ دادا کو بھی اس سے

مِنْ قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾ قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ

پہلے نہیں یہ باتیں مگر من گھڑت افسانے پہلے لوگوں کے پوچھو کس کی ہے زمین

وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾

اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو ؟ وہ کہیں گے اللہ کی ہے تو کہو کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے؟

نہیں کرتے یہاں قلیل نفی کے معنی میں ہے۔ آیات مجیدہ میں جتنے امور کا ذکر فرمایا ہے۔ صرف انہی تک محدود نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کائنات کا تخلیقی کارنامہ جس طرح میری ذات سے مخصوص ہے اس کی بقاء وارتقاء اور موت وحیات اور نشور بھی میرے اختیار میں ہے۔ پس اگر تم غور وفکر اور تدبّر و تعمق سے کام لو تو تم کو مجال انکار نہیں رہے گی کہ میں سب کچھ کرسکتا ہوں لہٰذا تم کو موت کے بعد زندہ ہو کر میرے دربار کی پیشی اور باز پُرس کا خیال کرتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہو جانا چاہیئے، لیکن اس کا جواب انہوں نے وہی دیا جو ان سے پہلے کے لوگ دیتے رہے ہیں کہ مرجانے اور خاکستر ہو جانے کے بعد ہم کیونکر دوبارہ اٹھائے جاسکیں گے۔ یہی باتیں ہمارے اسلاف کو بھی سنائی گئیں۔ بس یہ صرف افسانہ ہی افسانہ ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں پس اساطیر جمع ہو گی اسطور کی اور اس کا معنی جھوٹا افسانہ اور اس وزن کا استعمال لہویات و لغویات کے لئے ہوتا ہے جس طرح اکذوب اور اضحوک اور یہ بھی ممکن ہے۔ اسطار کی جمع ہو جو سطر کی جمع ہے (صافی)

قُلْ لِمَنِ۔ خداوند کریم نے ان کو قیامت اور حشر و نشر کا قائل کرنے کے لئے تین طریقے اختیار فرمائے۔ پہلا یہ کہ ان سے پوچھو زمین اور اس میں ہونے والی جملہ مخلوق کس کی ملکیت ہے اور ان سب کا خالق کون ہے ؟ تو وہ یقیناً جواب میں

Presented by www.ziaraat.com

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

پوچھو کون ہے رب ساتوں آسمانوں کا اور رب عرش عظیم کا ؟ وہ کہیں گے

لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ

اللہ کے لئے ہے تو کہو کیا تم نہیں ڈرتے ؟ پوچھو کس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور وہ پناہ

يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ

دیتا ہے (جسے چاہے) اور نہیں پناہ دیا جاتا کوئی اس (کے عذاب) سے اگر تم جانتے ہو؟ تو کہیں گے کہ یہ اللہ کے لئے ہے کہدو

کہیں گے کہ اللہ ہی سب کا مالک وخالق ہے تو پھر ان سمجھاؤ کہ جو خدا اکتم عدم سے اس ساری مخلوق کو ہستی شہود پر جلوہ گر کرسکتا ہے کیا وہ خدا تم کو مرنے کے بعد اور خاکستر ہونے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا ؟ حالانکہ پہلی ایجاد دوسری دفعہ کے اعادہ سے مشکل تر ہوا کرتی ہے تو جو مشکل امر پر قادر ہے وہ آسان پر یقیناً قادر ہے۔ پھر فرمایا کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے ؟ پھر دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ عالم علوی میں غور کرو۔ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا پروردگار کون ہے ؟ اس کا جواب بھی وہ یقیناً یہی دیں گے کہ اللہ ہے تو کہدو کہ ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دو اور اس اللہ سے ڈرو کیونکہ جو اتنی بڑی کائنات کو بغیر مادہ کے ایجاد کرسکتا ہے وہ تمہیں دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے پھر تیسری دفعہ پوری کائنات کے تصرفات میں غور و خوض کی دعوت دے کر ارشاد فرمایا ان سے دریافت کرو وہ کون ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ہونے والی شئی کی حکومت و بادشاہت ہے اور وہ جسے چاہے پناہ دیدے لیکن اس کی گرفت سے کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو اس کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ اس قسم کی محیط و وسیع سلطنت کا مالک صرف اللہ ہے تو ان سے پوچھو پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جانتے بوجھتے ہوئے ایک واضح حقیقت کا انکار کرتے ہو ان آیات مجیدہ میں جہاں ایک طرف اثبات قیامت کے لئے دلیلیں قائم کی گئی ہیں وہاں دوسری طرف توحید حق سبحانہ کو بھی قابل قبول انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ یعنی جو ذات اپنی حکمت اور قدرت کاملہ سے سب کی ایجاد پر قادر ہے وہ سب کے دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے اور جس طرح ایجاد مخلوق میں وہ یکا و تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح دوبارہ زندہ کرنے اور اٹھانے میں بھی وہ تنہا قادر ہے۔

تُسْحَرُوْنَ۔ جس طرح جادو میں فریب ہوتا ہے کہ خلاف واقعہ امر کا اظہار کرکے آنکھوں کو دھوکے میں ڈالا جاتا ہے اسی طرح تم لوگ بھی جانتے ہوئے فریب خوردہ ہو۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ۔ یعنی ہم نے ان کو دعوت توحید دی جو پیغام حق ہے لیکن وہ غلط اور جھوٹے عقائد سے باز نہیں آتے۔ کسی نے عزیرؑ و عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرالیا۔ کسی نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے دیا اور کئی ایسے ہیں جنہوں نے خدا

Presented by www.ziaraat.com

فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ

پھر کیوں فریب کھاتے ہو ؟ بلکہ ہم نے ان کو دیا حق (پیغام توحید) اور تحقیق وہ جھوٹے ہیں نہیں بنایا اللہ نے کوئی

مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ

بیٹا اور نہ ہے اس کے ساتھ کوئی الٰہ (شریک) ورنہ بانٹ لیتا ہر الٰہ اپنی مخلوق کو اور حملہ کرتا ایک

وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

دوسرے پر پاک ہے اللہ اس سے جو وہ کہتے ہیں غائب اور حاضر کے جاننے والا ہے

کے علاوہ اور الٰہ (خالق) تجویز کرتے حالانکہ یہ سب جھوٹے ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی وہ شریک رکھتا ہے۔

الٰہ کا معنی

مِنْ اِلٰہ - آیت مجیدہ میں الٰہ کا معنی خالق ظاہر کیا گیا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ نہیں یعنی خالق نہیں کیونکہ اگر کوئی اور الٰہ ہوتا تو وہ اپنی مخلوق بانٹ لیتا اور تقسیم میں جھگڑا پڑنے کی صورت میں دونو میں لڑائی ہو جاتی اور نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ پس لڑائی کا نہ ہونا اور نظام کا قائم و دائم رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ ساری خدائی کا خالق صرف ایک خدا ہے جس کی تدبیر محکم سے کائناتی نظام بدرجۂ اتم و اکمل جاری ہے۔ بعض جاہل ایک مجہول خطبہ بیان کا منبروں پر بیان کر کے سادہ لوح شیعوں میں شرک کی ترویج کرتے ہیں اور تمام کائنات کی تخلیق کو حضرت علی کا کارنامہ قرار دیتے ہوئے اس دعویٰ کو حضرت علی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بدعقیدہ لوگوں سے دادِ تحسین و آفرین حاصل کر کے جیبیں پُر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عوام کے لئے عذاب خداوندی سے کم نہیں۔ وہ دین و دنیا دونو کے لحاظ سے خطرناک ڈاکو ہیں۔ جب اُن سے کہا جائے کہ حضرت علیؑ اور باقی معصوم خالق ہوں تو کئی خالق بن جائیں گے پھر توحید کا عقیدہ کہاں جائے گا۔ پس انتہائی ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم ان کو خالق مانتے ہیں الٰہ نہیں مانتے۔ لہٰذا ان کو خالق کہنے سے لا الٰہ الا اللہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ آیت مجیدہ میں صاف طور پر الٰہ کا معنی خالق ظاہر کیا گیا ہے۔ گویا جو اللہ کے علاوہ کسی کو خالق مانتا ہے وہ معنی الٰہ میں شرک کرتا ہے۔ بعض جاہل کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے خلق کرتے ہیں حالاں کہ آیت مجیدہ میں خداوند کریم نے واضح طور پر اس امر کی تردید فرمائی ہے کہ نہ میں نے کوئی بیٹا بنایا ہے جو کائناتی تخلیق اور نظام و تدبیر میں میرے ساتھ تعاون کرے اور نہ کوئی دوسرا الٰہ ہے جو میرا شریک کار ہو ورنہ ایسا ہوتا تو وہ اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا۔ اور جھگڑے فساد تک نوبت پہنچتی اور جن کو لوگ خالق تجویز کرتے ہیں اگر وہ اپنی مخلوق کو الگ نہیں کر سکتے تو وہ خالق کس کام کے ہیں ہے معلوم ہوا کہ اس کے سوا سب کے سب اس کے بندے ہیں اور اس کی قدرت و عظمت کے سامنے سرنگوں اور اس کے عبادت گذار ہیں۔ پس جن لوگوں نے آل محمدؐ کی طرف پیدا کرنا منسوب کیا ہے وہ مشرک ہیں اور ایسوں کو نہ آل محمدؐ معاف کریں گے اور نہ خدا معاف کرے گا۔ چنانچہ اس نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے اور اس کو قرآن مجید میں ناقابل عفو

Presented by www.ziaraat.com

جرم ٹھہرایا ہے۔

توحید آیت مجیدہ میں توحید حق سبحانہ پر دو دلیلیں قائم کی گئی ہیں۔
(۱) دلیل تمایز و (۲) دلیل تمانع

(۱) دلیل تمایز اِذًا لَّذَهَبَ۔ یعنی اگر ایک سے زیادہ خالق اور الٰہ ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی سلطنت میں دوسرے کی شرکت کو برداشت نہ کرتا اور اس کے قادر ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ اپنی مخلوق کو دوسروں کی مخلوق سے الگ کر لیتا اور اپنی خلق کردہ اشیاء کو دوسروں کے قبضہ اور ان کی بالادستی سے نکال سکنے اور اپنی الگ حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوتا نیز ہر ایک کے قادر ہونے کا لازمہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لئے ہر دوسرے کا دفاع کر سکتا اور جو بھی دوسرے کے دفاع پر قادر ہوتا وہی صحیح الٰہ ہوتا۔ پس اس تمایز کا انجام تدافع ہوتا اور نظام عالم درہم برہم ہوتا (اس دلیل کا مآل بھی دلیل تمانع ہے)

(۲) دلیل تمانع وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ۔ یعنی اگر ایک سے زیادہ الٰہ ہوتے تو قدرت ان کی عین ذات ہوتی لہٰذا ہر ایک ہر اس چیز پر قادر و متمکن ہوتا جس پر دوسرا قادر ہے۔ پس ایک کا ایک مخلوق میں دوسرے سے سبقت کرنا یا تو دوسرے کی بے علمی سے ہوگا یا بے بسی سے ہوگا اور یہ دونو چیزیں الٰہ میں ناممکن ہیں۔ پس مخلوق کے ہر فرد کے مقام تخلیق میں خداؤں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو جاتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کچھ نہ ہوتا۔ کیونکہ ہر ایک کی قدرت کا لازمہ یہ ہے کہ دوسرے کے دفاع پر قادر ہو۔ پس ہر ایک غالب بھی ہوتا اور مغلوب بھی۔ اور اسی کا نام تمانع ہے کیونکہ دونو کی قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے کو اپنے مقام سے دھکیل سکیں اور نیز ان کی قدرت کا لازمہ یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے دھکیلے نہ جا سکیں۔ پس چونکہ مخلوق میں تمایز نہیں اور خداؤں میں تمانع نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کل کائنات کا خالق صرف ایک اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور قرآن مجید کے اعجاز کی زبردست دلیل ہے یہ بات کہ اس قدر مختصر بیان میں توحید خالق کی دو ایسی دلیلیں سمو دی گئی ہیں کہ کسی دوسرے کلام میں اس قدر مختصر فقرات ایسی معنویت پر مشتمل نہیں ہو سکتے۔

سوال و جواب اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ممکن ہے کہ چند خالق ہوں لیکن ان کی ایک دوسرے سے صلح ہو اور وہ کامل اتفاق سے نظام کو چلا رہے ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک کا دوسرے کے برابر قدرت رکھنا ہر ایک کی قدرت کے محدود ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک دوسرے کا اگر دفاع کر سکتا ہے (جیسا کہ قادر ہونے کا مطلب ہے) تو سابق خرابی یقیناً لازم آئے گی۔ اور اگر ہر ایک دوسرے کے دفاع پر قادر نہیں تو سب عاجز ہوں گے اور ان میں سے خدا کوئی بھی نہ ہوگا بلکہ خدا وہ ہوگا جو ان سب پر حاوی ہوگا۔ اور وہ ایک ہی ہوگا۔

رکوع نمبر ۶ قُلْ رَّبِّ ص۸۶۔ مروی ہے کہ خداوند کریم نے اپنے حبیبؐ کو اطلاع دی تھی کہ میں قریش مکہ پر عذاب نازل کروں گا۔ پس باذن پروردگار حضورؐ نے یہ دعا مانگی کہ اے پروردگار! اگر میری زندگی میں اور میرے سامنے تو ان پر عذاب نازل کرے تو مجھے محفوظ رکھنا۔ حضورؐ کا یہ طریقہ امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ گرفتار عذاب کو دیکھو تو اپنے لئے

Presented by www.ziaraat.com

فَتَعٰلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ

پس بلند وبالا ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں کہدے اے رب اگر تو مجھے دکھائے (وہ عذاب) جس کا وہ وعدہ دئیے گئے ہیں اے

فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۹۴﴾ وَإِنَّا عَلٰى أَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ

رب نہ کرنا مجھے ظلم کرنے والے لوگوں میں اور تحقیق ہم اوپر اس کے کہ دکھائیں تجھے وہ جس کا ان سے وعدہ

لَقٰدِرُونَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۹۶﴾

ہے البتہ قادر ہیں دفع کرو اس طریقہ سے جو اچھا ہو برائی کو ہم جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں

وَقُلْ رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِينِ ﴿۹۷﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ

اور کہو اے رب میں پناہ مانگتا ہوں تیری وساوس شیطان سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اے رب

أَنْ يَّحْضُرُونِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰى إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

اس سے کہ وہ حاضر ہوں (میرے پاس) یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی پر موت

اپنے پروردگار سے دفع عذاب کی دعا مانگا کرو۔ اگرچہ اپنے متعلق نجات کا یقین بھی ہو۔

اِدْفَعْ بِالَّتِي: اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ جب بھی کوئی انسانی نیکی اور خدمت خلق کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہے تو طعن وتشنیع اور اعتراضات واشکالات کا بے پناہ سلسلہ اسکو کار خیر سے روکنے کے لئے شروع ہوجاتا ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ گھبرا کر کسی طرح وہ نیکی سے دست بردار ہوجائے اور آیت مجیدہ میں پروردگار بذریعہ اپنے حبیب کے تمام ہدایت کے علم برداروں کو ایک بہترین اصول تبلیغ تعلیم دے رہا ہے کہ لوگوں کی جانب سے بدسلوکی کا جواب بدسلوکی سے نہ دو بلکہ ان کی برائی کو اپنی اچھائی کے ذریعے روکو اور ان کی ہر طرح کی بدزبانی کو اپنے حسن کردار کے دامن میں سمیٹ جاؤ۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کسی کا دشمن خداترس ہو تو اس کو اپنے دشمن کی ایذارسانی کا کوئی ڈر نہیں ہوتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ خوف خدا اس کو خود بخود میری ایذا سے روکنے والا موجود ہے۔ اور بعض اوقات اس کی خداترسی کو بزدلی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے لیکن وہ ان باتوں کی پرواہ کئے بغیر حوادث دنیا کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے لیکن اگر کسی کا دشمن کوئی ناخداترس ہو تو وہ ہر وقت اپنی جان مال اور ناموس کو خطرے میں پاتا ہے۔ دیکھئے ہادیان دین کے دشمن خداترس تو ہو نہیں ہوسکتے اور ناخداترس لوگوں کا کام ہی شرفا کی پگڑی اچھالنا ہوتا ہے۔ پس خداوند کریم صبر وضبط اور حلم وحوصلہ سے جہلا کی باتوں کو برداشت کرکے نیک راستے کی ہدایت کی تلقین فرماتا ہے بنابریں علمائے کرام کو دور حاضر میں بجائے گھبرانے کے کمر ہمت باندھ کر ہر باطل کے طوفان کے آگے سینہ سپر ہوجانا

Presented by www.ziaraat.com

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ؕ اِنَّهَا

تو کہے گا اے رب مجھے واپس بھیج تاکہ میں عمل کروں اس چیز کے بارے میں جو چھوڑ آیا ہوں (فرماتا ہے) ہرگز نہیں

کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

(بلکہ یہ بات ہے جو اس نے کہہ دی اور ان کے پیچھے برزخ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے

چاہیے اور ہر بدزبانی کا جواب خندہ پیشانی سے دیتے ہوئے اپنے آثار علمیہ کی حفاظت کرتے ہوئے قدم آگے بڑھانا چاہیے انشاء اللہ تائید ایزدی شامل حال رہے گی۔

اخلاقِ نبویہؐ

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ جب سے مبعوث ہوئے تادمِ زیست کبھی تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا کسی مجلس میں کبھی کسی ہمنشین نے آپ کو ننگے زانو نہیں دیکھا۔ جب کسی سے مصافحہ فرماتے تھے تو اپنے تک ہاتھ نہیں کھینچتے تھے جب تک کہ دوسرا آدمی ہاتھ نہ کھینچتا۔ کسی کی بدسلوکی کا بدلہ کبھی بدسلوکی سے نہ دیا۔ کبھی سائل کو دروازہ سے نہ روکا۔ اگر کچھ پاس ہوتا تھا تو دیدیتے ورنہ فرماتے تھے تجھے اللہ عطا فرمائے گا۔ جس کسی کے ساتھ اللہ کی طرف سے ملنے کا وعدہ فرماتے تھے تو اللہ اس کو پورا کرتا تھا۔ اور ان کا بھائی ان کے بعد انہی کے اخلاق کریمہ کا آئینہ دار تھا۔ انہوں نے دنیا میں کبھی حرام کو منہ نہیں لگایا اور اگر ان کے سامنے دو امر اطاعت پروردگار کے پیش ہوتے تو اس کو اختیار فرماتے تھے جو بدن کے لئے زیادہ تکلیف دہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم انہوں نے رضائے پروردگار کیلئے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ایکہزار غلام خرید کر کے آزاد کئے۔ خدا کی قسم جناب رسالتمآبؐ کے کردار کا مکمل آئینہ دار ان کے بغیر اور کوئی نہ ہو سکا۔ خدا کی قسم جب بھی حضرت رسالتمآبؐ پر کوئی مشکل آئی تو ان کو ہی سینہ سپر کیا کیونکہ ان پر ہی ان کو کامل اعتماد تھا اور جب بھی حضورؐ ان کو کسی جنگ میں فوج کا علَم دیکر روانہ فرماتے تھے تو جبریلؑ ان کے دائیں اور میکائیلؑ ان کے بائیں ہو کر مشغول جہاد ہوتے یہاں تک کہ فتح کے بغیر واپس نہیں پلٹتے تھے (ملخصاً) نیز آپ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ تمام لوگوں سے زیادہ سیرت و کردار میں پیغمبرؐ سے مشابہ تھے حضرت علیؑ اجرت پر لوگوں کے باغات کو سیراب کرتے تھے۔ اور لکڑیاں جنگل سے لا کر فروخت کرتے تھے اور جناب فاطمہؑ گھریلو کاروبار خود اپنے ہاتھ سے انجام دیا کرتی تھیں چنانچہ کھانا خود پکاتی تھیں اور بچوں کے کپڑے خود سیا کرتی تھیں۔ (ملخصاً)

رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔ جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے ہے اور یائے متکلم تخفیف کے لئے حذف کر دی گئی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والا عذاب موت کو دیکھ کر یہ خواہش کرے گا کہ مجھے ایک مرتبہ واپس زندگی دیکر بھیجا جائے تاکہ میں جو فریضہ ترک کر آیا ہوں اسے ادا کروں اور آیت مجیدہ کے الفاظ ہر کافر و ملحد و بے دین کو شامل ہیں جنہوں نے دعوت اسلام کو ٹھکرا کر خلافِ تعلیم پیغمبر غلط کاریوں میں وقت گذارا۔ اور جناب رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ بوقت مرگ فرشتے مومن سے کہتے ہیں کہ اگر تیرا ارادہ ہو تو تجھے واپس دنیا میں بھیجا جائے پس جواب میں مومن کہتا ہے کہ میں دوبارہ رنج و بلا کے گھر

Presented by www.ziaraat.com

کی طرف نہیں جانا چاہتا لیکن کافر موت کو دیکھ کر کہتا ہے مجھے واپس پلٹاؤ تاکہ میں اپنے اعمال کا تدارک کر لوں۔

بَرْزَخٌ ۱۰۰۔ اسکا لفظی ترجمہ ہے مانع اور اصطلاح شریعت میں مرنے سے تا قیامت کے درمیانی عرصہ کا نام برزخ ہے تفسیر برہان میں قمی سے منقول ہے کہ دنیا و آخرت کے درمیان ثواب و عقاب کی منزل کا نام برزخ ہے اور یہ آیت ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے جو قیامت سے پہلے عذاب قبر اور ثواب و عقاب کا انکار کرتے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق صرف برزخ کا ڈر ہے ورنہ جب معاملہ ہمارے پاس پہنچے گا تو ہم تمہارے لئے اچھا انتظام کر لیں گے۔

بروایت کلینی امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک راوی حدیث نے سوال کیا کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے تمام شیعہ جنت میں جائیں گے خواہ کسی قدر ہی ان سے لغزشیں سرزد ہوں ؟ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے خدا کی قسم وہ سب کے سب جنت میں جائیں گے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں ؟ گناہ بڑے بڑے بھی تو ہوتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا قیامت کے دن تو تم سب کے سب نبی یا وصی نبی کی شفاعت سے جنت میں جاؤ گے لیکن برزخ کے متعلق مجھے تمہارا خطرہ ہے راوی نے پوچھا کہ برزخ کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا موت سے لے کر قیامت تک کا عرصہ۔

بروایت زہری امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ انسان پر تین وقت بہت سخت آتے ہیں پہلا موت کا وقت دوسرا قبر سے اٹھنے کا وقت تیسرا اللہ کے دربار میں پیشی کا وقت پھر جنت والے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ڈالے جائیں گے پھر آپ نے فرمایا اے آدم زادے ! اگر موت کے وقت تیری اچھی گذر گئی تو ٹھیک ورنہ ہلاکت دائمی اور اگر قبر میں تیری نجات ہو گئی تو ٹھیک ورنہ ہلاکت اور پل صراط سے اگر گذر گیا تو ٹھیک ورنہ ہلاکت اور منزل حساب میں تجھے نجات مل گئی تو ٹھیک ورنہ ہلاکت۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ الخ

فَلَآ اَنْسَابَ کی تفسیر میں قمی سے مروی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بروز قیامت ہر شخص اپنے اعمال کی بدولت آگے بڑھ سکے گا اور اس کی دلیل حضرت رسالتمآبؐ کا فرمان ہے کہ عربی ہونا ایک باپ کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک زبان ہے جو بھی بول لے وہی عربی ہے آگاہ ہو تم سب کے سب اولادِ آدم ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے خدا کی قسم اللہ کی اطاعت کرنے والا حبشی غلام اس سید قرشی سے بہتر ہے جو اللہ کا نافرمان ہو اور اللہ کے نزدیک زیادہ عزت دار وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، پس آپ نے یہ آیت مجیدہ پڑھی۔ فَاِذَا نُفِخَ الخ

یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ آیت مجیدہ میں صریح طور پر اعلان ہے کہ اس وقت لوگ ایک دوسرے سے بات تک نہ کر سکیں گے۔ لیکن ایک دوسرے مقام پر ارشادِ قدرت ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ۔ یعنی بروز محشر ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے مُوقف متعدد ہیں۔ وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ اس موقف کی ترجمانی ہے جب نفخ صور ہوگا اور لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے پس اس وقت کسی کو کسی سے کچھ پوچھنے کی مہلت و فرصت نہ ہوگی اور اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ الخ

Presented by www.ziaraat.com

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾

پس جب پھونکا جائے گا صور میں پس نہ رشتہ داریاں ہونگی آپس کی اس دن اور نہ احوال پرسی ہوگی

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ

پس جس کا میزان بھارا ہوگا (نیکی کا) تو وہ چھٹکارا پانے والے ہوں گے اور جن کا میزان ہلکا

مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾

ہوگا (نیکی کا) تو وہ وہ ہوں گے جنہوں نے گھاٹا دیا اپنے نفسوں کو وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ ءَايَٰتِى

جلائے گی ان کے چہروں کو آگ اور وہ اس میں کھلے منہ روسیاہ ہونگے (کہا جائیگا) کیا نہیں پڑھی گئیں تم پر میری

والی آیت اُس موقف کے بیان میں ہے جب لوگ اللہ کے دربار میں حساب و کتاب کے لئے حاضر ہوں گے۔

فَاِذَا نُفِخَ۔ نفخ صور کی حقیقت کو سمجھنا تو ہمارے ناقص عقول کی پہنچ سے بالاتر ہے بس اسی قدر ہی روایات سے مستفاد ہے کہ نفخ صور پر مامور فرشتہ حضرت اسرافیل ہے۔ جب پہلی دفعہ نفخ صور ہوگا تو تمام زندہ مرجائیں گے اور ایک وقفہ کے بعد جو پچاس برس بتایا گیا ہے جب دوبارہ نفخ صور ہوگا تو سب لوگ زندہ ہوکر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس وقت دربار پروردگار میں پیشی کے لئے بلاوا ہوگا۔ پس ہر شخص اپنی فکر میں کھویا ہوا ہوگا۔ کسی کو اپنے عزیز و قریبی رشتہ دار کا کوئی خیال تک نہ آئے گا اور باوجود اکٹھے ہونے کے نہ ایک دوسرے کے شریک غم ہوں گے اور نہ آپس میں احوال پرسی کرکے غم غلط کرسکیں گے۔ جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کُلُّ حَسَبٍ وَّنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ اِلَّا حَسَبِیْ وَنَسَبِیْ۔ یعنی ہر حسب و نسب ختم ہوجائے گا۔ سوائے میرے حسب و نسب کے (مجمع البیان) مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ کسی شخص کو کسی رشتہ کا فائدہ پہنچے گا اور نہ کوئی کسی رشتہ پر ناز کرسکے گا بس اپنے اعمال کام آئیں گے لیکن جناب رسالتمآبؐ کا نسب قیامت کے دن بھی فائدہ دے گا۔ نفخ صور کی مزید تشریح تفسیر کی جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۱۳۵ پر آئے گی۔

تَلْفَحُ۔ یعنی جہنم کی آگ ان کی شکلوں کو مسخ کردے گی۔ چنانچہ مروی ہے کہ اوپر کا ہونٹ اوپر کو کھچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک لٹک آئے گا اور بقول ابن مسعود دونو ہونٹ جل کر گر پڑیں گے اور دانت نمایاں ہوجائیں گے۔ پس جب یہ لوگ قیامت میں آئیں گے تو آگ میں جھلس جانے کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اُن کے منہ پھٹے کے پھٹے ہوں گے۔ لفح اور اور نفح دونو کا معنی ایک ہے۔ لیکن لفح نفح سے زیادہ سخت ہے پس لفح کا معنی ہے بادسموم کا منہ پر سختی سے پڑنا اور نفح کا معنی ہے تیز ہوا کا منہ پر پڑنا۔ (مجمع البیان)

قَالَ اخْسَئُوْا۔ خسأ یخسأ۔ کتے کو دھتکارنے کے معنی میں ہے۔ گویا پروردگار کی جانب سے دوزخیوں کو ان کے سوال

Presented by www.ziaraat.com

تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَکُنْتُمْ بِہَا تُکَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا

آیتیں پس تم ان کو جھٹلاتے تھے ۔ کہیں گے اے رب سوار ہو گئی ہم پر

شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا

اپنی بدبختی اور ہم گمراہ لوگ تھے اے رب نکال ہم کو اس سے پس اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم

فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ

ظالم ہوں گے فرمائے گا دفع ہو جاؤ اس میں اور نہ بولو میرے ساتھ تحقیق

کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ

ایک گروہ میرے بندوں میں سے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس بخش ہمیں اور ہم پر رحم فرما تو

کے جواب میں کتے کی طرح دھتکارا جائے گا کہ دفع ہو جاؤ اور بکواس بند کرو۔

نکات علمیہ (۱) احتجاج طبرسی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کیا اعمال تولے نہ جائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ وہ اجسام نہیں بلکہ صفات ہیں نیز تولنے کا محتاج وہ ہوتا ہے جس کو اس کے عدد یا وزن کا علم نہ ہو حالانکہ خدا پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ پس راوی نے پوچھا کہ میزان کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا اس کا معنی ہے عدل۔ پس موازین کے بھارے ہونے کا مقصد ہے نیک اعمال کی زیادتی (اور ہلکے ہونے کا مطلب ہے نیک اعمال کی کمی)

(۲) کعب الاحبار سے مروی ہے قیامت کے دن لوگ چار قسموں پر محشور ہوں گے۔ کچھ سوار ہوں گے کچھ پیدل ہوں گے کچھ گھٹنے ٹیک کر جانے والے ہوں گے اور چوتھی قسم ان لوگوں کی ہو گی جو منہ کے بل جائیں گے۔ اندھے بہرے اور گونگے ہوں گے۔ نہ بول سکیں گے اور نہ اپنا کوئی عذر پیش کر سکیں گے۔ ایک سوال کے جواب میں کعب نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مرتد ہو گئے اور بیعت توڑ کر خلیفہ رسول سے نبرد آزما ہوئے اور برا حال ہو گا ان لوگوں کا جو وصی پیغمبرؐ کے خلاف جنگ لڑے اور کعبہ کے رب کی قسم وہ صرف علی کی ذات ہی ہے اور اسی کی نسل سے حضرت مہدی علیہ السلام ہیں۔ عجل اللہ فرجہ (ملخصاً) برہان

سِخْرِیًّا ص ۹۱ کفار کا مومنین سے تمسخر دو طرح کا تھا۔ ایک یہ کہ مومنین کے غریب طبقہ کے لوگوں کو مزدوری پر لے جاتے تھے اور سارا دن ان سے مزدوری کرانے کے بعد بغیر اجرت دیئے ان کو گھروں کی طرف بھیج دیتے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ جب مومنوں کو دیکھتے تھے تو ایک دوسرے سے کہتے تھے ان لوگوں کو دیکھو جو دنیا میں پست ترین زندگی پر راضی ہیں اور آخرت میں اس کے بدلہ کی امید رکھے ہوئے ہیں حالانکہ نہ کوئی آخرت ہے اور نہ ثواب۔ پس ان آیات مجیدہ میں خداوند کریم فرماتا ہے۔ ان کو دوزخ میں بھیج کر ہم یاد دلائیں گے کہ تم کس طرح مومنوں سے مسخری کرتے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

أَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى أَنْسَوْكُمْ

بہتر رحم کرنے والا ہے تو تم بناتے تھے ان کو جائے تمسخر بازی یہانتک کہ ان کی (چھیڑ بازی) نے

ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا

بھلا دیا تم کو میرا ذکر اور تم ان سے ہنستے تھے میں نے ان کو جزا دی ہے آج ان کے صبر کی بدولت کہ وہ

أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾

کامیاب ہونے والے ہیں پوچھو کتنے رہے ہو زمین میں سالوں کی تعداد

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ إِنْ

کہیں گے ٹھہرے ہم ایک دن یا کچھ حصہ دن کا پس پوچھ گننے والے (فرشتوں) سے کہے گا نہیں ٹھہرے تم

لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ

مگر تھوڑا عرصہ کاش تم جانتے تھے کیا تم یہ سمجھے کہ ہم نے پیدا کیا ہے تم کو

عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

بے فائدہ اور تحقیق تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے پس بلند ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے

اَنْسَوْكُمْ۔ یعنی کفار لوگ مومنوں پر طعن و تشنیع میں وقت ضائع کر کے ان کے لئے پریشانی کا موجب بنتے تھے اور اپنے ذہن و دماغ کے دروازوں کو مقفل کر کے کفر و شرک کی تاریک وادی میں رہنے پر مصر تھے ورنہ اگر مومنوں کی تحقیر و تذلیل کے درپے ہونے کی بجائے عقل و خرد سے کام لیتے ہوئے دعوتِ اسلامیہ کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے بچ جاتے۔ پس قیامت کے دن گرفتار عذاب ہونے کے بعد ان کو کہا جائے گا کہ تمہیں آج یہ سوچ آرہی ہے کہ واپس پلٹ کر ہم اچھے کام کرتے حالانکہ دنیا میں مومنوں کے ساتھ مسخری کرنے میں وقت ضائع کرنے کی وجہ سے تم مجھے بھلا بیٹھے تھے۔ آیت مجیدہ میں انساء کا فاعل ضمیر کُم کو قرار دیا گیا ہے جو مومنوں کی طرف راجع ہے کیونکہ کفار کی یادِ خدا سے غفلت کا سبب مومن تھے یعنی کافر لوگ ان کی چھیڑ بازی کی بدولت دعوتِ توحید کو نظر انداز کر بیٹھے تھے۔

لَبِثْنَا۔ قیامت کا یہ ہولناک منظر دیکھ کر انہیں دنیاوی گذشتہ زندگی ایک آدھ یوم معلوم ہوگی اور ممکن ہے ایام آخرت کے لحاظ

Presented by www.ziaraat.com

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ

نہیں کوئی معبود مگر وہی جو عرش کریم کا پروردگار ہے اور جو پکارے

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ

اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو تو اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں پس اس کا حساب اس کے رب

عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ

کے پاس ہے تحقیق نہ چھٹکارا پائیں گے کافر لوگ اور کہہ اے رب

اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

بخش دے اور رحم کر اور تو بہتر رحم کرنے والا ہے

سے وہ دنیاوی زندگی کو ایک آدھ یوم سمجھیں گے۔

لَوْ اَنَّكُمْ ص۹۱ ، یعنی اگر تم جانتے ہوتے کہ دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں اس قدر تھوڑی ہے تو تم اسلامی تعلیمات کو ٹھکرانے کی جرأت نہ کرتے اور فنا کو بقا پر ترجیح نہ دیتے۔

اَفَحَسِبْتُمْ ص۹۱ یعنی ہر عقلمند اور باہوش انسان نظام عالم میں فکر و تدبر کرنے سے اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ اتنا لمبا چوڑا اور پُر از حکمت و مصلحت پختہ نظام کسی غرض و غایت کے بغیر تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اس نظام کا خالق مدبّر اور حکیم ہے اور حکیم کا کام بے فائدہ نہیں ہوا کرتا لہذا ماننا پڑتا ہے کہ اس تخلیق کی کوئی غرض اہم ضرور ہے اور اگر غرض کا مرجع اللہ کی ذات ہو تو محال ہے کیونکہ اللہ اغراض سے پاک ہے۔ اس لئے کہ صاحب غرض محتاج ہوتا ہے غرض کا اور اللہ محتاج نہیں بنا بریں ضروری ہے کہ غرض کا مرجع مخلوق ہو اور وہ ہے دعوتِ حق کو قبول کرنے والوں کے لئے انعام و اکرام اور رد کرنے والوں کیلئے عذاب و عقاب اور اس کا محل روز قیامت ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ وہ فعل جس کا فائدہ نہ فاعل کو پہنچے اور نہ کسی دوسرے کو عبث شمار ہوتا ہے اور خدا عبث سے پاک ہے۔ تفسیر صافی میں بروایت علل امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہم فنا کے لئے نہیں بلکہ بقا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں نہ اس کی جنت ختم ہونے والی ہے۔ اور نہ اس کی آگ خاموش ہونے والی ہے۔ پس ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

سُورَۂ نُور

یہ سورہ مدنیہ ہے اس کی آیات کی تعداد چونسٹھ ۶۴ ہے۔ اور بسم اللہ کے ساتھ پینسٹھ ۶۵ ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اپنی ذات کو اپنی عورتوں کو اور اپنی اولاد کو سُورۂ نور کی تلاوت سے پاکدامن بناؤ کیونکہ جو شخص شب و روز اس کی تلاوت کرتا رہے تو وہ مرتے دم تک اپنے خاندان میں برائی نہ دیکھے گا۔ اور مرنے کے بعد ستر ہزار فرشتے قبر تک اس کے جنازہ کے ساتھ جائیں گے اور قبر میں پہنچنے تک اس کے لئے دعائے خیر و مغفرت کریں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ عورتوں کو بالاخانوں میں جگہ نہ دو اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ البتہ ان کو چرخا کاتنا سکھاؤ اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔

جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے جو اس سورہ کو پڑھے گا تمام مومن مردوں اور عورتوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر اپنی چادر میں رکھے یا بستر میں رکھ کر سو جائے تو اس کو احتلام نہ ہو گا۔

Presented by www.ziaraat.com

نور کی حقیقت

چونکہ اس سورہ مجیدہ کا نام سورہ نور ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نور کے مفہوم کی وضاحت کریں۔ نور کی جو تعریف کی جاتی ہے وہ یہ ہے هُوَ الظَّاهِرُ بِذَاتِهِ الْمُظْهِرُ لِغَيْرِهِ۔ یعنی وہ جو خود ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کے ظہور کا سبب اور موجب ہو۔ اگر نور کے تمام استعمالاتِ عرفیہ اور اطلاقاتِ شرعیہ کا جائزہ لیا جائے۔ تو انسان بآسانی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ نور عدم کے مقابلہ میں وجود کا نام ہے اور شر کے مقابلہ میں خیر کا نام ہے اور نور صفات میں سے ہے ذوات میں سے نہیں۔ یعنی عرض ہے جوہر نہیں۔ البتہ ذات و جوہر پر اس کا اطلاق از راہ مجاز کثرت سے ہوا کرتا ہے اور نور چونکہ صفتِ وجودی ہے اور خیر اس کی حقیقت میں داخل ہے۔ بنا بریں اس کا مقابلہ شر و عدم سے ہوگا۔ اور جن لوگوں نے نور کے مقابلہ میں لشکر کو رکھا ہے وہ حقیقتِ نور کو سمجھنے سے قاصر ہیں پس یوں سمجھئے کہ اوصاف حسنہ میں سے ہر روشن پہلو پر نور کا اطلاق صحیح ہے اور ہر تاریک پہلو پر ظلمت کا استعمال درست ہے۔ مثلاً نور وجود کے مقابلہ میں ظلمت عدم ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ خدا نے مخلوق کو ظلمتِ عدم سے نکال کر نورِ وجود عطا فرمایا۔ اسی طرح علم روشن پہلو ہے اور اس کے مقابلہ میں جہالت تاریک پہلو ہے۔ پس علم نور ہے اور اس کے مقابلہ میں جہالت ظلمت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ علم پڑھنے پڑھانے سے نہیں آتا بلکہ وہ ایک نور ہے خدا جس کے دل میں چاہے ڈال دے۔ نیکی کے مقابلہ میں برائی ظلمت ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی ظلمت اور نتیجہ کے لحاظ سے جزا کے مقابلہ میں سزا ظلمت ہے۔ چنانچہ ارشادِ پروردگار ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔ پ ۳ ع ۲۶ ترجمہ اللہ مومنوں کا ولی ہے کہ ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور شیاطین کافروں کے اولیاء ہیں کہ ان کو نور سے نکال کر ظلمتوں کی طرف لے جاتے ہیں، یعنی اللہ اپنے بندوں کو گمراہی اور برائی سے نکال کر دعوت حقہ کے ذریعہ سے رشد و ہدایت کی طرف بلاتا ہے تاکہ جہنم کی سزا سے بچ کر جنت کی جزا پائیں اور اس کے برعکس کفار لوگ جو شیطانوں کے ہتھکنڈوں میں آگئے وہ ان کو خیر و رشد سے ہٹا کر شر و ضلالت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں پس جنت کی بہاروں سے محروم کر کے ان کو جہنم کے انگاروں کی طرف دھکیل دیتے ہیں اسی طرح ذرا وجودِ انسانی کا سرسری جائزہ لیجئے۔ آنکھوں میں بینائی نور ہے اور اندھا پن ظلمت ہے۔ کانوں میں سماعت کی قوت نور ہے اور بہرہ پن ظلمت ہے اور زبان میں قوتِ گویائی نور ہے اور گونگا ہونا ظلمت ہے وعلی ہذا القیاس ہر عضو میں اس کی مناسب قوت جو اس کا روشن پہلو ہے نور ہے اور اس کا نہ ہونا ظلمت ہے پس نور ہر صفتِ کمال کا نام ہے جس کا عدم ظلمت ہے۔

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ نور اگرچہ صفت ہے لیکن جب کسی موصوف میں بدرجہ کمال موجود ہو تو از راہِ مجاز ذاتِ موصوف پر بھی اس کا اطلاق درست ہوتا ہے جس طرح کسی عادل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس قدر عادل ہے کہ گویا مجسمہ عدل ہے۔ اسی طرح شجاع کو مجسمۂ شجاعت اور عالم کو مجسمہ علم اطلاق مجازی ہیں درست ہے۔ خداوند کریم جو جمیع صفاتِ کمال کا جامع اور واجب الوجود ہے۔ اس پر نور کا اطلاق قرآن مجید میں موجود ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی اللہ جو نور محض ہے اور اس میں کوئی ظلماتی پہلو نہیں کیونکہ صفاتِ ثبوتیہ اس کی عین ذات ہیں اور صفات سلبیہ سے وہ منزہ و مبرا ہے۔ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو نور وجود سے

Presented by www.ziaraat.com

منور کرنے والا ہے کہ ظلمت کدۂ عدم سے نکال کر منصۂ شہود پر خلعتِ وجود سے آراستہ کر کے ان کو بقعۂ نور بنایا۔

اس کی مخلوق میں سے فرشتے نور ہیں کہ صفاتِ خیر سے آراستہ اور صفاتِ شر سے یکسو و مبرا ہیں۔ قرآن مجید میں انجیل کی آیات پر نور کا اطلاق موجود ہے۔ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ پ ۶ ع ۱۱۔ یعنی ہم نے عیسیٰ کو انجیل عطا کی کہ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اسی طرح تورات کی آیات پر بھی نور کا اطلاق ہوا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ پ ۶ ع ۱۱۔ یعنی ہم نے تورات کو نازل کیا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اور قرآن مجید پر صرف نور نہیں بلکہ نورِ مبین کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ پ ۶ ع ۴ ترجمہ۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے برہان آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین بھیجا ہے (قرآن مجید) بعض روایات میں نور سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ جس طرح تفسیر کی جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۷۵ پر گذر چکا ہے یعنی خدا کی جانب سے آنے والی کتابیں جن میں قرآن مجید سید الکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جو دعوتِ خیر و ہدایت کو اپنے دامن میں لئے ہوئے نہ ہو، پس وہ نور کی طرف لیجانے بلکہ مجسمۂ نور کتابیں ہیں۔ اسی طرح چاند چونکہ خود روشن اور اہل زمین کے لئے روشنی کا باعث ہے۔ اس پر بھی نور کا اطلاق ہوا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ پ ۱۱ ع ۶۔ وہ ذات ہے جس نے سورج کو تابانی اور چاند کو روشنی عطا فرمائی اسی بنا پر خدا کے وہ بندے جو صفاتِ بد سے مبرا و منزہ اور صفاتِ خیر سے آراستہ ہیں ان کو نور کہا جاتا ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام اور ان کے اوصیاء طاہرین سب نور ہیں۔ اور حضور رسالت مآبؐ پر نور کا اطلاق قرآن مجید کی متعدد آیات میں موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ پ ۶ ع ۷۔ ترجمہ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آچکے ہیں۔ اس جگہ نور سے مراد حضرت رسالتمآبؐ ہیں۔ جس طرح ہم نے تفسیر کی جلد نمبر ۵ میں صفحہ ۸۱ پر بیان کیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی نور کا اطلاق ذاتِ باری پر موجود ہے۔ چنانچہ دعائے نور کے الفاظ ہیں بِسْمِ اللّٰهِ النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ نُوْرِ النُّوْرِ الخ۔ اور حضرت رسالتمآبؐ اور اس کی آل اطہار کی ذواتِ مقدسہ پر نور کا استعمال بکثرت موجود ہے۔ چنانچہ خلقتِ نوری کی روایت تفسیر کی جلد نمبر ۴ میں صفحہ ۲۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی سیر ملکوتی کی روایت تفسیر کی جلد نمبر ۵ میں صفحہ ۲۳۳ پر مندرج ہے اسی طرح زیارت کے الفاظ ہیں اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ الخ۔ معصوم کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ تو بلند پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں نور کی حیثیت سے موجود تھا۔ چنانچہ اسی جلد میں سورہ شعراء کی تفسیر کے عنوان آبائے نبی کا اسلام میں حدیثِ نور مذکور ہو گی صفحہ ۲۱۸۔ اس بارے میں زیادہ تفصیل میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ کتاب موضوع سے خارج ہو جائے گی۔ پس جس طرح نور کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ خود ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کے ظہور کا باعث ہو۔ لہذا وہ ذواتِ طاہرہ جو اپنے مقام پر ہر جس و کثافت سے پاک اور ہر فضل و کمال کی صفت سے آراستہ ہوں وہ نور کے صحیح مصداق ہیں اور تمام مخلوق میں سے محمدؐ و آل محمدؐ نور کے اکمل و اشرف افراد ہیں۔ کیونکہ انہی کی بدولت تمام عالم بقعۂ نور بنا۔ اور خدا اس لئے نور ہے کہ وہ تمام انوار کا خالق و موجد اور جامع جمیع صفاتِ کمال ہے۔ بایں طور کہ صفات اس کی عینِ ذات ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن میں نور کا استعمال

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر نور سے مختلف معانی مراد لئے گئے ہیں لیکن نتیجہ اور مآل کے لحاظ سے سب کی بازگشت ایک معنی کی طرف ہے یعنی نور سے مراد صفات کمالیہ ذاتیہ کا مثبت اور روشن پہلو اور اس کے مقابلہ میں ظلمت سے مُراد اس صفت کا منفی اور تاریک پہلو ہے (۱) ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ ۔ پ۱ ع ۲ ۔ ترجمہ۔ ختم کر دیا اللہ نے ان کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ان کو تاریکی میں۔ نور سے مُراد روشنی اور ظلمت سے مراد تاریکی ہے (۲) اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۔ پ۳ ع ۲ ۔ ترجمہ۔ اللہ مومنوں کا ولی ہے کہ ان کو (کفر و شرک و گمراہی کی) تاریکیوں سے نکال کر (اسلام و ایمان وخیرات کی) روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اولیاء شیاطین ہیں جو اُن کو (اسلام و ایمان وخیرات کی) روشنی سے نکال کر (کفر و شرک و گمراہی کی) تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ یہاں نور سے مراد اسلام و ایمان و جملہ امور خیر ہیں اور ظلمت سے مراد کفر و شرک و الحاد و جملہ امور شر ہیں (۳) قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔ پ۶ ع ۴ ۔ ترجمہ۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس برہان پہنچ چکی ہے اور ہم نے اتارا تمہاری طرف نور مُبین کو یہاں نور سے مُراد ہدایت قرآنیہ ہے یا ولایت علیؑ ہے اور اس کے برعکس ظلمت ہے۔ (۴) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۔ پ۶ ع ۷ ۔ ترجمہ تحقیق آئے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مُبین۔ اور اس جگہ نور سے مراد نور نبوّت ہے اور اس کا انکار ظلمت ہے (۵) وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗ ۔ پ۹ ع ۹ ۔ اور اتباع کی اس نور کی جو اُتارا گیا ساتھ اس کے یہاں نور سے مُراد بروایت صافی و کافی حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ تفسیر ہذا جلد نمبر ۶ ص ۱۰۸ اور اس کے برعکس ظلمت اس کے انکار کا نام ہے (۶) مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔ پ۱۸ ع ۱۱ ۔ جس کے لئے اللہ نور کا سامان پیدا نہ کرے تو اس کو نور نہیں ملتا۔ یہاں نور سے مراد ہدایت ہے اور اس کے برعکس ظلمت گمراہی کا نام ہے (۷) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ ترجمہ۔ جس کا سینہ اسلام کے لئے خدا کھول دے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر گامزن ہوتا ہے یہاں نور سے مراد نور ہدایت اور صراط مستقیم ہے اور اس کے برعکس گمراہی اور کج روی کا نام ظلمت ہے (۹) یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (پ۲۷ ع ۱۸) جس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہ ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کریں۔ یہاں نور سے مُراد اُن کے ایمان و اعمالِ صالحہ کی جزا (نعماتِ جنت) ہے۔ اور اس کے برعکس وہ خود جس ظلمت میں ہوں گے وہ کفر و اعمال بد کی سزا جہنم ہے (۹) لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۔ پ۲۷ ع ۱۸ ۔ ترجمہ۔ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے ان کا اجر اور نور ہوگا نور کا عطف اجر پر عطف تفسیری ہے۔ پس نور سے مراد جزائے خیر اور ثواب جنت ہے اور اس کے برعکس کافروں اور منکروں کی سزا اور عذاب کا نام ظلمت ہے (۱۰) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (پ۲۷ ع ۲) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول

Presented by www.ziaraat.com

کے ساتھ ایمان لانے میں ثابت قدم رہو خدا تمہیں دو کفل اپنی رحمت سے دے گا اور تمہارے لئے ایک ایسا نور پیدا کرے گا جس کے ساتھ تم چلو گے۔ یہاں نور سے مراد وقار رعب اور ہیبت ہے اور اس کے مقابلہ میں ذلت وخواری ظلمت ہے۔
قرآن مجید کے دس مذکورہ استعمالات کا تجزیہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نور صفت خیر کے مثبت پہلو اور اس کے روشن انجام پر بولا جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اس کا منفی پہلو اور تاریک انجام ظلمت کہلاتا ہے اور ان کے علاوہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی نور کا استعمال ہوا ہے اسی مفہوم کو ہی ظاہر کرتا ہے۔

نور ہدیٰ اور رحمت

قرآن مجید میں جن معانی پر نور کا اطلاق ہوا ہے انہی معنوں پر ہدیٰ اور رحمت کی لفظیں بھی استعمال کی گئی ہیں (۱) انجیل کی آیات کو جہاں نور کہا گیا ہے وہاں ہدیٰ بھی کہا گیا ہے۔ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًی وَّنُوْرٌ پ۶ ع ۱۱ یعنی ہم نے اس کو انجیل دی کہ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ (۲) اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ پ۶ ع ۱۱۔ ہم نے نازل کیا تورات کو کہ اس میں ہدایت اور نور تھا (۳) قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی۔ پ۷ ع ۱۶۔ کہدو کس نے نازل کی ہے وہ کتاب جو موسیٰ لایا کہ وہ نور اور ہدایت تھی (۴) لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًی وَّرَحْمَةً پ۸ ع ۱۳ اور ہم نے دی ان کو کتاب جس کی ہم نے تفصیل کی علم سے درحالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے (۵) جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ پ۸ ع تحقیق آیا تمہارے پاس بینہ اپنے رب سے اور ہدایت اور رحمت (نبوت اور دعوت اسلام) (۶) هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ پ۱ ع ۱۸ (قرآن ہدایت ہے متقیوں کے لئے) (۷) نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً پ۱۴ ع ۱۸۔ ہم نے اتاری تیرے اوپر کتاب جو واضح بیان ہے ہر چیز کا اور ہدایت و رحمت ہے (۸) یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ پ۲۷ ع ۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں دو کفل رحمت کے دے گا۔ تو جہاں مومنوں کے اجر پر نور کا اطلاق ہوا وہاں رحمت بھی اس کو کہا گیا ہے۔ پس ان تمام مثالوں سے واضح ہوا کہ نور رحمت اور ہدایت ایک دوسرے کے مترادف بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور جہاں نور کے اطلاق میں حضرت محمد مصطفیٰ ص تمام نوری افراد کے سید و سردار ہیں وہاں رحمت کے تمام مصداق بھی آپ ص کے دست کرم کے ممنون احسان ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر عالمین کی رحمت بناکر اور حضرت علی علیہ السلام جس طرح حضور ص کے صحیح جانشین ہونے کی حیثیت سے عالمین پر رحمت ہیں اسی طرح ہدایت میں وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کے مصداق بھی ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ نور ایک مثبت حقیقت ہے جو خیر و رشد کے معانی کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور اس کے منفی پہلو کا نام ظلمت ہے۔ بنا بریں نور کو بشر کے مقابلہ میں لانا اور ان کو ایک دوسرے کی ضد قرار دینا محض جہالت اور نافہمی ہے اور جو لوگ یہ سوال پیدا کرتے ہیں کہ انبیاء و آئمہ نور تھے یا بشر ؟ اسی لقمۂ جہالت کو بار بار چبانے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اوّل مخلوق

خداوند کریم خیر محض ہے اور اَلْخَیْرُ لَا یَصْدُرُ مِنْهُ اِلَّا الْخَیْرُ- یعنی خیر سے صرف خیر ہی صادر ہو سکتی ہے۔ بنابریں اوّل مخلوق کو خالص خیر اور محض نور ہونا چاہیے جس میں شر کا کوئی شائبہ اور ظلمت کا کوئی پہلو نہ ہو اور احادیث میں جناب رسالتمآبؐ سے منقول ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ- یعنی سب سے پہلی چیز جو اللہ نے خلق فرمائی وہ میرا نور تھا۔ اور حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ- یعنی میں اور علی ایک نور سے ہیں۔ خلقت نوری کی حدیث میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جب اللہ نے ہماری تخلیق کا ارادہ فرمایا تو پہلے نور کو پیدا کیا اور پھر روح کو خلق فرمایا اور ان دونوں کو ملا کر مجھے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین کو پیدا کیا پھر میرے نور سے عرش کے نور کو علی کے نور سے ملائکہ کے نور کو فاطمہ کے نور سے زمین و آسمان کو حسن کے نور سے شمس و قمر کو اور حسین کے نور سے جنت و حور العین کو پیدا کیا۔ مفصل حدیث تفسیر کی جلد ۲ میں ص۱۴۲ پر مرقوم ہے نیز اسی جلد میں سورہ شعراء کی تفسیر میں بھی اسی قسم کی روایت انشاء اللہ آجائیگی ص۲۱۱

پس خداوند کریم نور کل اور خیر محض ہے بایں معنی کہ وہ خود ظاہر و باہر اور روشن و جلی ہے اور باقی ہر شے کو ظلمت کدۂ عدم سے نکال کر وجود کے بقعۂ نور میں داخل کرنے والا ہے اس کا اپنا ظہور کسی مزید دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ ارباب بصیرت کے نزدیک اس کی مخلوق کا ہر فرد اپنی زبان عجز سے اس کے وجود کا بولتا ہوا ناقوس ہے۔ اسی لئے عرفا نے اس کے وجود کے اثبات کو دلیل و برہان سے بھی جلی تر قرار دیا ہے کیونکہ باقی ہر شے اپنے وضوح و جلا میں اس کی رہین منت ہے۔

اور تمام مخلوق میں سے حضرت محمد مصطفیٰؐ نور کل اور خیر محض ہیں بایں طور کہ وہ اول مخلوق ہیں اور باقی تمام مخلوق کا کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونا انہی کے طفیل سے ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ - ممکن میں جو جو خوبیاں ہو سکتی ہیں ان میں سب موجود ہیں اور ممکن میں جو نقائص ہو سکتے ہیں آپ سب سے منزہ و مبرا ہیں۔ پس تمام ممکنات کے لئے ہدایت کل رحمت مجسمہ روح حیات اور عقل آپ کی ذات بابرکات ہے۔ جیسا کہ احادیث میں اول مخلوق کی مختلف تعبیریں اس کی شاہد ہیں۔ اوّل مخلوق کے متعلق وارد شدہ احادیث میں سے بعض کو ذکر کیا جاتا ہے۔

کافی- باسنادہ عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَقْلَ اسْتَنْطَقَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْكَ وَلَا اَكْمَلْتُكَ اِلَّا فِیْمَنْ اُحِبُّ اَمَا اِنِّیْ اِیَّاكَ اٰمُرُ وَاِیَّاكَ اَنْهٰى وَاِیَّاكَ اُعَاقِبُ وَاِیَّاكَ اُثِیْبُ

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا خدا نے جب عقل کو پیدا کیا اور اس کو گویا کیا تو پھر فرمایا آ۔ پس وہ آیا پھر فرمایا جا۔ پس وہ گیا پھر فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں نے تجھ سے محبوب تر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اور میں نے تجھ کو نہیں کامل کیا مگر اپنے محبوب بندوں میں۔ میں تجھ کو ہی امر و نہی کروں گا اور تجھے ہی (غلطی پر) سزا اور (نیکی پر) جزا دوں گا۔

هٰذا الحدیث ممّا رواه العامة

(صاحب وافی فرماتے ہیں) اس حدیث کو سنی و شیعہ علماء نے

والخاصة باسانيد مختلفه والفاظ متغايرة

اسانید مختلفہ اور الفاظ متغایرہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

والعقل جوهر ملكوتي نوراني خلقه الله سبحانه من نور عظمته وبه اقام السموات والارضين وما فيهن وما بينهن من الخيرات ولاجله البس الجميع حلة نورا لوجود وبوساطته فتح ابواب الكرم والجود ولولاه لكن جميعاً في ظلمة العدم ولا غلقت دوننا ابواب النعم

اور عقل ایک جوہر ملکوتی و نورانی ہے جس کو اللہ سبحانہٗ نے اپنے نور عظمت سے پیدا کیا اور اسی کے ساتھ زمین و آسمان کو اور ان کے اندر رہنے والی تمام چیزوں کو قائم کیا اور اسی کی بدولت تمام مخلوق کو نور وجود کی خلعت بخشی اور اسی کی وساطت سے اپنے کرم و جود کے دروازے کھولے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو سب مخلوق ظلمت کدۂ عدم میں ہوتی اور نعمات کے تمام دروازے بند ہوتے۔

وهو اول خلق من الروحانيين عن يمين العرش وهو بعين نور نبيّنا وروحه الذي تشعب منه انوار اوصيائه المعصومين وارواح الانبياء والمرسلين سلام الله عليهم اجمعين ثم خلقت من شعاعها ارواح شيعتهم من الاولين والاخرين

اور روحانیین میں سے وہ پہلی مخلوق ہے جو عرش کے دائیں طرف ہے اور وہی بعینہٖ ہمارے نبی کا نور اور روح ہے۔ جس سے اس کے اوصیائے معصومین علیہم السلام کے ارواح الگ ہوئے اور اس سے انبیاء و مرسلین کے ارواح پیدا ہوئے۔ پھر ان کی شعاعوں سے اولین و آخرین سے ہونے والے ان کے شیعوں کے ارواح پیدا ہوئے۔

قال نبيّنا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وفي رواية اخرى روحي وفي حديث القدسي لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وفي هذا المعنى وردت روايات كثيرة وفي حديث المفضل عن الصادق عليه السلام اِنَّا خُلِقْنَا اَنْوَارًا وَّ خُلِقَتْ شِيْعَتُنَا مِنْ شُعَاعِ ذٰلِكَ النُّوْرِ فَلِذَالِكَ سُمِّيَتْ شِيْعَةً" (روافی)

حضورؐ نے فرمایا سب سے پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ میرا نور تھا۔ دوسری روایت میں ہے میرا روح تھا۔ اور حدیث قدسی میں ہے اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اسی مطلب کی حدیثیں کثرت سے منقول ہیں اور بروایت مفضل امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم انوار پیدا ہوئے اور ہمارے شیعہ اس نور کی شعاع سے پیدا ہوئے اور اسی لئے ان کو شیعہ کہا جاتا ہے۔

پس ایک حدیث میں اوّل مخلوق عقل ہے۔ دوسری میں اوّل مخلوق نور محمدی ہے اور تیسری میں روح محمدی ہے تو معلوم ہوا کہ سب ایک ہی مطلب کی الگ الگ تعبیریں ہیں یعنی عقل نور اور روح سب سے مراد نور رسالتمآبؐ ہے۔

اقبال وادبار کا معنی

بنابریں سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل کو پیدا کرنے اور قوت گویائی دینے کے بعد کہنا اَقْبِلْ یعنی آ۔ اور پھر فرمانا اَدْبِرْ یعنی جا۔ اس کا کیا مقصد ہے۔ حالانکہ خدا ہر جگہ اور ہر سمت میں موجود ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تو اس کے حل میں سرکار ملا محسن فیض کاشانی صاحب وافی ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں:۔
(۱) پہلی صورت یہ کہ عقل سے مراد اگر روح محمدی ہو تو عالم ظہور میں قدم رکھنے کے بعد اقبال یعنی آنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو کسب کمالات اور ترقی درجات کی طرف پیش قدمی کی دعوت دی گئی جس پر آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے عمل کیا اور ادبار یعنی جانے کا حکم دینے سے مُراد یہ ہے کہ کمال ذاتی کے بعد ان کو ہدایت خلق اور دعوتِ حق کے لئے مامور کیا گیا جس کو آپ نے بطریق احسن نبھایا۔
(۲) دوسری صورت یہ کہ عقل سے مراد اوّل مخلوق ہو (عالم ظہور سے پہلے) تو اقبال کا معنی ہے عالمین کی رحمت بن کر دنیا کی طرف جانا اور زمین پر پہنچنا تاکہ حسب استعداد مخلوق ان سے فیض یاب ہو کر حیوانی پستی سے نکل کر ادج انسانی تک پہنچے اور ادبار سے مُراد ہے۔ اپنا فریضۂ نبوت اور عہدہ رسالت ادا کرنے کے بعد دعوت حق سبحانہ' پر لبیک کہتے ہوئے بارگاہِ اقدس میں واپس پہنچنا۔ پس حضورؐ نے اقبال و ادبار کی دو نو منزلیں کما حقہ نبھائیں اور ان کے نور سے پیدا ہونے والے تمام انوار طاہرہؑ اور ارواح طیبہ نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے فرائض کو کما حقہ ادا فرمایا پس اقبال کا معنی ہے عالم جسمانی کی طرف آنا اور ادبار کا معنی ہے ادائیگی فرض کے بعد عالم قدس کی طرف رجوع کرنا۔
اس کے بعد مثال سے مطلب کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عالم غیب میں نور عقل کو وہی حیثیت حاصل ہے جو عالم ظاہر میں نور شمس کو حاصل ہے۔ پس جس طرح آنکھ نور شمس کی بدولت چیزوں کو دیکھتی ہے اگر سورج کی روشنی نہ ہوتی تو آنکھ کچھ نہ دیکھتی۔ اسی طرح بصیرت کی آنکھ نور عقل کی بدولت معقولات کو دیکھتی ہے۔ اگر نور عقل نہ ہوتا تو چشم بصیرت کچھ نہ دیکھ سکتی نیز اگر کسی کی آنکھ نہ ہو تو نور شمس اس کے لئے فائدہ مند نہیں ہوتا اسی طرح جس کے پاس چشم بصیرت نہ ہو۔ نور عقل اس کو فائدہ نہیں بخشتا۔
علاوہ ازیں علمائے اعلام نے اقبال و ادبار کی اور تاویلیں بھی کی ہیں۔
(۱) اقبال کا معنی اُمور خیر کی طرف رغبت جو عقل نے فوراً قبول کی اور ادبار کا معنی امور بد سے دوری جس کو عقل نے بلا پس و پیش مان لیا ہو۔
(۲) اقبال کا معنی منفعت خوشی تندرستی اور خوشحالی میں شکر پروردگار کی بجا آوری اور ادبار کا معنی نقصان غمی بیماری اور بدحالی کی آمد پر دامن صبر کو تھام کر رضائے خالق پر راضی رہنا۔ پس عقل نے اس کو بھی قبول کر لیا۔
(۳) اقبال کا معنی اطاعت حکم پروردگار جب کہ اس اطاعت میں ظاہری طور پر منفعت بھی ہو۔ اور ادبار کا معنی اطاعتِ پروردگار جب کہ ظاہری طور پر کوئی منفعت و مصلحت کار فرما نظر نہ آتی ہو یا بجائے منفعت کے اس کو نقصان اٹھانا پڑتا ہو۔ پس اقبال و ادبار کا معنی ہے دونوں صورتوں میں رضائے خالق کو مدِ نظر رکھنا

عقل کی عظمت | حدیث کے آخر میں سزا و جزا کا تعلق عقل کے ساتھ قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ عقل سے اگر عقل کل جو

Presented by www.ziaraat.com

مخلوق اوّل ہے مراد ہو تو معنی یہ ہے کہ تیری وجہ سے سزا و جزا ہو گی جو تیرے اطاعت گذار ہوں گے جزا کے حق دار ہوں گے اور جو نافرمان ہوں گے وہ سزا کے سزاوار ہوں گے اور عقل سے اگر مراد عام انسانی عقول ہوں جو عقل اوّل یعنی نور محمدیؐ کی شعاع سے پیدا ہوئے تو مراد یہ ہے کہ اگر یہ عقول اپنے صحیح مقتضا پر قائم رہتے ہوئے وہم و خیال و خواہشات و جذبات کی اتباع سے بلند ہو کر فرمان خداوندی کو قبول کریں گے تو جزائے خیر کے مستحق ہوں گے لیکن اگر اپنے مقتضا سے ہٹ کر وہم و خیال و خواہشات و جذبات کے جالوں میں پھنس کر فرمان خداوندی کو نظر انداز کر دیں گے تو سزا کے حق دار ہوں گے۔ اور اس میں شک نہیں کہ خود عقل بذاتہٖ گناہوں سے پاک اور برائیوں سے متنفر ہے۔ اسی لئے تو اس کو رسول باطنی کہا گیا ہے اور خداوند کریم نے خیر و شر اور نیکی و بدی کے درمیان امتیاز کرنے کا ذریعہ عقل کو قرار دیا ہے۔ اگر یہ خود صالح نہ ہوتا تو اس کو معیار امتیاز کیوں قرار دیا جاتا۔ کائنات کے اُمور میں غور و فکر اور تدبّر کی دعوت صاحبانِ عقول کو دی گئی ہے۔ اگر عقل کی ذات میں غلط کاری اور کج روی ہوتی تو اس کو دعوت دینے کا مقصد ختم ہو جاتا۔ بے شک ذاتِ عقل جملہ برائیوں سے پاک اور معصوم ہے۔ اسی لئے رسول باطنی کے لقب کی اہل ہے۔ البتہ بعض اوقات جذبات و خواہشات کی قیدی ہو کر غلط کاری کی طرف اقدام کرتی ہے۔ لیکن تاہم اپنے مقام پر وہ غلطی کو غلطی سمجھتی ہے۔ اور اندر ہی اندر غلطی کرنے والے کو اس کے غلط کردار پر ملامت کرتی رہتی ہے۔ خواہ خواہشات و جذبات کا اُلّو مانے یا نہ مانے یہ الگ بات ہے۔ عقل قیدی ہو کر بھی اپنے فریضہ سے کوتاہی نہیں کرتی پس کسی انسان میں نیکی کا وجود اس کی عقل کی سرشت کے ماتحت ہوتا ہے۔ جو اس کا نورانی پہلو ہے اور برائی کا وجود عقلی دعوت کو پس پشت ڈال کر نفسانی و جذباتی خواہشات کے پیش نظر ہوتا ہے جو اس کا ظلمانی پہلو ہے۔ اور بالعموم انسانوں میں جو اربابِ عقل و دانش ہیں۔ نورانی پہلو بھی موجود ہوتا ہے۔ جو نیکیوں کی شکل میں اُن کے وجود سے ظاہر ہوتا ہے اور ظلماتی پہلو بھی ہوتا ہے جو برائیوں کی صورت میں سامنے آتا ہے لیکن بعضوں میں دونو پہلو یکساں ہوتے ہیں اور بعضوں میں روشن پہلو غالب ہوتا ہے اور تاریک پہلو مغلوب ہوتا ہے لہذا اسے نیک کہا جاتا ہے اور بعضوں میں تاریک پہلو غالب اور روشن پہلو مغلوب ہوتا ہے پس اُسے بد کہا جاتا ہے۔ اور جن میں روشن پہلو غالب ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ ان میں نیکی کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پس گناہ کا خیال تک دل میں نہیں لاتے اور اگر بمقتضائے بشریت ان سے غلطی ہو بھی جائے تو فوراً توبہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ پس ان کا تاریک پہلو مضمحل اور نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اور وہ مومن کامل کہلاتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں جن کا تاریک پہلو غالب ہوتا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے گناہان کبیرہ ان کی سرشت بن جاتے ہیں۔ پس ان کی جزوی نیکیاں برائیوں کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر رہتی ہیں۔ لہذا وہ فاسق و فاجر بلکہ کافر و ملحد کہلاتے ہیں۔ اور معصوم وہ ہے جو کبھی مقتضائے عقل سے ہٹ کر جذبات و خواہشات کا قیدی نہ ہو سکے اور جس میں تاریک پہلو برائے نام بھی نہ ہو۔ پس وُہ عقل کل بھی ہوتا ہے اور نور مجسّم بھی۔ بنابریں ہر نبی اپنی اپنی اُمّت کے لئے عقل کل اور نور مجسم تھا لیکن حضرت محمد مصطفےٰؐ تمام کل کائنات کے لئے حتیٰ کہ انبیاءؑ و مرسلینؑ ملائکہ مقربینؑ اور اوصیائے طاہرینؑ سب کے لئے آپ کی ذات نور کل ہدایت کلیہ اور رحمت مجسمہ تھی۔ اور ان کے بعد حضرت علی علیہ السّلام سے لے کر حضرت مہدی علیہ السلام تک آئمہ معصومین علیہم السلام تمام کائنات کے لئے عقل کل، اور

Presented by www.ziaraat.com

نورِ مجسم ہیں۔ پس گذشتہ تمام انبیاء کے مقابلہ میں ان کی ہدایت ہدایت کاملہ اور ان کی عصمت عصمتِ کبریٰ ہے۔ اُن سے ترکِ اولیٰ ہوسکتا تھا لیکن اِن سے ترکِ اولیٰ بھی نہیں ہوسکتا۔

مُلّا معین کاشفی نے معارج النبوۃ کے رکن اوّل خلقتِ نورِ محمدی کی احادیث کو نقل کرنے کے بعد اول مخلوق کے متعلق واردشدہ چار احادیث نقل کیں۔ (۱) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (۲) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الرُّوْحَ (۳) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ (۴) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ۔ پہلی حدیث میں اول مخلوق نورِ محمدی بیان ہوا ہے دوسری میں روح تیسری میں عقل اور چوتھی حدیث میں اول مخلوق قلم کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد مُلّا کاشفی نے احادیث مذکورہ کی توفیق و تطبیق کے لئے چار تاویلیں ذکر کی ہیں (۱) پہلی حدیث میں اوّلیت سے مُراد اوّلیت حقیقیہ ہے۔ اور باقی تینوں حدیثوں میں اولیت اضافیہ مراد ہے یعنی روحانیین میں سب سے پہلی مخلوق رُوحِ محمدی ہے۔ مجردات میں سے پہلی مخلوق عقل ہے اور اجسام میں سے پہلی مخلوق قلم ہے (۲) نورِ محمدؐی کی اولیت مبنی برحقیقت ہے کہ اس کی تخلیق تمام اشیاء سے پہلے ہے اور تمام عقول میں سے پہلی مخلوق وہ عقل ہے جو اقبال و ادبار سے خطاب کیا گیا اور اطاعت کے تقاضوں پر پورا اُترا اور تمام قلموں سے پہلی مخلوق وہ قلم ہے جس کے ذریعے سے تمام اشیاء کی تقدیریں لوحِ محفوظ پر نقش کی گئیں (اور روح کا ذکر اس تاویل میں نہیں کیا گیا۔ شاید نورِ محمدی اور روحِ محمدی دونو کو ایک قرار دیا گیا ہے) (۳) تیسری تاویل یہ ہے کہ احادیث مذکورہ میں اگرچہ تعبیریں چار ہیں لیکن درحقیقت سب سے مراد ایک ذات ہے جس کا حیثیات کے اختلاف سے نام الگ الگ کر دیا گیا ہے یعنی ایک ہی حقیقتِ مقدسہ جو وجود واجب ازلی و ابدی کے نوری پرتو سے متاثر ہو کر باقی تمام ہونے والی مخلوق میں ظاہر لذاتہ اور مظہر لغیرہ ہے اور کائنات میں ہونے والے جملہ کمالات و فیوض کا منبع و سرچشمہ ہے پس اس کو نورِ محمدؐی سے تعبیر کیا گیا کہ باقی تمام موجوداتِ عالم کا تخلیقی کارنامہ ان کے وجود کی بدولت ہے اور اس حیثیت سے ان کا وجود عالمین کے لئے سراپا رحمت ہے اور انہوں نے خداداد علم و استعداد کی بناء پر حقیقت مبداء و معاد کو خود ادراک کیا حتیٰ کہ ان کے نوری اجسام کی نوری زبانوں سے تسبیح و تقدیس اور تحمید و تمجید پروردگار کے نوری اذکار نوری ملائکہ کے لئے مشعلِ راہ بنے۔ پس وہ عالمین کے عقول میں عقلِ کل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور وہی پہلی مخلوق ہیں جن کو حدیث میں عقل سے تعبیر کیا گیا ہے نیز روح چونکہ بدن کیلئے باعثِ زندگی ہے اور نورِ محمدی عالمین کے جسمِ کلی کے لئے باعثِ زندگی ہے۔ اس لئے اس کی تعبیر روح سے کی گئی۔ اور صفحۂ عالم پر تخلیقِ کائنات کی مفصّل تحریر اسی نورِ کامل کے وجُود کی بدولت ہوئی لہذا اس کو قلم سے تعبیر کیا گیا (۴) اس کی چوتھی تاویل یہ ہے کہ درحقیقت مخلوقِ اوّل نورِ محمدی ہے پس تمام انوار کو خدا نے ان کے نوری پرتو سے پیدا کیا۔ اور تمام ارواح اور روح دار مخلوق کو ان کے روحِ مقدّس کی وساطت سے خلق فرمایا اور تمام عقول کو ان کے عقلِ کل کی بدولت منصۂ شہود پر جگہ دی اور یہی وہ قلم ہے جس کو یدِ قدرت نے اپنے تخلیقی کارنامہ کی مفصّل تحریر کے لئے واسطہ بنایا اور نٓ وَالْقَلَمِ میں اسی ذات کی قسم کھائی گئی۔

نور و بشر عوام میں نور و بشر کا مسئلہ معرکۃ الآراء حیثیت کا حامل ہے، حالانکہ ان میں سے اکثر لوگ نور و بشر کی حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے اور جو صاحبان منبر نور و بشر میں تقابل بیان کرتے ہیں وہ اپنی جہالت کو بے نقاب کرتے ہیں قرآن مجید میں جہاں حضورؐ کو نور

Presented by www.ziaraat.com

رحمت اور ہُدیٰ کہا گیا ہے وہاں ان کو بشر بھی کہا گیا ہے۔ اگر بشر ہونا یا ان کو بشر کہنا ان کی توہین ہوتا۔ تو خداوند کریم قرآن مجید میں ان کو بشر نہ کہتا۔ بلکہ ان کی زبانی کہلوایا کہ تم کہو۔ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ یعنی میں تم جیسا انسان ہوں گویا بشریت اور نبوت میں کوئی منافات نہیں اور کفار کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ بشریت اور نبوّت کو ایک دوسرے کا منافی سمجھتے رہے۔ پس ہر نبی کی دعوت کو ردّ کرنے کا ان کے پاس یہی ایک بہانہ تھا کہ تم تو ہم جیسے بشر ہو لہذا نبی کیسے بن سکتے ہو۔ اگر وہ نبوت و بشریت میں منافات نہ سمجھتے تو نبوّت کا انکار نہ کرتے اور ہر آنے والے نبی نے اُمّت کے اس بہانہ کا کبھی یہ جواب نہیں دیا کہ تم کو غلط فہمی ہوئی ہے میں تم جیسا بشر نہیں ہوں بلکہ صاف کہتے تھے کہ واقعی میں تمہاری طرح کا بشر تو ہوں لیکن مجھے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھے معجزہ عطا فرمایا ہے اور احکامِ شریعت کی تبلیغ پر مامور فرمایا ہے وغیرہ۔ یعنی نبی یہ باور کراتے رہے کہ تم بشریت اور نبوت میں منافات نہ سمجھو کیونکہ ہم بشر بھی ہیں اور نبی بھی ہیں۔ ہم نے اس مطلب کو تفسیر کی جلد نمبر ۷ میں صفحہ ۲۰۹ پر واضح کیا ہے۔[1] قرآن مجید میں بشر کے اطلاق کے متعدّد مقامات دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ بشریت کو نورِ نبوّت سے کوئی منافات نہیں ہے۔ چنانچہ سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۹ کا ترجمہ ملاحظہ ہو کیا تمہارے پاس نہیں پہنچی خبر ان کی جو تم سے پہلے تھے۔ قوم نوح و عاد و ثمود اور وہ لوگ جو ان کے بعد تھے جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ ان کے پاس رسول آئے واضح دلیلیں لے کر تو انہوں نے (غصّہ سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹا اور کہنے لگے تحقیق ہم نہیں مانتے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور تحقیق ہم کو شک ہے جس کی طرف تم بلاتے ہو (آیت نمبر ۱۰ کا ترجمہ) تو ان کو رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ بخشے تمہارے گناہ اور تمہیں مہلت دیتا ہے ایک وقت مقرر تک قَالُوٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ کہنے لگے تم تو ہماری طرح کے بشر ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں روک دو۔ اس سے جس کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا تو کوئی معجزہ لے کر آؤ (آیت نمبر ۱۱) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ الخ (پ ۱۳۔ ع ۱۴) ان کو رسولوں نے کہا کہ واقعی ہم تم جیسے بشر تو ہیں لیکن خدا احسان کرتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے اور ہمارے بس میں نہیں کہ لائیں کوئی معجزہ مگر ساتھ اذن خدا کے۔ الخ

ان آیات سے صاف واضح ہے کہ گذشتہ قومیں نبیوں کی دعوت کو اسی بہانہ سے ردّ کرتی تھیں کہ تم ہم جیسے بشر ہو۔ لہذا تم عہدۂ جلیلہ نبوّت پر فائز ہونے کا غلط دعویٰ کرتے ہو۔ کیونکہ ان کے ذہنوں میں اس زمانہ کے مفرین نے اپنی چودھراہٹ کے باقی رکھنے کے لئے یہ بات پختہ کر رکھی تھی کہ جو نبی ہو وہ بشر نہیں ہو سکتا۔ پس وہ اس بات پر ڈٹ گئے۔ پھر اپنے انکار کو مزید تقویت دینے کے لئے کہتے تھے کہ اپنی صداقت کے لئے کوئی معجزہ لے آؤ۔ اور یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ وہ لوگ معجزہ حق جوئی کے لئے نہیں طلب کرتے تھے ورنہ معجزہ کے بعد وہ ایمان ضرور لاتے بلکہ وہ معجزہ محض ازراہ تمسخر و انکار طلب کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات پتھر کی لکیر تھی کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی نبی نے باذنِ خدا معجزہ دکھایا بھی تو فوراً ان کے ذہن تصدیق کی بجائے الٹی راہ چل کر اسے جادو کہنے پر تل گئے اور نبی کی جان کے دشمن ہو گئے۔ ورنہ اگر بشریت و

[1] پہلا ایڈیشن

نبوّت کے درمیان منافات ان کے ذہن نشین نہ کرائی گئی ہوتی تو معجزہ دیکھتے ہی ان کے دل شمعِ ایمان سے منوّر ہو جاتے اور کلمہ توحید ونبوّت کو زبان پر جاری کر کے حضیضِ جہالت سے نکل کر اوجِ ایمانی پر جا پہنچتے۔ چنانچہ قرآنی حکایت کے ماتحت ہر زمانہ کے نبی نے اپنی اُمّت کا اعتراض سُن کر کبھی یہ نہیں کہا کہ میں بشر نہیں ہوں بلکہ وہ یہی کہتے رہے کہ ہم تم جیسے بشر تو ہیں لیکن ہم پر اللہ نے احسان کیا ہے کہ اس نے ہم کو عہدۂ نبوت عطا فرما کر تبلیغ کے لئے بھیجا ہے اور چونکہ ان کی معجزہ طلبی از راہ تمسخر وعناد تھی۔ لہذا نبی یہ جواب دیتے تھے کہ معجزہ دکھانا ہمارے بس میں نہیں ہے اللہ چاہے تو ہم دکھا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق صاف ارشاد ہے۔ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ الخ (پ۱۴ ع ۲۶) یعنی میں بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ آواز کرنے والی مٹی سے اور حضرت آدم علیہ السلام تمام نبیوں کا باپ اور خود بھی نبی ہے لیکن مٹی سے پیدا ہونے والا بشر ہے اور اس کا انکار قرآنی ارشاد کا انکار ہے۔

اور اسی جلد میں پ۱۹ رکوع نمبر ۳ میں آئے گا۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا۔ وہ وہ ذات ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور اس کو نسب اور صہر بنایا۔ تفاسیر اہل بیت میں ہے کہ بشر سے مراد رسالت مآبؐ اور نسب سے مُراد جناب فاطمہؑ اور صہر سے مراد حضرت علیؑ ہے۔

ایک مقام پر بالعموم نبوت کے دستور کے متعلق فرماتا ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ الخ (پ۳ ع ۱۶) کسی بشر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ اس کو کتاب علم اور نبوّت عطا کرے تو وہ لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتا پھرے بجز خدا کے۔ الخ۔ مقصد یہ ہے کہ جس بشر کو نبوت دی جاتی ہے وہ غلط تبلیغ نہیں کرتا اور نہ وہ اپنی عبادت کی ترویج کرتا ہے بلکہ وہ توحید کی دعوت کا علمبردار ہوتا ہے اور اسی پر کاربند رہتا ہے۔

ایک اور مقام پر تمام نبیوں کی پوزیشن کو اس طرح واضح فرمایا۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ۔ پ۱۳ ع ۱۲۔ پ۱۴ ع ۱۶۔ حضورؐ کو خطاب ہے کہ تم سے پہلے ہم نے جس قدر رسول بھیجے وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ ایک مقام پر انکار کرنے والے لوگوں کے بہانۂ بشریت کی مذمت میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ پ۱۵ ع ۱۔ ترجمہ:۔ نہیں روکتی لوگوں کو ایمان لانے سے جب ان کے پاس رسول آئے (ہُدیٰ کا اطلاق رسول پر ہو سکتا ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں) مگر یہ بات کہ از راہِ تعجّب کہتے ہیں کیا بشر کو خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی وہ بشریت اور رسالت میں منافات سمجھتے ہیں۔ اور یہ ان کا نظریہ سراسر غلط ہے۔

ایک اور مقام پر حضورؐ کی تسلی کے لئے ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ پ۱۷ ع ۱۳۔ ترجمہ:۔ ہم نے نہیں مقرر کیا تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا تو کیا جب تم مر جاؤ گے تو وہ ہمیشہ رہیں گے ؟ پس جلائے ایمانی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ ورنہ بشریتِ رسولؐ پر مشتمل آیات کی تعداد

Presented by www.ziaraat.com

قرآن مجید میں بہت زیادہ ہے۔ اب ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی انسان بشریت اور نبوت میں منافات سمجھتا ہے تو ایسے منکرِ قرآن کا سمجھانا ہمارے بس سے باہر ہے۔

پس وہ بشر جس میں نورِ بصیرت موجود ہو اور اس کے سر میں نورِ عقل کی قندیل روشن ہو وہ نورِ ایمان سے بہرہ ور ہو سکتا ہے ورنہ ظلمتِ کفر کے گرداب سے رہائی نہیں پا سکتا اور بشرِ نورانی وہ ہے جس کے دل میں نورِ ایمان کی شمع روشن ہو ورنہ وہ بشر ظلمانی ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام بشر ہونے کے باوجود ان میں نورِ عقل کی قندیل نہیں بلکہ اُمت کے مقابلہ میں وہ عقل کل تھے لہذا ایمان کل تھے۔ اور نورِ مجسم تھے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ صرف بشر نہیں بلکہ سید البشر ہیں۔ اور کل کائنات کے مقابلہ میں عقل کل ایمان کل اور نورِ مجسم ہیں اور حضرت علی علیہ السلام سے حضرت مہدی علیہ السلام تک تمام آئمہ طاہرینؑ یکے بعد دیگرے جناب رسالت مآبؐ کے بعد تمام کائنات کے لئے عقل کل اور ایمان کل و نورِ مجسم ہیں۔

وافی میں ہے کہ محاسن برقی میں خلقتِ عقل والی حدیث کے آخر میں ایک جملہ کا اضافہ ہے اور وہ یہ کہ عقل کل کے ۹۹ جزیں حضرت محمد مصطفیٰؐ کو عطا ہوئیں اور باقی ایک جز تمام بندوں میں تقسیم ہوئی اور اس کی ضد شر ہے۔ صاحب وافی فرماتے ہیں کہ تقسیم ہونے والی جز شعاعی جز ہے جس کے الگ ہونے سے عقل کل میں سے کوئی شئی کم نہیں ہوتی۔

نور و عصمت میں تلازم

ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ نور کے معنی میں خیر اور بھلائی داخل ہے اور عقل اس کی دوسری تعبیر ہے پس ہر خیر و بھلائی کا پہلو نور و عقل ہوگا۔ اور اس کے برعکس ہر شر و برائی کا پہلو ظلمت و جہالت ہوگا۔ پس جس میں خیر و بھلائی غالب ہوگی اس کا نورانی و عقلی پہلو غالب ہوگا۔ اور جس میں شر و برائی غالب ہوگی۔ اس کا ظلمانی و جہالت کا پہلو غالب ہوگا۔ پس جس میں خیر اور بھلائی ہی ہو۔ اور شر و برائی بالکل نہ ہو۔ تو وہ نورِ مجسم و عقل کامل اور ایمان کل ہوگا۔ اس کا مقابل جہالت مجسمہ ظلمت تامہ اور کفر کل ہوگا۔ اور اسی نکتہ کے پیش نظر حضرت رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق بروز خندق ارشاد فرمایا تھا۔ بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ۔ یعنی آپ نے علیؑ کو مجسم ایمان اور اس کے مقابل کو کفر مجسم قرار دیا۔ کیونکہ وجود علی میں تاریک پہلو کوئی نہیں تھا اور اس کے مقابل میں روشن پہلو کوئی نہیں تھا۔ پس یہ نور محض تھا۔ اور وہ ظلمت کا مرقعہ تھا اور چونکہ عقل و نور ایک ہی حقیقت کی تعبیریں ہیں۔ تو احادیث کی روشنی میں اس کی مزید وضاحت ضروری ہے۔

چنانچہ وافی میں بروایت خصال صدوق حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ خدا نے عقل ایک نور سے پیدا کیا جو اس کے علم سابق میں مکنون و مخزون تھا جس کا علم نہ کسی نبی مرسل کو تھا اور نہ ملک مقرب کو۔ پس علم کو اس کا نفس فہم کو اس کی روح۔ زہد کو اس کا سر حیا کو اس کی آنکھیں حکمت کو اس کی زبان۔ نرمی کو اس کی حکمت اور رحمت کو اس کا دل قرار دیا۔ اس کے بعد دس چیزوں کو عقل کی غذا و تقویت کا باعث قرار دیا۔ یقین۔ ایمان۔ صدق۔ سکینہ۔ اخلاص۔ رفق۔ عطیہ۔ خشوع ذکر اور شکر۔ الخ۔ حدیث میں عقل کی اس تصویر کشی سے معلوم ہوا کہ یہ اوصاف عقل کے نشان ہیں اور ان کا نہ ہونا جہالت کا غماز ہے

Presented by www.ziaraat.com

گویا یہ اوصاف نور کی شعاعیں ہیں۔ اور ان کا عدم ظلمت کی گھٹائیں ہیں۔

اصول کافی میں بروایت سماعہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْعَقْلَ وَهُوَ اَوَّلُ خَلْقٍ مِنَ الرُّوحَانِيِّينَ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ مِنْ نُورِهِ۔ ترجمہ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے عقل کو خلق فرمایا۔ اور یہ عرش کے دائیں طرف روحانیین میں سے اس کی پہلی مخلوق ہے جس کو اس نے اپنے نور خاص سے پیدا کیا۔ پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے عقل کے معاون کچھتر بیان فرمائے اور ان کی ضدوں کو جہل کا معاون قرار دیا۔

(۱) خیر وزیر عقل اس کی ضد شر وزیر جہل (۲) ایمان اور اس کی ضد کفر (۳) تصدیق اور اس کی ضد انکار (۴) رحمت خدا کا امیدوار ہونا اور اس کی ضد مایوس ہونا (۵) عدل اور اس کی ضد جور (۶) اللہ کے فیصلہ پر رضا اور اس کی ضد ہے اس کے فیصلہ پر ناراض ہونا (۷) شکر اور اس کی ضد بے شکری (۸) امید عطا اور اس کی ضد ناامید ہونا (۹) توکل اور اس کی ضد حرص (۱۰) نرم دلی اور اس کی ضد سخت دلی (۱۱) رحمت اور اس کی ضد غضب (۱۲) علم اور اس کی ضد جہل (۱۳) دانشمندی اور اس کی ضد حماقت (۱۴) پاکدامنی اور اس کی ضد پردہ دری (۱۵) زہد اور اس کی ضد رغبت (۱۶) خودداری اور اس کی ضد چھچھورا پن (۱۷) خوف خدا اور اس کی ضد ناخداترسی (۱۸) تواضع اور اس کی ضد تکبر (۱۹) متانت اور اس کی ضد جلد بازی (۲۰) علم اور اس کی ضد بیوقوفی (۲۱) خاموشی اور اس کی ضد یاوہ گوئی (۲۲) جھکنا اور اس کی ضد اکڑنا (۲۳) تسلیم اور اس کی ضد شک (۲۴) صبر اور اس کی ضد بے صبری (۲۵) درگذر اور اس کی ضد انتقام (۲۶) غنائے نفس اور اس کی ضد فقر نفس (۲۷) تذکر (بھولی ہوئی کا یاد آجانا) اور اس کی ضد سہو (۲۸) حفظ اور اس کی ضد نسیان (۲۹) صلہ رحمی اور اس کی ضد قطع رحمی (۳۰) قناعت اور اس کی ضد لالچ (۳۱) ہمدردی اور اس کی ضد لاپرواہی (۳۲) دوستی اور اس کی ضد دشمنی (۳۳) عہد کی وفا کرنا اور اس کی ضد عہد شکنی (۳۴) نیکی اور اس کی ضد گناہ (۳۵) فروتنی اور اس کی ضد بڑائی (۳۶) سلامتی اور اس کی ضد آزمائش (۳۷) سنجیدگی اور اس کی ضد غباوت (۳۸) حب اور اس کی ضد بغض (۳۹) سچ اور اس کی ضد جھوٹ (۴۰) حق اور اس کی ضد باطل (۴۱) امانت اور اس کی ضد خیانت (۴۲) اخلاص اور اس کی ضد ملاوٹ (۴۳) ذکی ہونا اور اس کی ضد بلید ہونا (۴۴) معرفت اور اس کی ضد انکار (۴۵) سہل انگاری اور اس کی ضد چڑچڑاپن (۴۶) عدم موجودگی میں خیرخواہی اور اس کی ضد فریب کاری (۴۷) پردہ پوشی اور اس کی ضد افشار راز (۴۸) نماز اور اس کی ضد بے نمازی (۴۹) روزہ اور اس کی ضد افطار (۵۰) جہاد اور اس کی ضد بزدلی (۵۱) حج اور اس کی ضد میثاق کا توڑنا (۵۲) بات کو دل میں رکھنا اور اس کی ضد چغل خوری (۵۳) والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور اس کی ضد عقوق الوالدین (۵۴) بے ریا ہونا اور اس کی ضد ریاکاری (۵۵) معروف اور اس کی ضد منکر (۵۶) پردہ اور اس کی ضد بے پردگی (۵۷) تقیہ اور اس کی ضد عدم تقیہ (۵۸) انصاف اور اس کی ضد انصاف کے تقاضوں کو چھوڑ دینا (۵۹) ٹھنڈے دل سے سوچنا اور اس کی ضد بغاوت (۶۰) ستھرا ہونا اور اس کی ضد میلا رہنا (۶۱) حیا اور اس کی ضد بے حیائی (۶۲) میانہ روی اور اس کی ضد سرکشی (۶۳) دنیاوی جھمیلوں میں نہ پڑنا اور آرام سے رہنا اور اس کی ضد ہے دنیاوی کاموں میں انہماک اور تھکاوٹ (۶۴) نرمی اور اس کی ضد سختی (۶۵) برکت اور اس کی ضد بے برکتی (۶۶) عافیت اور اس کی ضد تکلیف (۶۷) متوسط گذارا اور اس کی ضد ذخیرہ اندوزی (۶۸) دانائی اور اس کی ضد غلط رائے

Presented by www.ziaraat.com

(۶۹) وقار اور اس کی ضد ہلکا پن (۷۰) نیک بختی اور اس کی ضد بد بختی (۷۱) توبہ اور اس کی ضد گناہوں پر اصرار کرنا (۷۲) استغفار اور اس کی ضد دھوکے میں رہنا (۷۳) چستی اور اس کی ضد سستی (۷۴) دعا اور اس کی ضد دعا سے گریز کرنا (استنکاف) (۷۵) نیک کاموں میں مداومت اور اس کی ضد سست ہو جانا (۷۶) اللہ کی محبت میں خوش رہنا اور اس کی ضد دنیاوی غم (۷۷) اتفاق اور اس کی ضد ہے پھوٹ (۷۸) سخاوت اور اس کی ضد ہے بخل۔

(اقول) صاحب صافی تحریر فرماتے ہیں کہ تعداد میں یہ اٹھتر ہیں حالانکہ پچھتر کہا گیا تھا تو شاید تین اوصاف کا تکرار ہی اس کا موجب ہوا ہو۔ مثلاً نمبر ۹ رجا اور اس کی ضد قنوط ہے۔ اور نمبر ۸ طمع اور اس کی ضد یاس ہے۔ اور ان دونو کا ترجمہ ایک ہو سکتا ہے اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا اور اس کی رحمت سے ناامیدی۔ اسی طرح نمبر ۶۳ سلامتی کی ضد بلا ہے اور نمبر ۲۲ عافیت کی ضد بلا ہے اور دونو کا ترجمہ ایک جیسا ہے اور اسی طرح نمبر ۱۳ فہم کی ضد حمق اور نمبر ۳۷ فہم کی ضد غباوت ہے اور دونو کا مفہوم تقریباً ایک ہے ان تمام اوصاف کے گننے کے بعد آپ نے فرمایا۔ عقل کے یہ تمام معاون نہیں جمع ہو سکتے۔ مگر نبی میں یا نبی کے وصی میں یا اس مومن میں جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لئے آزما لیا ہو۔ لیکن ہمارے باقی موالی جو ہیں وہ ان اوصاف میں سے کسی نہ کسی صفت سے خالی نہ ہوں گے اور باقی صفات کو اپنے اندر جذب کرتے کرتے آخرکار کامل ہو جائیں گے اور جہل کے اوصاف سے کنارہ کش ہوتے ہوتے آخر اس سے بچ جائیں گے پس وہ انبیاء و اوصیاء کے ہمراہ بلند درجہ میں پہنچ جائیں گے لیکن یہ عقل اور اس کے معاونین کی معرفت اور جہل اور اس کے اوصاف سے پرہیز کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس اس طولانی روایت سے معلوم ہوا کہ نبی اور وصی نبی چونکہ عقل کل ہیں لہذا وہ عقل کے جمیع اوصاف کے جامع ہوتے ہیں اور ان میں جہل اور اس کے جملہ اوصاف برائے نام بھی نہیں پائے جاتے اور چونکہ عقل نور ہے۔ پس انبیاء و اوصیاء نور ہیں یعنی ان کے وجود مسعود میں تمام اوصاف حسنہ بدرجہ اتم موجود ہیں پس ہر صفت کمال کے لحاظ سے وہ روشن پہلو کے حامل ہیں اور ان میں ظلمانی و تاریکی کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ لہذا باوجود بشریت کے نور محض ہیں۔ اور محمد و آل محمد چونکہ تمام انبیاء و اوصیاء سے اشرف و اکمل ہیں۔ لہذا ان کی بشریت ہر بشر سے بلند تر اور ان کی نوریت تمام انوار سے اعلیٰ تر ہے نہ کوئی بشر ان کی بشریت تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی نور کو ان کی نوریت تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے اور جب کمالات انسانیہ کا ہر روشن پہلو ان میں موجود ہے اور ہر تاریک پہلو سے وہ منزہ و مبرا ہیں تو اسی کا نام عصمت ہے پس نور، عقل، عصمت، طہارت و رحمت میں معنوی طور پر سنخیت و یگانگت موجود ہے۔

فن منطق میں نئے باب کا اضافہ

ایک صاحب جو دور حاضر کے چوٹی کے مقررین میں سے ہیں۔ اپنی سحر بیانی کی بدولت بڑے سے بڑے مجمع کے دلوں کو موہ لینا اور ان کو گرویدہ بنا لینا۔ نیز خاموش مجلسوں کو چند جملوں میں اچھال لینا اور ان سے داد واہ واہ حاصل کر لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

بہر کیف آپ رقص منبری میں بہت ماہر ہیں اور عوام میں بحر علم کے غواص بھی سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے علمائے اعلام کی تحقیر و تذلیل میں اپنی مزخرفات کا ایک طومار لکھ مارا ہے جسے وہ علمی خدمت تصور کرتے ہیں۔ مجھے ان کے علم کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں

Presented by www.ziaraat.com

البتہ اُن کے دہانِ قلم سے نکلے ہوئے بعض الفاظ ان کی علمی بے کسی کا رونا ضرور روتے ہیں کیونکہ نہ تو بازاری لب و لہجہ سے کسی مطلب کو ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ خطابیہ حیلے حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کر سکتے ہیں انہوں نے اپنے زورِ خطابت سے فن منطق میں ایک باب کا اضافہ کرنے کی جرأت کی چنانچہ انبیاء کو الگ نوع ثابت کرنے کے لئے بشر کو نبی اور عام انسان کے لئے جنس کا نام دے دیا۔ فرماتے ہیں جس طرح حیوان جنس ہے اور اس کے ماتحت انواع ایک دوسرے سے بذریعہ فصل ممیز جدا ہوتی ہیں اسی طرح بشر جنس ہے اور نبی و دیگر انسان اس کی الگ الگ دو نوعیں ہیں چنانچہ مثلاً وحی کا ہونا نبی کی فصل ممیز اور وحی کا نہ ہونا انسان کے لئے فصل ممیز ہے۔ پھر اپنے مزعومہ فاسدہ کو تحقیق انیق قرار دیتے ہوئے معلمین کو چیلنج کرتے ہوئے علماء کا منہ چڑانے کی بھی انہوں نے کوشش کی کہ معلّمین حضرات قرآن مجید میں نبی پر کہیں بشر کا اطلاق دکھائیں کہ فصل ممیز اس کے ساتھ موجود نہ ہو اور ہم نے ابھی نور و بشر کے بیان میں متعدد آیات ذکر کی ہیں جن میں نبی کو صرف بشر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ مثلاً اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ پ۱۴ ع ۳۔ یہاں بشر سے مراد حضرت آدم ہیں اور ان کا نبی ہونا شک و ریب سے بالاتر ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِن مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ پ۱۷ ع ۳۔ یعنی ہم نے نہیں مقرر کیا تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا تو کیا جب تم مرجاؤ گے تو وہ ہمیشہ رہیں گے ؟ آیت مجیدہ میں حضورؐ کو صرف بشر کہا گیا ہے۔ یعنی جس طرح ہم نے بالعموم کسی بشر کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا مقرر نہیں کیا تو آپ بھی اسی قانون کے ماتحت جام موت پئیں گے اور وہ لوگ بھی مریں گے جو آپ پر معترض ہیں

اسی جلد کے پارہ نمبر ۱۹ کے رکوع نمبر ۳ میں خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ تفسیر اہل بیتؑ میں بشر سے مراد حضرت رسالت مآبؐ نسب سے مراد جناب فاطمہؑ اور صہر سے مراد حضرت علیؑ ہیں ص۱۸۲ کسی فصل ممیز کا ذکر ساتھ موجود نہیں ہے۔ ہاں اگر اس لحاظ سے انبیاء کو الگ نوع کہا جائے کہ ان میں نور نبوت اور روحِ نبوّت موجود ہے جو باقی انسانوں میں نہیں تو اس نئی اصطلاح کے پیدا کرنے میں کوئی ہرج نہیں بلکہ اس قسم کی سینکڑوں اصطلاحیں کوئی وضع کرتا پھرے اس پر کسی صاحب ذوق کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ کیونکہ لامشاحۃ فی الاصطلاح اس طرح نئی اصطلاح پیدا کرتے ہوئے کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ عالم اور جاہل دو الگ الگ نوعیں ہیں، کیونکہ عالم میں نور علم موجود ہے اور جاہل اس سے خالی ہے۔ اسی طرح مومن اور کافر دو الگ الگ نوعیں ہیں کیونکہ مومن میں نور ایمان ہے اور کافر اس سے خالی ہے۔ اسی طرح معصوم اور غیر معصوم دو الگ الگ نوعیں ہیں۔ اسی طرح نیک و بد سخی و بخیل تندرست و بیمار و علی ہذا القیاس۔ ہر صاحبِ صفت کو فاقد صفت سے الگ نوع قرار دیکر ایک اصطلاح قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہ انسانوں تک محدود نہیں بلکہ حیوان کی باقی انواع اونٹ گھوڑا گدھا بیل بھیڑ بکری حتیٰ کہ مرغ تک کو جنس قرار دیکر ان کی ماتحت اصناف کو انواع کا نام دیتے ہوئے جدّت پسندی کی ہوس کو ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے لیکن اگر اس کو منطقی اصطلاح قرار دیا جائے تو عالم معقول ایسے دریدہ دہن مجدد کے منہ پر تھوک دے گا۔ جس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) بشر کا نبی سے عام ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ بشر کو نبی کی جنس قرار دیا جائے اس میں شک نہیں کہ ہر بشر نبی نہیں ہوتا اور ہر نبی بشر ہوتا ہے لیکن بعینہٖ اسی طرح کہا جاتا ہے ہر بشر شریف انسان نہیں لیکن ہر شریف انسان بشر ہوتا ہے ہر بشر صاحب علم نہیں

Presented by www.ziaraat.com

لیکن ہر صاحب علم بشر ہوتا ہے۔ اور ہر بشر سخی نہیں لیکن ہر سخی بشر ہوتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ تو اس عموم کا یہ مطلب نہیں کہ بشر کو ان تمام کے لئے جنس قرار دیکر ان کو اس کی انواع قرار دیا جائے بلکہ اہل منطق کے نزدیک ان کو اصناف کا مرتبہ دیا جاتا ہے۔ اور جناب رسالتمآبؐ نے خود اس کو ایک صفت خاصہ کا درجہ دیا ہے جس طرح انسان کے مختلف افراد ہیں۔ مختلف صفات علم و جہل اور حسن و قبح وغیرہ ہوتے ہیں جیسا کہ سورہ فرقان کی تفسیر میں ص۱۶۵ پر بیان ہوگا۔

(۲) نبی پر بشر کا اطلاق جائز ہے اور بغیر یُوحیٰ اِلیَّ کے جس کو فصل ممیز ٹھہرایا گیا ہے۔ بشر کا اطلاق نبی پر قرآن مجید میں ہوا ہے جس طرح ہم نے ابھی ثابت کیا ہے اور اگر اصرار کیا جائے کہ بغیر یُوحیٰ اِلیَّ کے بشر کا اطلاق نبی پر ناجائز ہے تو دوسری طرف عام انسانوں پر بھی بغیر فصل لگائے بشر کا اطلاق ناجائز ہوگا کیونکہ بشر کی نوع ہونے میں دونو برابر ہیں۔ پس فصل ممیز دونوں کے لئے ضروری ہے۔

(۳) کسی جنس کی الگ الگ نوعیں ایک دوسرے سے پیدا نہیں ہوتیں بلکہ ہر نوع کا آبائی ونسلی سلسلہ اسی نوع کا ہی ہوتا ہے حالانکہ بہت سے انبیاء ایسے ہیں جن کے والدین نبی نہیں تھے اور اگر بعض نبیوں کے باپ نبی ہیں تو ماں کسی نبی کی بھی نبیہ نہیں تھی اسی طرح انبیاء کی اولاد ساری نبی نہیں اور تمام انسان ایک نبی حضرت آدمؑ کی تو یقیناً اولاد ہیں اسی طرح جملہ سادات حضرت علیؑ کی اولاد ہیں حالانکہ نوعی اختلاف اس اختلاط کی اجازت نہیں دیتا۔ (۴) اگر انسان نبی کے مقابلہ میں الگ نوع ہو تو نبی پر انسان کا اطلاق غلط ہو جائے گا۔ حالانکہ نبیوں پر انسان کا اطلاق قرآن مجید میں عام ہے۔ **خلقنا الانسان من صلصال** (الحجر پ۱۴ ع ۳) ہم نے انسان کو صلصال سے پیدا کیا اور اس سے مراد حضرت آدمؑ ہیں۔ **الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان** پ۲۷۔ یہاں بھی انسان سے مراد نبی ہے **اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ** پ۵ ع ۵۔ آیت مجیدہ کی تفسیر میں باطن اور تاویل کے لحاظ سے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے یہاں ناس سے مراد ہم ہیں اور ہم ہی حسد کئے گئے ہیں۔ (وافی عن الکافی)

رقاصان منبر علمائے اعلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لئے ان کو غلط تاثر دلاتے ہیں کہ یہ لوگ انبیاء کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہتان عظیم اور افترائے جسیم ہے جو شخص انبیاء کو یا آئمہ کو اپنے جیسا عام انسان سمجھے وہ کافر و ملحد و بے دین ہے بلکہ علمائے اعلام کے نزدیک خدا کی ساری خدائی میں انبیاء اشرف و افضل ہیں اور وہ بشر ہونے ہوئے اپنی امتوں میں عقل کل، نور کل اور ایمان کل تھے اور محمدؐ و آل محمدؐ پوری کائنات حتیٰ کہ گذشتہ انبیاء و مرسلین اور جملہ ملائکہ مقربین کے لئے بھی عقل کل، نور مجسم اور رحمت مطلقہ تھے پس وہ بشر تھے لیکن تمام بشر ان کے غلام اور وہ سید البشر تھے اور کوئی ان کی حقیقت بشری کو نہیں سمجھ سکتا اور ان کا بشری وجود نورانیوں کے نورانی وجود سے اشرف و اعلیٰ تھا حتیٰ کہ جہاں ان کا بشری وجود پہنچ گیا وہاں سید الملائکہ جبریلؑ ساتھ جانے کا دم نہ بھر سکا۔ اسی طرح وہ بشریت کے باوجود نور مجسم تھے اور ان کا نور تمام عالم وجود کے اجالے کا باعث تھا۔

مخلوق اوّل کی نوع مفرد

البتہ عالم انوار میں ان کے نور کو نوع مفرد کہنا بجا ہے کیونکہ فلاسفہ یونان نے چونکہ اول مخلوق عقل اول کو قرار دیا ہے اور اس کے بعد عقل ثانی ثالث تا عاشرہ عقول عشرہ کے قائل ہیں اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عقل اول کا خالق خدا ہے اور علی الترتیب ہر پہلا عقل بعد والے عقل کا خالق ہے اور عقل عاشر اپنے بعد میں ہونے والی جملہ مخلوق کا خالق ہے

Presented by www.ziaraat.com

علاوہ ازیں وہ عقل کو قدیم بھی جانتے ہیں۔ پس وہ عقل کو نوع مفرد اور عقول عشرہ کو اس کے افراد قرار دیتے ہیں یا عقل کو جنس مفرد اور عقول عشرہ کو اس کے ماتحت انواع کا درجہ دیتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اجناس مترتبہ اور انواع مترتبہ کے سلسلہ میں عقول شامل نہیں ہیں اور وہ لوگ چونکہ ملائکہ کے وجود کے قائل نہیں تھے اور نہ انوارِ محمدؐ و آل محمد کا تصور رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کے متعلق نوع یا جنس کا کوئی مرتبہ نہ معین کر سکے۔

اگر ان عقول کی شرعی تعبیر ملائکہ سے کی جائے تو ملک کو نوع مفرد یا جنس مفرد کا نام دیکر ماتحت کو افراد یا انواع کا درجہ دیا جا سکے گا لیکن نہ ملائکہ قدیم ہیں اور نہ اوّل مخلوق۔ بلکہ اول مخلوق صرف نور محمد ہے جس کے چودہ افراد ہیں اور وہی باعث تخلیق کائنات ہے اور اسلامی عقیدہ کی رُو سے نہ تو اوّل مخلوق کو ہم قدیم مانتے ہیں بلکہ مخلوق کا ہونا ہی اس کے حدوث کی دلیل ہے اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب پیدا ہوئے اور جو بھی اس کی تحدید کرے جھوٹا ہے اور نہ ہم اس کو بعد والی مخلوق کا خالق مانتے ہیں اور جو شخص کہے گا کہ اللہ ان کا خالق ہے اور وہ باقی مخلوق کے خالق ہیں وہ فلاسفہ یونان کی نقالی کرے گا۔ اور یقیناً یہ قول باطل اور شرک ہے اور محمدؐ و آل محمد خود اس سے بیزار ہیں۔

بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ تخلیق کائنات کا دستور عادی یہی ہے کہ ہر شئی علل و اسباب مناسبہ کی بدولت منصۂ وجود میں قدم رکھتی ہے تو ان تمام علل و معلولات کا سلسلہ ایک علت تک منتہی ہونا چاہیئے جو علۃ العلل ہو اور اس کا صدور ذات واجب الوجود کی تخلیق سے ہو اور چونکہ اول مخلوق اسلامی نقطہ نگاہ سے نور محمد و آل محمدؐ ہے لہٰذا باقی تمام ہونے والی مخلوق کا صدور ان سے ہوا تو اس عقیدہ سے جہاں ایک طرف تفویض لازم آتی ہے وہاں دوسری طرف خدا کا فاعل مجبور ہونا بھی لازم آتا ہے۔ بنا بریں اس قول کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں اور شیعی عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے اول مخلوق محمدؐ و آل محمدؑ کے نور کو پیدا کیا اور انہی ذوات مقدسہ کی خاطر تمام عالم موجودات کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا۔ پس وہ جس طرح ان کا خالق ہے اسی طرح باقی سب مخلوق کا خالق بھی وہ خود ہے۔ پس محمد و آل محمد نہ اس کے شریک ہیں اور نہ آلہ تخلیق ہیں اور نہ ان کو تخلیق تفویض کی گئی ہے ہماری ذاتی تحقیق کے ماتحت شیخ احمد احسائی مرحوم کا دامن ان اتہامات سے پاک ہے جو اُن کی طرف منسوب ہیں۔ واللہ اعلم

بہرکیف محمد و آل محمد کے انوار نہ بقول فلاسفۂ یونان عقول ہیں اور نہ باصطلاح شرع ملائکہ ہیں بلکہ یہ اول مخلوق ہیں اور اَوّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کے مصداق ہیں اور اس نور کے چودہ افراد ہیں تو جب یہ نور اجناس و انواع کے ترتیب وار سلسلہ میں داخل نہیں تو ماننا پڑتا ہے جو اول مخلوق ہے وہ ایک نوع مفرد ہے جس کے چودہ افراد ہیں۔

نور کی توضیح اور متعلقہ بحث میں اگرچہ طول ہو گیا ہے لیکن خالی از فائدہ نہیں اور ابھی آیت نور کی تشریح میں اس پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ

رکوع نمبر ۷۔ شان نزول تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورہ نور سورہ نساء کے بعد نازل ہوا کیونکہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۵ میں بدکار عورتوں کی سزا کا حکم تھا۔ کہ

Presented by www.ziaraat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

(ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ۝۱

(یہ) سورت جس کو ہم نے اتارا اور فرض کیا (اس پر عمل کرنا) اور اتاریں اس میں نشانیاں واضح تاکہ تم نصیحت پاؤ

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ۪ وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ

زنا کرنے والے عورت و مرد کو کوڑے مارو ہر ایک کو ان میں سے ایک سو کوڑے اور نہ غلبہ کرے تم پر

اگر چار گواہ عینی شہادت دے دیں تو ان کو گھروں میں قید کرو۔ یہاں تک کہ ان پر موت آجائے یا یہ کہ خدا ان کے لئے کوئی اور راستہ مقرر فرمائے اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا۔ پس اس سبیل کو اس سورہ میں بیان کیا گیا ہے کہ زانی مرد و عورت کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔ الخ۔ اور علمائے امامیہ کے نزدیک یہ سزا کنوارے جوڑے کے لئے ہے۔ ورنہ شادی شدہ زانی جوڑے کی سزا رجم (سنگساری) ہے۔

سُوۡرَۃٌ۔ یا سُور البناء سے ہے جس کا معنی ہے بلندی یا اس کا معنی ہے ایک دار جو دیوار پر رکھا جائے۔ پس قرآن مجید کے ایک ٹکڑے کو سورہ کہنا یا تو اس کی بلندی کے پیش نظر ہے۔ یا اس لئے کہ بنائے قرآن میں اس کو ایک دار کی حیثیت حاصل ہے۔

زنا کی شرعی سزا

اَلزَّانِیَۃُ۔ اس بارے میں جامع روایت وہ ہے جو اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے۔ بروایت قمی خلافت ثانیہ کے دربار میں چھ آدمی زنا کے جرم میں گرفتار کر کے پیش کئے گئے۔ خلیفہ نے ہر ایک پر حد جاری کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام موجود تھے فوراً آپ نے ٹوک دیا کہ ایسا مت کرو۔ پس خلیفہ نے عرض کی آپ خود ہی ان پر حد جاری فرمائیں۔ پس ان میں سے ایک کو پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو گردن زدنی قرار دے کر قتل کر دیا۔ دوسرے کو لایا گیا تو آپ نے اس کے رجم کا حکم دیا۔ پھر تیسرے کو ایک سو کوڑے (حد) لگانے کا حکم دیا اور چوتھے کو نصف حد یعنی پچاس کوڑے لگوائے اور پانچویں کو تعزیر و تادیب کر کے چھوڑ دیا۔ اور چھٹے کو رہا کر دیا۔ آپ کے اس فعل سے لوگ بحر تعجب میں ڈوب گئے۔ اور خلیفہ خود اپنے مقام پر حیران و ششدر رہ گیا۔ پس عرض گذار ہوا مولا ایک ہی مقدمہ میں گرفتار ہونے والے ملزموں کی سزائیں الگ الگ کیوں؟ آپ نے جواب کو تفصیل وار بالترتیب بیان فرمایا کہ پہلا شخص کافر ذمی تھا۔ جب اس نے زنا کیا تو اس کے ذمی ہونے والا عہد ختم ہو گیا۔ پس وہ واجب القتل ہو گیا۔ لہذا اسے قتل کر دیا گیا۔ دوسرا ملزم محصن (شادی شدہ) تھا۔ پس اس کی سزا رجم یعنی سنگساری تھی۔ تیسرا ملزم غیر محصن (غیر شادی شدہ) تھا۔ پس اس کی سزا ایک سو کوڑا ہے چوتھا ملزم غلام تھا اور غلام کی سزا نصف حد ہوتی ہے۔ پس اس کو پچاس کوڑے

Presented by www.ziaraat.com

بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ

ان کے لئے نرمی اللہ کے دین میں اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یوم آخر پر اور چاہیئے کہ حاضر ہو

عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۲ الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ

ان کی سزا کے وقت ایک گروہ مومنوں میں سے زانی مرد نہ نکاح کرے مگر زانیہ یا مشرک

مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ

عورت سے اور زانیہ نہ نکاح کرے اس سے مگر زانی یا مشرک اور حرام ہے

لگوائے۔ پانچواں ملزم شبہ کی بنا پر فعل کا مرتکب ہوا لہٰذا اس کو تعزیر وتادیب کی گئی اور چھٹا ملزم چونکہ دیوانہ ہے۔ لہٰذا مرفوع القلم ہے پس اس کو رہا کر دیا گیا۔ (صافی)

مسئلہ۔ رجم کی آیت قرائت کے لحاظ سے منسوخ ہے لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ یعنی جب شادی شدہ جوڑا زنا کرے اور ثابت ہو جائے تو ان دونوں کو رجم کیا جائے گا اور علمائے اعلام کا متفق علیہ فتویٰ ہے۔

مسئلہ۔ محصن سے مراد شادی شدہ مرد اور محصنہ سے مراد شادی شدہ عورت ہے اور اس سے مراد دائمی نکاح ہے پس متعہ کرنے سے مرد یا عورت کو محصن نہیں کہا جاتا۔ معصوم نے فرمایا محصن وہ ہے جو حلال طریقہ سے جنسی خواہش جس وقت چاہے اور جتنی دفعہ چاہے مٹا سکتا ہو۔ (مرادی ترجمہ)

مسئلہ۔ غلام اور کنیز کو محصن نہیں کہا جاتا اگرچہ شادی شدہ بھی ہوں پس ان کے زنا کی حد آزاد کنوارے کی سزا کی نصف ہے یعنی پچاس کوڑے اس کو لگائے جائیں گے۔

مسئلہ۔ ایک روایت میں ہے کہ کنوارا جوڑا اگر زنا کرے تو ایک ایک سو کوڑے کی سزا کے علاوہ ایک سال تک ان کو شہر بدر کیا جائے گا۔ اور جس جوڑے کا نکاح ہو چکا ہو لیکن شادی نہ ہوئی ہو تو کنوارا سمجھا جائے گا۔

مسئلہ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب تک چار آدمی عینی شاہد نہ ہوں تو مرد و عورت کو رجم نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ۔ امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر رجم کیا جائے گا اور ان کے سر اور شرمگاہ پر پتھر نہ برسائے جائیں گے اور مروی ہے کہ پشت کی طرف سے رجم کیا جائے گا اور ان کے منہ کو بچایا جائے گا۔ (برہان)

مسئلہ۔ زانیوں کو سزا تنہائی میں نہ دی جائے بلکہ ایک طائفہ ان کی سزا کو دیکھے تا کہ عبرت و نصیحت حاصل ہو اور طائفہ کی حد مقرر نہیں، امام وقت جس قدر آدمیوں کو بلائے درست ہے۔

مسئلہ۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کوڑے سخت طور پر لگانے چاہیئں اور ننگے جسم پر لگائے جائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

مسئلہ۔ زانی وزانیہ کو رجم کرنے کے وقت پتھر سختی سے مارے جائیں اور اللہ کی حدود میں نرمی ممنوع ہے۔

مسئلہ۔ سزا کا حکم بیان کرنے میں زانیہ کو پہلے ذکر کیا کیونکہ عورت کا جرم زنا بہ نسبت مرد کے سنگین تر ہے ایک تو قوم وقبیلہ کے لئے باعث ننگ وعار ہے اور دوسرے نسل انسانی کی حفاظت کی ذمہ داری زیادہ تر عورت پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اس بارے میں امین کی حیثیت رکھتی ہے پس اس کی خیانت نسل انسانی کی تباہی کی موجب ہے۔

مسئلہ۔ حدود کا قائم کرنا فرض ہے چنانچہ ارشاد ہے (فرضنٰھا)

فرض اور واجب میں یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ فرض وہ ہے جو حاکم وآمر کے حکم سے ضروری قرار دیا جائے اور واجب بعض اوقات حاکم کے حکم کے بغیر بھی ہو جاتا ہے جیسے شکر منعم کا وجوب گویا واجب کا مفہوم فرض سے عام ہے۔

طائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ کم از کم کی کیا حد ہے۔ چار۔ دو۔ ایک تک کا قول بھی موجود ہے اور امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کم از کم ایک آدمی بھی ہو سکتا ہے (مجمع) اور اس کا شاہد قرآن مجید کا یہ فرمان ہے وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا۔الخ یعنی مومنوں کے دو گروہ جب لڑیں۔ یہاں طائفتان سے مراد دو مومن بھی ہو سکتے ہیں۔

نص خلافت

خلافت اجماعیہ کو ثابت کرنے والے بعض لوگ اس آیت اور اس قسم کی جملہ آیات کو اپنے مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ یہ مسلّم ہے کہ حدود شرعیہ امام کے بغیر جاری نہیں ہو سکتیں اور خدا نے تمام مومنوں کو بالعموم یہ حکم دیا ہے فَاجْلِدُوْا کہ ان کو حد لگاؤ یا چور کے ہاتھ کاٹو تو اس کا الزامی نتیجہ یہی ہے کہ مومنوں کو امام نصب کرنے کا حکم ہے یعنی امام کا انتخاب کر لو تاکہ وہ حدود کو جاری کرے۔

واقعی کسی شئی کی محبت انسان کو اس کے عیب دیکھنے سے اندھا اور اس کی برائی سننے سے بہرہ کر دیا کرتی ہے۔ چونکہ خشت اوّل غلط نصب ہو چکی ہے لہذا دیوار کی کجی کی مذمت کی بجائے اس کی صحت ثابت کرنے میں اپنی علمی طاقت کو خرچ کیا جاتا ہے اور اگر چشم بصیرت سے جنبہ داری وتعصب کی پٹی ہٹا کر غور کیا جائے تو آیت مجیدہ ببانگ دہل نصی خلافت کا اعلان کر رہی ہے کیونکہ جب مسلّم ہے کہ امام کے بغیر کسی کو حدود کے قائم کرنے کا حق حاصل نہیں ہے تو حدود قائم کرنے کے لئے جس قدر قرآن مجید میں احکام ہیں ان کا خطاب عوام سے نہیں بلکہ انہی سے ہے جنہوں نے حدود کو قائم کرنا ہے اور اس کا التزامی نتیجہ یہ ہے کہ حکم صادر کرنے سے پہلے خدا امام کو متعین کرے اور بعد میں عمل درآمد کے لئے فرمان جاری کرے اور جن لوگوں سے فعل کا تعلق نہیں وہ خود بخود حکم کے متعلق سے خارج ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز وروزہ کے احکام میں عورتیں مردوں کے ساتھ شامل ہیں۔ لہذا خطاب دونوں کو شامل ہے لیکن جہاد میں چونکہ عورتیں مردوں کے ساتھ شامل نہیں ہوتیں۔ لہذا حکم جہاد اگرچہ یا ایھا الذین آمنوا کے لہجہ سے آئے۔ تاہم مردوں کے لئے مخصوص ہوگا اور عورتوں کو اس سے خارج سمجھا جائے گا۔ نیز قرآن مجید کے عمومی فرامین جن پر عمل کرنا ہر مومن کا فریضہ ہے وہاں خطاب عامۃ المسلمین کو ہے لیکن جن امور کا تعلق نظام حکومت اور تدبیر مملکت سے ہے وہاں خطاب کو عامۃ الناس کے لئے قرار دینا کج بحثی بلکہ کور باطنی کے سوا اور کچھ نہیں۔ قرآن مجید قیامت تک کے لئے تکمیل

Presented by www.ziaraat.com

انسانیت کا مکمل کورس اور نظامِ مملکت کا کامل دستور ہے۔ پس جہاں عوام کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے وہاں حدودِ شرعیہ کی محافظت کے لئے قرآنی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے خدا کی جانب سے نامزد نمائندوں کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے لے کر حضرت مہدی علیہ السلام تک خدا کی جانب سے یکے بعد دیگرے متعین ہیں۔ اور نظامِ شرعی کو برقرار رکھنے اور حدودِ قرآنیہ کو قائم رکھنے کے لئے جس قدر خطابات وارد ہیں ان کا تعلق انہی سے ہے اور ان کا ان پر عمل کرنا ضروری ہے بشرطیکہ اقتدارِ مملکت ان کے ہاتھ میں ہو۔ پس اس قسم کی آیات سے اجماع اور الیکشن کے جواز کے بجائے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ حدود کا قیام واجب ہے جو امام کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عوام پر واجب ہے کہ خدا کی جانب سے نصب کردہ امام کے ہاتھوں کو مضبوط کریں اور اس سے بھرپور تعاون کریں تاکہ ان کا اقتدار قائم رہے اور کوئی دشمنِ دینِ خدا کرسیٔ اقتدار کی طرف للچائی ہوئی نظریں ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے اور اس کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے۔ مثلاً جہاد واجب ہے اور جہاد کرنا بغیر امام کے ناممکن ہے تو طالوت و جالوت کے قصہ میں خدا نے اس حقیقت کی قلعی کھول دی کہ طالوت کو تمہارا امام و قائد مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس حکم کے سننے کے بعد انہوں نے کئی جتن کئے اور گلو خلاصی کے بہانے تلاش کئے کہ وہ مالدار نہیں۔ وہ قوم و قبیلہ میں پست ہے لیکن خدائی اٹل فیصلہ کے سامنے ان کی ایک نہ چلی اور ارشاد ہوا کہ جس کو خدا نے چنا ہے وہ علم اور طاقت میں زیادہ ہے۔ لہٰذا جہاد کی قیادت کے لئے وہ موزوں تر ہے اور تم پر اس کی کمان میں رہتے ہوئے اس کی اطاعت فرض ہے۔ وہ چونکہ عالم ہے لہٰذا اس کی تجویز کردہ ہر سکیم کو کامیاب کرنے کے لئے اس کا بھرپور تعاون کرو تاکہ دشمن بے بس ہو کر تمہارے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے۔ پس اس امت میں بھی امام کا نصب کرنا اس کا کام ہے۔ اور اس نے بزبانِ پیغمبر باعلانِ عام حضرت علیؑ سے حضرت مہدیؑ تک مقرر فرما دیئے ہیں اور عوام کو تعاون کی دعوت دی گئی ہے لیکن پہلے دن سے مسلمانوں نے ان کی جانب دستِ تعاون بڑھانا چھوڑ دیا اور رائے من مانے غلط راستہ پر چل نکلے جس کے نتیجہ میں نااہل لوگوں کی طرف اقتدار منتقل ہو گیا۔ پس احکام مضمحل اور حدود معطل ہو گئیں اور آخرکار خدا کی جانب سے امام منصوب کو گوشۂ غیب میں آرام کرنا پڑا پھر جب اس کی مصلحت ہو گی تو غیب کا پردہ اٹھے گا پس اسلام دوبارہ زندہ ہو گا۔ قرآن منبر پر آئے گا اور امن و انصاف کا بول بالا ہو گا۔ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہٗ۔ نیز اگر حدود قائم کرنے کا حکم عوام کے لئے ہو تو چور و زانی و دیگر جرائم پیشہ لوگ بھی تو عوام میں ہوتے ہیں۔ بلکہ تجربہ تو بتاتا ہے کہ شاید بہت کم مقدار ایسے افراد کی نکل سکے گی۔ جو زندگی بھر ایسے جرائم سے یکسو رہے ہوں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ عوام کو حکم دیا جائے کہ تم حدود قائم کرو یا ایسے شخص کا انتخاب کرو جو حدود کو قائم کرے کیا چور و زانی و مجرم سے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے شخص کے اقتدار کا حامی ہو گا جو ان کو سزائیں دے۔ ہاں اگر ہر زمانہ میں اکثریت کا رجحان نیکی کی طرف ہوتا تو اکثریت کی نظرِ انتخاب ایسے افراد پر پڑتی جو حدودِ قرآنیہ کا پاسدار ہو لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ کسی ایسے کا انتخاب کرتے جو ظاہر میں نیک اور باطن میں بد ہوتا پس بجائے حدود کے قیام کے حدود معطل ہو جاتیں۔ لیکن اگر اکثریتی رجحان ہی معصیت کی طرف ہو۔ اور بہت کم ایسے لوگ ہوں جن کا دامن جملہ آلائشوں سے پاک ہو تو ایسی صورت میں عوام تو ایسے شخص کے اقتدار کے حامی ہوں گے جو ان جیسا غلط کار

Presented by www.ziaraat.com

ہوتا کہ حدودِ شرعیہ کی زد سے بچ کر رنگ رلیاں مناتے رہیں اور اسلام کا لبادہ بھی اوڑھے رہیں۔ نیز حدود جاری کرنے کا سزاوار وہی ہوسکتا ہے جو خود افعالِ ناشائستہ سے گریزاں ہو اور اس کا اپنا دامن غلط کاریوں سے منزہ ہو۔ پس وہ معصوم ہی ہو سکتا ہے۔ اور عصمت ایک ایسا جوہر ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی جان نہیں سکتا۔ کیونکہ عوام ظاہری نیکی کو دیکھ سکتے ہیں۔ باطنی برائیوں کو معلوم نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ پس حدود قائم کرنے کے لئے معصوم امام کا نامزد کرنا صرف اسی کا کام ہے۔

نیز دنیاوی عام حکومتیں جب ملک کی تدبیر و تنظیم کے قوانین نافذ کرتی ہیں تو جن امور کا تعلق پبلک سے ہوتا ہے وہاں خطاب بھی عوام کو کیا جاتا ہے لیکن جن اُمور کا تعلق نظامِ مملکت سے ہوتا ہے اور تعزیرات کا بیان ہوتا ہے وہاں خطاب عوام سے نہیں ہوتا کہ تم پر نظامِ مملکت کی بحالی واجب ہے لہٰذا اپنے علاقہ میں ایک ناظم چن لو تاکہ وہ نظام کو قائم کرے بلکہ ایسے خطابات کا تعلق متعلقہ آفیسروں اور عہدیداروں سے ہوتا ہے جو حکومت کی طرف سے نامزد ہوتے ہیں اور نظامِ مملکت کی تدبیر کے لئے اہل قرار دیئے جاتے ہیں۔ ہاں عوام سے حکومت کا یہی مطالبہ ہوتا ہے کہ آئین حکومت کے نفاذ کے لئے حکام طبقہ کے ساتھ بھرپور تعاون کریں تاکہ ملکی آئین کامیابی سے نفوذپذیر ہو اور ملک ترقی کی راہوں پہ گامزن ہو سکے۔ پس قانون الٰہی یعنی اسلامی ضابطۂ حیات بھی اسی لہجہ سے خطاب فرما رہا ہے اور آئمہ کو حکم ہے کہ حدودِ شرعیہ کو جاری رکھیں اور اللہ کے دین میں نرمی اور سہل انگاری سے کام نہ لیں اور پبلک کو ضمنی طور پر دستِ تعاون بڑھانے کا حکم ہے اور حدودِ شرعیہ کے اجراء کے وقت ایک طائفہ کی شمولیت جہاں عبرت حاصل کرنے کے لئے ہوسکتی ہے۔ وہاں دستِ تعاون بڑھاتے ہوئے حکومتِ اسلامیہ کے ہاتھ مضبوط کرنے کا راز بھی اس میں پنہاں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اقتدارِ اعلیٰ کا حق صرف امام معصوم کو ہی حاصل ہے اور عصمت انتخاب سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ یہ ایک جوہر ہے جس کو اللہ عطا فرمائے وہی معصوم ہوتا ہے اور اس کا علم سوائے اللہ کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ خود اس کا اعلان نہ فرمائے۔ پس اُمت کے لئے نصب امام کا حق صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ اور اُمت پر اس کی اطاعت واجب ہے اور اپنے دورِ اقتدار میں امام جن کو اپنا نائب مقرر کرے وہ ان تمام اُمور کا متولی ہوتا ہے جن کا انتظام امام کے ذمہ ہوتا ہے۔ پس اقامتِ حدود کا ذمہ دار بھی وہی ہوتا ہے۔ اور غیبتِ امام کے زمانہ میں اگر فقہاء زمانہ کو موقعہ ملے۔ اور حکومتِ وقت ساتھ دے تو حدودِ شرعیہ قائم کی جا سکتی ہیں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں تین حالات سے خالی نہیں۔ یا تو حدودِ شرعیہ کو بالکل معطل چھوڑ دیا جائے۔ نیز یتیموں اور دیوانوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیا جائے یا حدودِ شرعیہ اور حقوقِ یتامیٰ کی سرپرستی کا حق جاہلوں اور دین کے دشمن لوگوں کے حوالے کیا جائے یا علماء فقہاء کو ان کی تولیت کا حق دیا جائے۔ پہلی دونو صورتیں عقلاً قابلِ قبول نہیں ہیں۔ لہٰذا تیسری صورت پر عمل کرنا عقلاً واجب ہے۔ اگرچہ آئمہ کی طرف سے صریحی فرمان اس بارے میں نہیں ملتا۔ لیکن بعض جن احادیث میں دینی معاملات میں علمائے امامیہ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا

Presented by www.ziaraat.com

ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا

یہ مومنوں پر — اور جو تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں پر پھر نہ لائیں

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً

چار گواہ تو کوڑے لگاؤ ان کو ۸۰ کوڑے اور نہ قبول کرو ان کی شہادت

اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ

کبھی اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جنہوں نے توبہ کر لی بعد اس کے اور اصلاح کر لی تو

ہے ان سے اس مسئلہ کی تائید حاصل ہوتی ہے اور دلیل عقلی کے ساتھ روایت کی تائید اثبات مطلب کے لئے کافی ہے
اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ۔ منقول ہے کہ مکہ میں چند مرد و عورتیں بدکاری و فحاشی میں مشہور تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ان بدکار عورتوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا اور حضورؐ سے اجازت چاہی تو یہ آیت اتری کہ زانی مرد زانیہ عورتوں سے نکاح کریں اور زانیہ عورتیں زانی مردوں سے نکاح کریں کیونکہ ان سے رشتہ کرنا مومنوں پر حرام ہے۔ آیت مجیدہ میں حرمت کا معنی کراہت پر محمول ہے۔ پس پاک دامن عورت کو بدکار مرد کے نکاح میں دینا یا نیک مرد کا بدکار عورت سے نکاح کرنا مکروہ ہے البتہ توبہ کرنے کے بعد کراہت رفع ہو جاتی ہے اور آیت مجیدہ میں زناکاروں کو مشرکوں کے درجہ میں رکھا گیا ہے کہ مشرک اور زانی ایک دوسرے سے رشتہ کر سکتے ہیں۔ گویا اللہ کے نزدیک زنا کی برائی شرک کے برابر ہے۔ اور تفسیر صافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت مدینہ میں اتری۔ پس اللہ نے زانی مرد و عورت کو مومن کا نام نہیں دیا۔ حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا زانی زنا نہیں کر سکتا جب کہ مومن ہو۔ اور چور چوری نہیں کر سکتا اگر مومن ہو۔ اگر ایسا کرے تو ایمان اس سے الگ ہو جاتا ہے جس طرح قمیص اتارنے کے بعد بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔

قذف کی سزا

قذف کا معنی ہے بدکاری کی تہمت لگانا۔
وَالَّذِیْنَ۔ اگر کوئی کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کو ثبوت کے لئے چار عادل گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ جو عینی شہادت دیں ورنہ تہمت لگانے والے کو اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور گواہ اگر چار سے کم ہوں تو ہر ایک کو اسی اسی کوڑوں کی سزا ملے گی۔ آیت میں حکم عورت پر تہمت لگانے کا ہے۔ لیکن مرد بھی اس میں شریک ہیں پس اگر کوئی شخص کسی مرد پر مفعولیت یا فاعلیت لواط یا زنا کی تہمت لگائے تو اس کی سزا بھی اسی کوڑے ہے اور آیت کا ملاک اس کو شامل ہے۔

مسئلہ۔ مرد عورت پر تہمت لگائے یا عورت مرد پر تہمت لگائے دونوں صورتوں میں سزا ایک ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مسئلہ۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی یا دیوانہ کسی پر تہمت لگائے تو اس کو سزا نہ دی جائے گی۔

مسئلہ۔ تہمت لگانے والا آزاد ہو یا غلام اسی کوڑوں کی سزا ہو گی۔ (مجمع)

مسئلہ۔ تفسیر صافی میں ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ تہمت تین صورتوں سے ہوتی ہے۔ (۱) ایک شخص دوسرے پر زنا کی تہمت لگائے (۲) کسی کی ماں کو زانیہ کہے (۳) کسی کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کا بیٹا کہہ کر بلائے۔ ان تینوں صورتوں میں تہمت لگانے والے کو اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص دوسرے کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر خطاب کرے اور اس کی ماں زندہ ہو۔ پس وہ اپنے حق کا مطالبہ کرے تو تہمت لگانے والے کو مذکورہ سزا ملے گی اور اگر وہ گھر سے باہر گئی ہوئی ہو تو اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے گا۔ پس واپسی پر اگر اس نے حق طلب کیا تو ملزم مذکور کو مذکورہ سزا دی جائے گی اور اگر مرچکی ہو اور اس کی برائی معلوم نہ ہو تب بھی تہمت لگانے والے کو سزا دی جائے گی۔

مسئلہ۔ آپ نے فرمایا اگر ایک شخص ایک جماعت پر تہمت لگائے۔ پس وہ سب کے سب مل کر اس کو پکڑ لائیں تو ایک سزا دی جائے گی لیکن اگر الگ الگ باری باری سے اس کو پیش کریں تو الگ الگ اس کو سزا دی جائے گی۔

مسئلہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اگر چند آدمیوں پر ایک جملہ کہہ کر تہمت لگائے اور نام کسی کا نہ لے تو ایک سزا اس کو ملے گی لیکن اگر الگ الگ نام لے تو الگ الگ سزا ملے گی۔

مسئلہ۔ جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ تہمت لگانے والوں کو کوڑے لگاتے وقت سوائے ردا کے باقی کپڑے نہ اتارے جائیں گے۔

مسئلہ۔ حضورؐ سے مروی ہے کہ زانی کی مار شرابی سے سخت ہونی چاہیئے اور شرابی کی مار تہمت لگانے والے سے سخت ہونی چاہیئے اور تہمت لگانے والے کی مار تعزیر سے سخت ہونی چاہیے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ تہمت لگانے والے کو کوڑے نہ بہت سخت کر کے مارے جائیں اور نہ نرم۔ بلکہ متوسط انداز سے اس کو سزا دی جائے۔

مسئلہ۔ تہمت لگانے والے پر اسی کوڑوں کی حد بھی جاری ہو گی اور آئندہ کے لئے اس کی گواہی بھی کسی عدالت میں مقبول نہ ہو گی کیونکہ قرآن نے اس کو فاسق کہا ہے۔ اور فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر توبہ کرلے تو فسق کا نام تو اس سے ہٹ جائے گا لیکن پھر بھی اس کی گواہی مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور قرآن کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شہادت مقبول نہیں ہونی چاہیے کیونکہ صاف ارشاد ہے کہ ان کی شہادت ابداً قبول نہ کرو۔ البتہ بعد والی آیت میں اس کی توبہ کے مقبول ہونے کا اعلان ہے۔ یعنی اس کے سابق جرم تہمت کو خدا غفور رحیم ہونے کی حیثیت سے بخش دے گا۔ پس وہ فاسق نہ کہلائے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ استثناء کا تعلق دونو باتوں سے ہے۔ یعنی سابق گناہ بھی بخشا جائے گا اور آئندہ کے لئے اس کی شہادت بھی مقبول ہو گی۔ اور تفسیر صافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی قول کی تائید فرمائی ہے اور توبہ کا مقصد یہ ہے کہ اعلانیہ اپنی تہمت کو غلط قرار دے اور اللہ سے معافی مانگے۔

Presented by www.ziaraat.com

فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ

تو تحقیق اللہ غفور رحیم ہے اور جو لوگ تہمت (زنا) دیں اپنی عورتوں کو اور نہ ہوں

يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ

ان کے پاس گواہ سوائے اپنے نفسوں کے پس ان کے ایک کی شہادت چار شہادتیں ہوں

شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ

ساتھ اللہ کے کہ تحقیق وہ سچا ہے (نسبت زنا میں) اور پانچویں (شہادت یہ ہو) تحقیق اس پر

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا

اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے (نسبت زنا میں) اور ہٹائے گی عورت سے

الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾

عذاب (سزا) یہ کہ شہادت دے چار شہادتیں اللہ کے ساتھ کہ تحقیق وہ جھوٹا ہے (نسبت زنا میں)

وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ

اور پانچویں (شہادت یہ ہو) تحقیق اللہ کا غضب ہو اس پر (مجھ پر) اگر وہ

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص اپنے متعلق زنا کی نسبت دے تو جب تک چار مرتبہ نہ کہے گا شہادت قبول نہ ہو گی (صافی)

لعان کا بیان

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ۔ صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے پس اگر قذف (تہمت) کے بعد اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو اس کو قذف کی سزا دی جائے گی۔ لیکن عورت اس پر حرام نہ ہو گی۔ اور اگر اپنے قول پر ڈٹا رہے تو اس سے چار دفعہ شہادت لی جائے گی اور وہ اس طرح کہے گا۔ أَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنِّيْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ۔ اور پانچویں دفعہ بصورت جھوٹ اپنے اوپر لعنت کرے گا اور یہ کہے گا إِنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيَّ إِنْ كُنْتُ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ۔ (پس مرد حد قذف سے بچ جائے گا اور عورت پر رجم ثابت ہو گا) اگر وہ اپنے اوپر عذاب (سزا) کو ہٹانا چاہے تو چار دفعہ شہادت دے گی کہ أَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ۔ اور پانچویں دفعہ کہے گی إِنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيَّ إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ۔ پس عورت ایسا نہ کرے تو اس پر رجم کی سزا آئے گی اور کرے تو رجم کی سزا سے بچ جائے گی۔ لیکن مرد پر حرام مؤبد ہو جائے گی۔ راوی

Presented by www.ziaraat.com

الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ

سچا ہو (نسبت زنا میں) اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور

رَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ ع

اس کی رحمت اور یہ کہ وہ توبہ قبول کرنے والا حکیم ہے (تو تمہاری نسل فاسد ہوتی)

نے پوچھا اگر بچہ پیدا ہو جائے تو کس کے ہاں جائے گا۔ آپ نے فرمایا وہ ماں کو ملے گا اور وہ مر جائے تو ماں اس کی وارث ہو گی۔ اور ماں نہ ہو تو ماں کے قریبی (ننھیال) اس کے وارث ہوں گے اور اگر کوئی اس بچے کو ولد الزنا کہے گا تو اس پر قذف کی سزا آئے گی۔ راوی نے پوچھا۔ اس کے بعد اگر باپ اقرار کرے تو بیٹا اس کو مل جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں البتہ اس کے اقرار کا یہ اثر ہو گا کہ بیٹا اس کی جائداد کا وارث ہو سکے گا لیکن بیٹے کے مرنے پر یہ اس کا وارث نہ ہو گا۔

آپ سے مروی ہے کہ یہ واقعہ زمانہ پیغمبر میں ایک صحابی کو پیش آیا تو اُس نے حضورؐ سے شکایت کی۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور کچھ نہ کہا۔ پس وحی نازل ہوئی اور حضورؐ نے اس کو بلا بھیجا۔ اور پوچھا کہ کیا تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ اور تو نے اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھا ہے ہے کہنے لگا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اپنی عورت کو لے آؤ۔ کیونکہ تمہارے متعلق حکم پروردگار پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی عورت کو ساتھ لایا۔ آپ نے پہلے مرد سے چار دفعہ شہادت لی۔ اس کے بعد اس کو وعظ و نصیحت کی کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی لعنت کو اپنے اُوپر واجب نہ کرو جب وہ اپنے دعویٰ پر مصر رہا تو آپ نے پانچویں مرتبہ اس سے لعنت جاری کرائی۔ پھر عورت سے چار شہادتیں لیں اور وعظ و نصیحت فرمائی کہ اللہ کے غضب سے بچو۔ جب اسے اپنی بات پر مصر پایا تو غضب کا صیغہ اس سے جاری کرایا۔ پس صیغۂ لعان پورا ہونے کے بعد ان کو ایک دوسرے سے جدائی کا حکم دیدیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے لعان تب ہو سکتا ہے کہ مرد دعویٰ کرے کہ میں نے عورت کو زنا کراتے دیکھا ہے

مسئلہ۔ لعان کے وقت امام قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھے گا اور لعان کرنے والے عورت و مرد اس کے سامنے قبلہ رُخ ہوں گے۔ پہلے صیغہ مرد جاری کرے گا۔ اور بعد میں عورت۔ ایک روایت میں ہے کہ مرد امام کے دائیں اور عورت امام کے بائیں جانب ہو گی۔

مسئلہ۔ اگر لعان کے صیغہ کے مکمل ہونے سے پہلے مرد اپنے دعوی کے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف جاری ہو گی اور عورت اس پر حرام نہ ہو گی۔

مسئلہ۔ امام محمد تقیؑ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ شوہر اگر عورت پر زنا کا الزام لگائے تو اس کی چار شہادتیں لی جاتی ہیں اور قذف کی حد اس پر جاری نہیں ہوتی۔ لیکن اگر عورت کا بھائی باپ یا کوئی اور قریبی یہ بات کہے تو گواہوں کے نہ ہونے کی

Presented by www.ziaraat.com

صورت میں اس پر حدِ قذف جاری ہوگی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا مرد کو عورت پر داخل ہونے کا ہر وقت حق حاصل ہے وہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں جب چاہے عورت کے پاس جا سکتا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ وہ کسی وقت عورت کو ناجائز حالت میں دیکھے۔ لہذا اس کے دعوے کی صحت کا امکان ہے لیکن اور کسی قریبی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ عورت پر ہر وقت وارد ہو سکے۔ اس لئے اس سے گواہ طلب کئے جائیں گے۔ ورنہ حد قذف اس پر جاری ہوگی۔

مسئلہ۔ جس طرح عورت پر زنا کی تہمت لگانے کے بعد لعان ہو سکتا ہے اسی طرح بچہ پیدا ہونے کے بعد مرد کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے بلکہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں بھی لعان کرنے سے حد جاری نہ ہوگی۔ لیکن عورت و مرد ایک دوسرے پر حرام مؤبد ہو جائیں گے اور بچے کا نسب باپ سے کٹ جائے گا وہ صرف ماں کو ملے گا۔ بایں ہمہ اس کو ولد الزنا کہنے والا حدِ قذف کا حقدار ہوگا۔

مسئلہ۔ ایک روایت میں معصوم سے سوال کیا گیا کہ زنا کے اثبات میں چار گواہ اور قتل کے لئے دو گواہ کافی ہوا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا زنا میں حد دو نو پر جاری کی جاتی ہے لہذا ہر ایک کے لئے دو گواہ ہونے لازمی ہیں لیکن قتل میں ملزم صرف ایک ہوتا ہے اور سزا کا تعلق اسی ایک سے ہی ہوتا ہے لہذا دو گواہ کافی قرار دیئے گئے۔

مسئلہ۔ قمی سے منقول ہے کہ رسالت مآبؐ نے جب صحابی اور اس کی زوجہ کے درمیان لعان کا صیغہ جاری کرا کے ان کو ایک دوسرے سے الگ ہونے کا حکم دیا تو صحابی مرد نے عرض کی حضورؐ میں نے اس کو مال دیا ہوا ہے وہ تو مجھے واپس دلوائیے آپ نے فرمایا اگر تو نے اس عورت پر غلط الزام لگایا ہے تو تجھے اس مال کے مطالبے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اگر تو سچا ہے تو اس وقت تک تو نے جو اس کے جسم سے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ اس کے بدلہ میں ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ مرد پر سات قسم کی عورتیں نسب کے لحاظ سے حرام ہیں اور سات قسم کی عورتیں سبب کے لحاظ حرام ہوا کرتی ہیں جن کی تفصیل تفسیر کی جلد ۴ ص۱۵۰ پر ذکر کی جا چکی ہے۔ ان کے علاوہ تین قسم کی عورتیں بطور سزا کے مرد پر حرام مؤبد ہو جایا کرتی ہیں۔

(۱) اگر کوئی مرد کسی منکوحہ شوہر دار عورت سے زنا کرے یا اس کی عدّت کے اندر اس سے زنا کرے تو وہ عورت اس مرد پر حرام مؤبد ہو جاتی ہے اور علمائے امامیہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔

(۲) اگر مرد اپنی کم سن بیوی سے مجامعت کرے اور افضا ہو جائے یعنی اس کے مقام پیشاب اور مقام حیض کا درمیانی پردہ پھٹ جائے تو اس صورت میں وہ عورت اس مرد پر حرام مؤبد ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر مرد عورت کو زنا کی تہمت دے یا بچے کے حلالی ہونے کا انکار کرے۔ پس حاکم شرع کی عدالت میں لعان تک نوبت پہنچ جائے تو لعان کے بعد وہ عورت اس مرد پر حرام مؤبد ہو جاتی ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ۔ لولا کا جواب محذوف ہے یعنی اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تمہاری نسل بگڑ جاتی یا تم پر عذاب فوری آجاتا وغیرہ اور عیاشی سے منقول ہے کہ فضل سے مراد رسالت مآبؐ اور رحمت سے مراد ولایت ائمہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ

تحقیق جو لوگ لائے بہتان ایک ٹولہ ہے تم میں سے نہ خیال کرو اس کو برا

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ

اپنے لئے بلکہ وہ اچھا ہے تمہارے لئے ہر شخص کے لئے ان میں سے اتنا حصہ ہوگا جو کمایا اس نے گناہ سے

وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا

اور وہ جس نے بڑا حصہ لیا ہے ان میں سے اس کے لئے بڑا عذاب ہوگا کیوں نہیں کہ

رکوع نمبر ۸ قصہ افک

سنی مفسرین نے بروایت زہری اس کا شان نزول جو بیان کیا ہے اور اسے تفسیر مجمع البیان میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر قیام ہوا تو حضرت عائشہ قضائے حاجت کے لئے قافلہ سے دُور نکل گئیں اور ان کا ہار گم ہوگیا۔ تو پھر واپس اس کے ڈھونڈنے چلی گئیں۔ اتنے میں قافلہ نے کوچ کیا اور عائشہ کے خالی کجاوہ کو اُونٹ پر لاد کر روانہ ہوئے وہ یہ سمجھتے تھے کہ عائشہ اس میں سوار ہے۔ بعد میں صفوان نامی ایک شخص جو رات کو کہیں پیچھے رہ گیا تھا صبح سویرے اس مقام پر پہنچا تو عائشہ کو تنہا پایا۔ پس اس کو اونٹ پر سوار کر کے تیزی سے سفر کیا اور قافلہ کو پالیا جب کہ وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ پس لوگوں کی بدگمانیوں کا دروازہ کھل گیا اور افترا پردازی میں جتنے منہ اتنی باتیں ظاہر ہوئیں۔ حضورؐ کی طبیعت پر بھی اثر پڑا پس یہ آیتیں نازل ہوئیں اور افترا پردازی میں سب سے بڑا پارٹ ادا کرنے والا عبداللہ بن ابی سلول تھا جو اس بات کو ہوا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ صفوان اور عائشہ نے جو اکیلے رات گذاری ہے۔ بس دال میں کالا کالا ضرور ہے اور وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ۔ کا مصداق یہی شخص ہے۔

اور تفاسیر امامیہ میں ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ ام المومنین کے ہاں جب ابراہیم فرزند رسولؐ پیدا ہوا۔ تو دوسری ازواج رسول کو حسد پیدا ہوا اور عائشہ و حفصہ اس میں پیش پیش تھیں۔ پس یہ کہنا شروع کر دیا کہ ابراہیم جناب رسالتمآبؐ کا فرزند نہیں بلکہ ماریہ کے تعلقات اپنے غلام جریح کے ساتھ وابستہ ہیں اور یہ بچہ اسی کا ہے۔ حضورؐ کو اس بات کا کافی قلق ہوا پس آپؐ نے حضرت علی کو ذوالفقار سے جریح کا کام تمام کرنے کا فرمان دیا اور جلد بازی سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت علی جب حجرۂ ماریہ میں پہنچے تو دیکھا کہ جریح اور ماریہ ایک جگہ موجود ہیں اور جریح ماریہ کو سلطانی آداب کا درس دے رہا ہے اور پیغمبر کی تعظیم و تکریم کی تلقین کر رہا ہے۔ تلوار برہنہ دیکھ کر جریح کے دل میں خوف طاری ہوا پس وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اور کھجور کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ ہوا کے جھونکے سے اس کا لباس سنبھلا نہ گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایک نامرد غلام ہے (نہ وہ مرد ہے نہ عورت)

Presented by www.ziaraat.com

إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا

جب تم نے یہ بات سنی تو گمان کرتے مومن مرد اور عورتیں اپنے نفسوں پر اچھائی کا

وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿۱۲﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ

اور کہتے کہ یہ صاف بہتان ہے کیوں نہیں لائے اس پر چار گواہ

شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ

پس جب گواہ نہیں لائے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے

الْكَاذِبُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا

اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت دنیا و پس

وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾

آخرت میں تو پکڑ لیتا تم کو بوجہ اس کے جس بات میں تم گھسے تھے بڑا عذاب

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ

جب زبان و زبانی ایک دوسرے سے سنتے تھے اور اپنے منہ سے بیان کرتے تھے جس کا تم کو کوئی علم

پس حضرت علی اس کو خدمتِ رسالتمآبؐ میں لائے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا اور یہ آیتیں ماریہ کی پاک دامنی کی ترجمانی کے لئے اتریں۔ یہ روایت تفسیر برہان وصافی میں مفصلاً امام جعفر صادق و امام محمد باقر علیہما السلام سے مختلف سندوں سے منقول ہے۔ نیز بروایت ابن بابویہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے بھی مروی ہے اور امام رضا علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

بِأَنفُسِهِمْ۔ یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے ان پر اچھا گمان کیوں نہ کیا جو ان کے لئے اپنے نفسوں کی طرح تھے کیونکہ سب مومن ایک دوسرے کے ساتھ نفس واحد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حکم ہے کہ دوسرے مومن کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور کیوں نہ اس کو افک اور بہتان قرار دیا ہے پھر کیوں نہ چار گواہ پیش کئے۔ یہ سب تنبیہات ہیں کہ مومن کو ایسی بدگمانی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ خصوصاً امّ المومنین کے حق میں زبان کشائی قطعاً مومن کو زیبا نہیں دیتی اور جب عام مومنوں پر حسنِ ظن کا حکم ہے۔ تو اپنی ماں پر بدگمان ہونا کہاں کی شرافت ہے ؟

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ۔ یعنی سنی سنائی باتوں کو باور کر لیتے تھے اور پھر آگے پھیلانا شروع کر دیتے تھے جو قطعاً خلافِ عقل و دیانت ہونے کے علاوہ بعید از شرافت بھی ہے۔ تُلْقُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ کا معنی ہے اپنے مونہوں سے دوسروں تک پہنچانا۔ اور تَلَقَّوْنَ

Presented by www.ziaraat.com

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

نہ تھا اور تم اس کو خیال کرتے تھے معمولی حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک غیر معمولی ہے اور کیوں نہیں جب تم نے اس کو

قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

سنا تو کہتے کہ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ایسی باتیں کریں تو پاک و پاکیزہ ہے (اے اللہ) یہ زبردست بہتان

عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ

ہے اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ دوبارہ ایسی بات مت کرنا زندگی بھر اگر تم ہو

مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيٰتِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۸﴾

مومن اور بیان کرتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور وہ خدائے علیم و حکیم ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ

تحقیق جو لوگ چاہتے ہیں کہ پھیلے بری بات ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا

دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ جانتا ہے حالانکہ تم نہیں

تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ

جانتے اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ

بِأَلْسِنَتِكُمْ کا معنی ہے ایک دوسرے سے زبان و زبانی بات قبول کرنا۔

وَلَوْلَا۔ مقصد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مومن کے متعلق کوئی ایسی بات کرے جس میں اس کے کردار پر حملہ ہو تو تمام مومنوں پر واجب ہے کہ ایسی بات مت سنیں اور بیان کرنے والے کو فوراً ٹوک دیں جب تک اس کے پاس گواہ عادل موجود نہ ہوں ورنہ افترا کا گناہ ہوگا۔

سُبْحٰنَكَ۔ اس مقام پر تنزیہ پروردگار کا کلمہ اظہار حیرت و تعجب کے لئے ہے۔

غیبت اور بہتان میں فرق

إِنَّ الَّذِينَ کسی کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں ہو اس کو غیبت کہتے ہیں اور کسی کی ایک ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں نہ ہو اس کو بہتان کہتے ہیں اور یہ دونو گناہان کبیرہ میں داخل ہیں جب انسان

Presented by www.ziaraat.com

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

درگزر کرنیوالا رحیم ہے (تو تم پر عذاب آجاتا) اے وہ جو ایمان لائے ہو نہ اتباع کرو شیطان کے نقش قدم کی

وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا

اور جو اتباع کرے گا نقش قدم شیطان کی تو وہ تو حکم دیتا ہے بدکاری اور برائی کا اور اگر نہ ہوتا

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ

اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ پاکیزہ ہوتا تم میں سے کوئی کبھی لیکن اللہ

کسی دوسرے کو ایک گناہ کرتا ہوا دیکھے اور گواہ نہ موجود ہوں پھر اس کو آگے بیان کرے تو شرعاً اس کو بھی افترا اور بہتان سمجھا جائے گا اور حاکم شرع کے سامنے مقدمہ پیش ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری ہوگی۔ خداوند کریم مومنوں کو لوگوں کی عیب جوئی اور عیب گوئی سے منع فرماتا ہے۔ پس مومن کا حق یہ ہے کہ اس کی برائی بیان نہ کرے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے حق میں دعائے خیر کرے اور دوسروں کی غلطی کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے اور اپنی اسی قسم کی یا اس سے سنگین غلطیوں کی اللہ سے معافی طلب کرے امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے غیبت یہ ہے کہ اپنے مومن بھائی کا ایسا عیب بیان کرنا جس کی اللہ نے پردہ پوشی کی ہوئی ہے اور بہتان یہ ہے کہ اس کے متعلق ایسی بری بات کی نسبت دینا جو اس میں نہ ہو۔ آپ نے فرمایا جو شخص مومن کے متعلق آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی برائی بیان کرے وہ اسی آیت کا مصداق ہے۔ ایک شخص نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور! بعض اوقات میرے پاس مومن کا شکوہ پہنچتا ہے جو مجھے ناگوار ہوتا ہے جب اس سے اس کا ذکر کرتا ہوں تو وہ اپنے آپ کو بری الذمہ بتاتا ہے حالانکہ جن لوگوں نے مجھے بتایا تھا وہ بھی جھوٹ بولنے والے نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا مومن بھائی کے متعلق اپنی آنکھوں اور کانوں کو بھی جھوٹا سمجھو۔ اگر پچاس آدمی اس کا عیب بیان کریں اور وہ اپنی صفائی پیش کرے تو ان سب کو جھوٹا سمجھو اور اس کی بات مان لو اور اس کی کسی غلطی کو اچھالنے کے درپے نہ ہو۔ اور اس کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے اس کی عزت وشان میں فرق پڑتا ہو ورنہ اسی آیت کے مصداق ہو جاؤ گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ حضرت علی کی کتاب میں ہے ایک دن جناب رسالت مآبؐ نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ مجھے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کبھی کسی مومن نے دنیا و آخرت کی بھلائی نہیں پائی مگر اللہ پر حسن ظن رکھنے سے اور مومن کی غیبت سے اجتناب کرنے سے اور اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ توبہ و استغفار کے بعد اللہ کسی مومن کو گرفتار عذاب نہیں کرتا۔ مگر اس صورت میں کہ اللہ پر وہ بدظن ہو جائے۔ اور مومنوں کی غیبت کا مرتکب ہو جائے۔ (برہان نقلاً عن کتب الشیعہ)

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۹

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ آیت مجیدہ میں شیطان کی اتباع سے منع کیا گیا ہے اور قرآن کا سیاق بتاتا ہے کہ مومن کی بُرائی بیان کرنا اور سننا اور اس کو اچھالنا شیطانی اتباع ہے پس مومن کا مومن پر حق ہے کہ جب ایک کا گلہ دوسرے کے سامنے ہو تو وہ بیان کرنے والے کو ٹوک دے ورنہ اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہو اور یہ ہے مومن بھائی کی غیبی امداد۔ چنانچہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مالک اشتر کا گذر بازار کوفہ سے ہوا تو دیکھا کہ ایک دوکان میں اس کا گلہ جاری ہے پس اس جانب سے کپڑا اٹکالیا اور ان سُنی کر کے آگے بڑھ گئے۔ اتنے میں گلہ کرنے والے سے کسی نے کہہ دیا کہ مالک اشتر یہی تھے جو ابھی کپڑے کا دامن منہ کے آگے لٹکا کر گذر گئے وہ شخص فوراً شرمندگی محسوس کر کے معافی طلب کرنے کے لئے پیچھے دوڑا حضرت مالک اشتر ایک مسجد میں پہنچ کر نماز پڑھ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اس شخص نے معافی مانگ لی۔ پس مالک اشتر نے جواب دیا کہ میں تیرے لئے ہی مسجد میں آیا ہوں اور یہ دو رکعت نماز بھی تیری بخشش کے لئے پڑھی ہے اور تیری بخشش کے لئے ہی خدا سے دُعا کا طالب ہوں یہ کردار تھا علی کے شیعوں کا جن کے نقش قدم پر چلنا ہمارے لئے باعث صد افتخار ہے۔

لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ۔ اس کلمہ کو دو دفعہ دہرایا گیا ہے لیکن آیت نمبر ۲۰ میں مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہو تو تم جونہی کسی مومن بھائی کی غیبت اور شکوہ میں مصروف ہوتے ہو اور اس کی بُرائی کو اچھالتے ہو تو تمہیں فوراً گرفتارِ عذاب کر لیا جاتا لیکن اللہ نے اپنے فضل سے تم کو توبہ و استغفار کا موقعہ دیا ہے۔ پس وہ فوری عذاب نہیں بھیجتا اور آیت نمبر ۲۱ میں اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے ہوئے ہے ورنہ اگر وہ پردہ اٹھا دے تو تم میں سے کوئی بندہ ایسا نہیں جس کا دامن داغدار نہ ہو۔ پس اس کی پردہ پوشی ہی تمہاری پاکیزگی کی ضامن ہے۔ نیز اس کا یہ بھی فضل ہے کہ تم جب ایک دوسرے کی پردہ دری کرتے ہو اور پھر معافی مانگ لیتے ہو تو اللہ اس کو قبول کرتا ہے اور تمہیں پاکبازی کی تلقین کرتا ہے۔ اگر اللہ کا یہ فضل عمیم اور احسان جسیم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی پاکباز نہ ہوتا پس ایک دوسرے سے اعتماد ختم ہو جاتا اور انسانی تمدنی زندگی ایک لمحے کے لئے بھی قائم نہ رہ سکتی۔ پس حسن ظن ہی کے نتیجہ میں اور اللہ کی پردہ پوشی کے ہی طفیل سے دنیا والوں کی ساکھ قائم ہے اور نظام تمدنی کو بقا حاصل ہے۔

وَلَا یَاْتَلِ۔ تفسیر مجمع البیان میں اس کے شان نزول کے متعلق وارد ہے کہ مسطح بن اثاثہ جو حضرت ابوبکر کا خالہ زاد بھائی مہاجر اور بدری بھی تھا بوجہ تنگ دستی اور افلاس کے حضرت ابوبکر اس کے تمام اخراجات کی کفالت کرتے تھے جب حضرت عائشہ پر الزام و اتہام کے قصے کو ہوا دی گئی تو یہ شخص بھی انہیں میں سے ہو گیا۔ پس حضرت ابوبکر نے اس سے قطع تعلقی کر لی اور قسم کھا لی کہ آئندہ اس کی کسی قسم کی مدد نہ کروں گا۔ اسی طرح بعض دوسرے لوگوں کے متعلق بھی روایات وارد ہیں۔ پس یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور مسلمانوں کو درگذر کی تلقین کی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ۔ بعض لوگ عوام شیعہ کے سامنے یہ آیتیں پیش کر کے حضرت عائشہ کی فضیلت کے گن گاتے ہیں اور شیعہ عوام کو کوستے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شیعہ ایسا نہیں جو حضرت عائشہ کی پاک دامنی اور عفت میں شک کرتا ہو بلکہ شیعہ عقیدہ کی رو سے انبیاء و اوصیاء کی بیویاں اگرچہ کافر ہوں پاکدامن اور پاکباز ضرور ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت نوح ؑ اور حضرت لوط ؑ کی بیویوں کو

Presented by www.ziaraat.com

يُزَكِّي مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

پاکیزہ کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ سننے جاننے والا ہے اور نہ کوتاہی کریں صاحبان فضل و وسعت

مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

تم میں سے کہ دیں قریبیوں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو اور معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا بخش دے تم کو

لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ

اور اللہ غفور رحیم ہے تحقیق جو لوگ بہتان لگاتے ہیں پاک دامن

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ

عفت پسند اور ایماندار عورتوں پر ان پر لعنت کی گئی ہے دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے بڑا

عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَ

عذاب ہوگا جس دن گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور

اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ

ان کے پاؤں ان کاموں کی جو کرتے تھے اس دن پوری دے گا خدا ان کو

قرآن نے کافروں کے زمرہ میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن شیعہ مذہب کی رو سے ان کا کردار ملوث نہ تھا۔ بنابریں شیعہ مذہب حضرت عائشہ کو افک کے قصہ میں بری الذمہ سمجھتا ہے۔ البتہ شیعوں کو حضرت عائشہ سے یہ اختلاف ہے کہ اس نے حضرت علی پر خروج کرکے اور وصیت پیغمبرؐ کو پس پشت ڈال کر ایمان کے تقاضوں کو ٹھکرادیا۔ پس وہ ایمان پر ثابت قدم نہ رہ سکی۔

یَوْمَ تَشْهَدُ۔ یعنی بروز قیامت جب گنہ گار انسان اپنے کرتوتوں کا انکار کریں گے تو ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ پس محشر کے بھرے میدان میں شرمندہ ہو کر جہنم جائیں گے۔ اور اعضاء کی گواہی کی نوعیت کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

دِيْنَهُمُ الْحَقَّ۔ اس مقام پر دین کا معنی ہے بدلہ۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دین کا معنی مذہب ہو اور جزا مضاف محذوف ہو یعنی اللہ ان کو اپنے دین کی جزائے صحیح دیگا۔

Presented by www.ziaraat.com

دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۞٢٥ اَلْخَبِيْثٰتُ

جزا صحیح اور جان لیں گے تحقیق اللہ ہی حق مبین ہے خبیث

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ

عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ

وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں وہ بری ہیں ان (اتہامات) سے جو کہتے ہیں

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞٢٦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ

(لوگ) ان کے لئے بخشش اور رزق باکرامت ہے اے وہ لوگ جو ایمان لا چکے ہو نہ اندر جاؤ گھروں کے اپنے گھروں

اَلْخَبِيْثٰتُ الخ۔ آیت مجیدہ کے معنی میں تین اقوال ہیں (۱) جس طرح پہلے گذر چکا ہے کہ زانی مرد کو مومنہ عفیفہ سے شادی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ بدکار یا مشرک عورتوں سے شادی کرلیا کریں۔ اسی طرح زانیہ عورتوں کو مومن پاکباز مردوں کے حبالۂ عقد میں نہیں جانا چاہیئے بلکہ وہ زانیوں اور مشرکوں کے لئے ہی موزوں و مناسب ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں چند مرد و عورتیں اعلانیہ بدکار و زانی تھے۔ پس مومنوں کو تنزیہاً ان کے رشتہ ناطہ سے منع کیا گیا۔ پس اس مقام پر دوبارہ اسی حکم کا اعادہ فرمایا ہے کہ خبیث عورتوں کو خبیث مردوں کے لئے رہنے دیا جائے۔ اور خبیث مردوں کے لئے خبیث عورتیں مناسب ہیں اسی طرح پاکدامن عورتیں پاکباز مردوں کے لئے موزوں ہیں۔ اور پاکباز مرد پاکدامن عورتوں کے لئے موزوں ہیں اور یہ لوگ عامۃ الناس کی بدگمانیوں اور اتہامات سے بری الذمہ ہوتے ہیں۔ (۲) بری باتیں بُرے مردوں کے لئے زیبا ہیں اور بُرے مرد بُری باتوں کے لئے موزوں ہیں اور اچھی باتیں اچھے مردوں کو زیب دیتی ہیں۔ اور اچھے مرد اچھی باتوں کو اپنایا کرتے ہیں (۳) بدکرداری بدطینت مردوں کے لئے ہے اور بدطینت مرد بدکرداری کیلئے ہیں اور اچھے اعمال نیک طینت مردوں کے لئے اور نیک طینت مرد اچھے اعمال کے لئے ہیں۔ پہلا قول صادقین علیہما السلام سے مروی ہے۔ (عن المجمع)

رکوع ۱۰ غیر کے گھر میں داخلے کی ممانعت

حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا ۱۲۸ ۔ اس مقام پر استیناس استیذان کے معنی میں ہے یعنی اگر کسی کے گھر میں جانا مطلوب ہو تو بلا اطلاع اور بلا اجازت اندر نہ جاؤ خواہ کسی عزیز رشتہ دار یا دوست کا گھر ہو یا کسی اجنبی کا گھر ہو پس مومن کو چاہیئے کہ دروازہ پر کھڑے ہو کر یا تو اندر آنے کے لئے صراحتاً آواز کر کے پوچھے یا کوئی کام ایسا کرے جس سے اذن طلبی سمجھی جاتی ہو۔ مثلاً کھانس لے یا جوتے کو

Presented by www.ziaraat.com

بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

کے سوا یہاں تک کہ اجازت لے لو اور سلام کرو اس کے اہل پر یہ (طریقہ) اچھا ہے تمہارے

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا

لئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو پس اگر نہ پاؤ اس میں کوئی آدمی تو نہ اندر جاؤ اس کے

حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى

یہاں تک کہ تم کو اجازت دی جائے اور اگر تم کو کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ یہ (طریقہ) بہتر ہے

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ

تمہارے لئے اور اللہ جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو کوئی گناہ نہیں تم پر کہ اندر جاؤ ایسے گھروں کے

تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

جو رہائشی نہ ہوں کہ ان میں تمہارا فائدہ ہو اور اللہ جانتا ہے

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ

جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو کہدو مومنوں کو کہ بند رکھیں اپنی آنکھیں (حرام سے)

زور زور سے زمین پر مارے یا تسبیح و تحمید کی آواز زبان سے بلند کرے تاکہ صاحب خانہ سمجھ جائے کہ کوئی اندر آنا چاہتا ہے پس وہ سنبھل جائے۔ ارشاد ہے۔ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا (پ۱۸۔ رکوع نمبر ۱۴) یعنی جب بچے جوان ہو جائیں تو وہ بھی دوسرے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہوں۔ اس آیت میں استیذان کا لفظ ہے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا ماں کے پاس بھی جانے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے تو آپؐ نے فرمایا ہاں! اس نے عرض کی کہ اس کا میرے سوا کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے۔ تو کیا ہر دفعہ میں اذن حاصل کر کے اندر جاؤں ہے آپؐ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اس کے ننگے جسم پر نگاہ کرے ہے وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر اجازت لے کر جایا کرو۔

مسئلہ۔ بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بیٹے کو باپ کے ہاں جانے کیلئے اجازت کی ضرورت ہے لیکن باپ کو بیٹے کے گھر جانے کیلئے اجازت طلبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بیٹی یا بہن شادی شدہ ہوں تو ان کے گھر

Presented by www.ziaraat.com

میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

وَتُسَلِّمُوا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کے گھر میں جانا ہو تو پہلے سلام دو پھر اجازت لے کر اندر جاؤ اور بعضوں نے کہا ہے کہ تسلیم کا عطف استیناس پر عطف بیان ہے۔ یعنی اذن حاصل کرو۔ بایں طور کہ پہلے سلام کہو۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ ایک شخص دروازہ پیغمبرؐ پر پہنچا اور اندر آنے کی اجازت لینے کی غرض سے کھانسا۔ پس آپؐ نے ایک عورت روضہ نامی کو فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ اور اس کو یہ بات سکھاؤ کہ پہلے السلام علیکم کہے اور پھر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے۔ چنانچہ اس نے باہر یہ بات سن لی اور اس پر عمل کیا تو آپؐ نے اجازت دیدی۔

فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا۔ یعنی اگر گھر میں کوئی آدمی موجود نہ ہو تو بجائے داخل ہونے کے واپس پلٹ جانا چاہیئے۔ اور اگر گھر میں کوئی موجود ہو اور وہ اندر آنے کی اجازت نہ دے اور کہے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلا جانا چاہیے۔

غَيْرَ مَسْكُونَةٍ۔ یعنی غیر آباد اور غیر رہائشی مکانات میں جانا ممنوع نہیں ہے اور اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(۱) مہمان خانے۔ مسافر خانے ہوٹل اور حمام وغیرہ اس سے مراد ہیں۔ پس ضرورت کے تحت ان میں جایا جا سکتا ہے۔

(۲) اس سے مراد خرابے اور اجاڑ مقامات ہیں جہاں قضائے حاجات کے لئے انسان جا سکتا ہے۔

(۳) تجارتی منڈیاں اور مال گودام وغیرہ اس سے مراد لئے گئے ہیں۔ جن میں لوگوں کے سامان جمع ہوتے ہیں۔ پس ہر شخص اپنی غرض سے وہاں جا سکتا ہے۔

(۴) دوران سفر میں مسافروں کی قیام گاہیں مراد ہیں اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے کہ ایک ایسا معنی مراد لیا جائے۔ جس میں یہ سب چیزیں آجائیں تو بہتر ہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ۔ یہ تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو ظاہراً صاف نیت سے کسی کے گھر میں داخل ہوتے ہیں لیکن ان کی نیت میں برائی ہوتی ہے۔ پس وہ گھروں میں لوگوں کی عیب جوئی کے لئے جاتے ہیں۔ پس فرمایا کہ میں ظاہر و باطن سب کو جانتا ہوں اور ان آیات مجیدہ میں معاشرۂ انسانیہ کی بہتری و عمدگی کے لئے جو درس دیا گیا ہے۔ اگر انسان صحیح طور پر اس کا عامل ہو جائے تو یقیناً معاشرے کی اکثر و بیشتر خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔ خداوند کریم تمام مومنین کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

پردہ کا حکم

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ آیت مجیدہ میں خداوند کریم نے تمام مومنوں کو ہر اس چیز سے نظر کو بند رکھنے کا حکم دیا ہے جس کا دیکھنا حرام ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ابن زید کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں حفظ فرج کا حکم ہوا ہے اس سے مراد زنا سے بچنا ہے لیکن اس مقام پر حفظ فرج سے مراد پردہ ہے۔ یعنی اپنی آنکھوں کو دوسروں کی شرمگاہوں کے دیکھنے سے بچاؤ اور اپنی شرمگاہوں کو دوسروں کی نظروں سے بچاؤ۔ اور یہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا مرد کے لئے مرد کی شرمگاہ دیکھنا بھی حرام ہے اور عورت کے لئے عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ

اور بچائیں اپنی شرم گاہوں کو (حرام سے) یہ بہتر ہے ان کے لئے تحقیق اللہ جانتا

خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

ہے جو وہ کرتے ہیں اور کہہ دو مومن عورتوں کو کہ بند رکھیں اپنی آنکھیں (حرام سے)

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ

اور بچائیں اپنی شرم گاہوں کو (حرام سے) اور نہ ظاہر کریں اپنے (مقام) زینت مگر جو ظاہر ہوں ان میں سے اور

لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

ڈال لیں اپنی اوڑھنیاں اوپر اپنے سینوں کے اوپر اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو مگر

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں کے لئے یا شوہروں کے باپوں کے لئے یا اپنے بیٹوں کیلئے

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ۔ اس جگہ عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ہر اس چیز سے نظر کو بند رکھیں جس کا دیکھنا حرام ہے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں تاکہ غیر کی نظر اس پر نہ پڑے خواہ عورت ہو یا مرد۔

وَلَا يُبْدِيْنَ۔ عورت کو اپنی زینت کے ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے اور زینت سے مراد مقام زینت ہے۔ یعنی ہر نامحرم سے اپنے مقاماتِ زینت کو پوشیدہ رکھیں۔ سوائے ان مقامات کے جو کام کاج کے وقت بالعموم کھلے رہتے ہیں اور اس میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں (۱) لباس خلخال کنگن اور جھمکے مراد ہیں (۲) آنکھوں کا سرمہ انگوٹھی۔ رخسارے اور ہتھیلیوں کا خضاب مراد ہے (۳) آنکھوں کا سرمہ کنگن اور انگوٹھی مراد ہے (۴) چہرہ اور ہتھیلیاں مراد ہیں۔ بہرکیف علمائے امامیہ کے نزدیک عورت پر پردہ اس طرح واجب ہے کہ اپنے تمام اعضاء حتےٰ کہ بال بھی تمام نامحرموں سے پوشیدہ رکھے اور عورت کے وہ اعضاء جو بالعموم کام کاج کے لئے اور گھریلو ضرورتوں یا معاشی مجبوریوں کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ نامحرم لوگوں پر واجب ہے کہ ان کی طرف نظر نہ اٹھائے۔ چنانچہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ پس اتفاقی نظر پڑ جانا گناہ نہیں لیکن عمداً شہوت سے بار بار دیکھنا گناہ ہے۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ۔ عورت کے لباس میں ضروری ہے کہ قدم ٹخنوں تک ڈھکے ہوئے ہوں اور ہاتھ پہنچیوں تک پوشیدہ ہوں اور اس کے بال مقنعہ سے چھپے ہوں پھر اپنی اوڑھنیوں کے زائد حصہ سے اپنے سینہ اور چھاتیوں کو

Presented by www.ziaraat.com

بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ

یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کیلئے یا اپنے بھائیوں کے لئے یا بھائیوں کی اولاد کے لئے یا بہنوں کی اولاد کے لئے

أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي

یا اپنی (مومن) عورتوں کے لئے یا اپنی کنیزوں کے لئے یا ان خدمت گاروں کے لئے جو نہ خواہش رکھتے ہوں

الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ

مردوں میں سے یا وہ بچے جو نہ مطلع ہوں عورتوں کی شرمگاہوں پر اور

عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ

نہ قدم (زمین پر) زور سے ماریں تاکہ پتہ چلے اس کا جو مخفی ہے ان کی

ڈھانپ لیں کہ دیکھنے سے کوئی حصہ نمایاں معلوم نہ ہو اور گھر سے نکلیں تو نظر نیچی ہو۔ اور وقار سے چلیں اور یہی پردہ کا صحیح مفہوم ہے۔ قرآن مجید میں جن لوگوں سے عورت کو پردہ کرنا واجب نہیں ہے۔ وہ یہ ہیں:۔ (۱) شوہر (۲) شوہر کا باپ (۳) بیٹے (۴) شوہر کے بیٹے (۵) باپ (۶) بھائی (۷) بھائی کی اولاد (۸) بہنوں کی اولاد (۹) مومن عورتیں (۱۰) کنیزیں (۱۱) وہ خدمت گار جن میں مردوں کی خواہش نہ رہی ہو۔ مثلاً احمق یا بوڑھا (۱۲) کم سن بچے۔ آیت مجیدہ میں مومن عورتوں کا مومنہ عورتوں اور کنیزوں سے پردہ نہیں ہے گویا کافروں۔ مشرکوں۔ یہودیوں۔ نصرانیوں اور مجوسیوں کی عورتوں سے بھی ان کو پردہ کرنا چاہیئے تاکہ وہ گھروں میں جا کر اپنے مردوں کے سامنے ان کا حلیہ و صورت بیان نہ کریں۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ محرم مرد عورت پر کس حد تک نظر کر سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ محرم مرد کے لئے عورت کا چہرہ۔ ہتھیلیاں اور قدم دیکھنا جائز ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اہل تہامہ کی عورتیں۔ بدوی عورتیں۔ دیہاتی عورتیں اور کافر عورتیں چونکہ روکنے سے رُکتی نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف نظر کرنا گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح دیوانی اور پاگل عورتوں کی طرف نظر کی جا سکتی ہے اور ان کے بال اور جسم کو بھی دیکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اتفاقی ہو۔ عمداً نہ ہو۔ نیز آپ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا ذمی عورتوں کی کوئی حُرمت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے بال اور ہاتھوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ جس عورت سے شادی کرنے کا خیال ہو تو کیا اس کو غور سے دیکھنا جائز ہے آپ نے فرمایا ہاں اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری روایت میں ہے اس کا چہرہ اور کلائیاں دیکھنا جائز ہے۔ ایک تیسری روایت میں ہے کہ اس کے بال اور مقامات حسن کو بھی دیکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ بری نظر سے نہ ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ زر خرید غلام اپنی مالکہ کے بالوں کی طرف نظر کر سکتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص کا ملازم ہے جو خصی ہے کیا وہ گھر میں خدمت کرتے ہوئے عورتوں کے بالوں کی طرف دیکھ سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں

عَلٰی جُیُوْبِہِنَّ۔ جیوب جمع ہے جیب کی۔ اور یہاں سینہ مراد ہے یعنی عورتوں کو چاہیے کہ اپنی اوڑھنیوں کے زائد حصہ کو سینہ پر ڈال دیں۔ تاکہ نمائش نہ ہو سکے۔ اس کی مزید تشریح ہماری کتاب اسلامی سیاست میں ملاحظہ ہو۔

اُولِی الْاِرْبَۃِ۔ اِرْبٌ یا رَبٌ سے فِعْلَۃٌ کا وزن ہے اور اس کا معنی ہے خواہش۔

تنبیہ۔ ہمارے ہاں جو پردہ رائج ہے اس میں شرعی پابندیوں کا بہت کم لحاظ رکھا جاتا ہے مثلاً بعض خاندانوں میں پردہ صرف ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جو اس خاندان کے افراد نہ ہوں۔ اور یہ رواج اکثر سادات خاندانوں میں پایا جاتا ہے بعض خاندانوں میں نیچ قوموں کے افراد سے پردہ نہیں کیا جاتا اور وہ خدمت گذاری یا دیگر ضروری اُمور کے لئے آزادانہ طور پر گھروں میں آتے جاتے ہیں۔ یہ رواج بڑے بڑے گھرانوں میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں میں پردہ کا رواج اس طرح ہے کہ ننھیال اور ددھیال سے پردہ نہیں ہوتا۔ باقی ہر ایک سے پردہ ہوتا ہے۔ آیت مجیدہ میں صاف و صریح الفاظ میں واضح کیا گیا ہے کہ نامحرم سے پردہ واجب ہے اور جن جن لوگوں کو محرم بیان کیا گیا ہے اُن کی تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔ اور پردہ کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنے جسم کو ڈھانپ کر رکھے اور گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اپنی نظر کو نیچا رکھے تاکہ غیر محرم سے آنکھیں دوچار نہ ہوں۔ خواہ رسمی برقعہ سر پر ہو یا نہ ہو۔ سر کی اوڑھنی برقعہ کا کام بخوبی دے سکتی ہے جس طرح ایرانی عورتوں میں رواج ہے۔ اور مردوں پر بھی واجب ہے کہ نامحرم عورتوں کی طرف نظر نہ اُٹھائیں۔ البتہ جس عورت سے شادی کا ارادہ ہو اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اور طبیب و ڈاکٹر کے لئے بیمار عورت کی طرف تشخیص مرض و علاج کے لئے دیکھنا جائز ہے۔ پس باریک لباس پہن کر عورتوں کا گھروں سے نکلنا یا نیم برہنہ لباس میں ملبوس ہو کر سڑکوں بازاروں اور کوچوں گلیوں میں پھرنا آوارگی ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ خدا مومن عورتوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

شادی کرنے کا حکم

اَلْاَیَامٰی۔ یہ ایم کی جمع ہے اصل میں ایایم تھا۔ خلاف قیاس اس کو قلب کر کے ایامیٰ بنایا گیا ہے اور اس کا معنی ہے غیر شادی شدہ۔ خواہ مرد ہو یا عورت اور کنوارہ ہو یا رانڈہ اور وَاَنْکِحُوْا کا امر بتلاتا ہے کہ غیر شادی شدہ مرد یا عورت کی شادی کرنا یا کرانا مستحب کام ہے۔ نکاح کا معنی ہے خود شادی کرنا اور انکاح کا معنی ہے کسی دوسرے کی شادی کرانا اور منکم کی ضمیر مخاطب اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ آزاد مرد و عورت جو تم میں سے ہوں۔ ان کی شادی کراؤ۔ اور اس کے بعد دوسرا حکم ہے کہ غلام و کنیزیں جو نیک اور مومن ہوں۔ ان کی بھی شادی کرانا اللہ کو محبوب ہے۔

اِنْ یَّکُوْنُوْا صـ۱۳۳۔ یہ آزاد لوگوں کی شادی سے تعلق رکھتا ہے کہ اگر وہ فقیر و نادار ہوں گے تو خدا ان کو غنی کر دے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

زِيْنَتِهِنَّ ۗ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۱)

زینت سے اور توبہ کرو اللہ کی طرف سب اے ایمان والو! تا کہ چھٹکارا پاؤ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ

اور نکاح کرو اپنے غیر شادی شدہ افراد کا اور نیک غلاموں اور کنیزوں کا اگر

يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۳۲)

نادار ہوں گے تو ان کو غنی کر دے گا خدا اپنے فضل سے اور خدا وسیع قدرت و علم والا ہے

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور پاکدامن رہنا چاہیئے ان کو جو نہیں کر سکتے نکاح (بوجہ ناداری کے) یہاں تک کہ خدا ان کو غنی کر دے اپنے فضل سے

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ

اور جو لوگ چاہیں مکاتب ہونا تمہارے غلاموں میں سے تو ان کو مکاتب بنا لو اگر جانتے ہو

فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا

ان میں خوبی اور دو ان کو اللہ کے مال سے جو اس نے تم کو دیا اور نہ مجبور کرو اپنی

فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

لونڈیوں کو برائی پر اگر وہ چاہیں پاکدامنی تاکہ حاصل کرو فائدہ دنیاوی زندگی کا

غلاموں اور کنیزوں سے اس کا اس لئے تعلق نہیں کہ ان کا نفقہ مالکوں پر واجب ہوا کرتا ہے۔

جناب رسالت مآبؐ سے حدیث صحیح میں مروی ہے کہ جو شخص میری فطرت کو دوست رکھتا ہو۔ اس کو چاہیے کہ میری سنت پر عامل ہو اور میری سنت ہے نکاح۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا اے نوجوانو! اگر تم میں طاقت ہے تو ضرور شادی کرو۔ کیونکہ شادی کرنے سے آنکھ میں حیا رہتی ہے اور شرمگاہ میں عفت رہتی ہے اور جس میں طاقت نہ ہو وہ روزے رکھتا رہے تاکہ حرام کار نہ بن سکے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا۔ شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ۔ یعنی تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو شادی نہ کریں آپؐ نے فرمایا جس کا لڑکا جوان ہو جائے اور اس کی شادی کر سکنے کے باوجود نہ کرے۔ پس لڑکے سے غلطی سرزد ہو جائے تو گناہ میں دونو (باپ و بیٹا) شریک ہوں گے۔ آپ سے مروی ہے کہ خدا نے عرش کے اوپر چار قسم کے آدمیوں پر لعنت بھیجی

Presented by www.ziaraat.com

وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا

اور جو ان کو مجبور کرے تو اللہ ان کی اس مجبوری کے بعد غفور رحیم ہے اور تحقیق ہم نے اتاری

إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۴﴾ ع

تم پر نشانیاں واضح اور خبریں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گذرے اور نصیحت متقی لوگوں کے لئے

اور فرشتوں نے آمین کہی ہے۔ (۱) وہ شخص جو کنوارہ رہنا پسند کرے اور شادی نہ کرے تاکہ اولاد پیدا نہ ہو (۲) وہ مرد جو اپنے آپ کو عورتوں کے مشابہ بناتا ہے حالانکہ خدا نے اس کو مرد پیدا کیا ہے (۳) وہ عورت جو مردوں سے مشابہت پیدا کرے حالانکہ خدا نے اس کو عورت بنایا ہے (۴) لوگوں کو پھسلانے والا جوان سے مسخری کرے۔ مثلاً کسی مسکین سے کہے ادھر آؤ کہ میں تم کو کچھ دوں پھر اس کو خالی پلٹا دے یا کسی اندھے سے کہے خیال کرو آگے گھوڑا کھڑا ہے حالاں کہ آگے کچھ نہ ہو یا کوئی آدمی کسی کے گھر کا راستہ پوچھے اور وہ اس کو الٹی طرف کا راستہ بتا دے وغیرہ۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا جو شخص ناداری کے خوف سے شادی نہ کرے۔ گویا اس نے اللہ پر بدگمانی کی۔ کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ شادی کرو اگر تم نادار ہوگے تو میں تم کو غنی کردوں گا۔ چنانچہ مروی ہے ایک شخص نے حضورؐ کی بارگاہ میں اپنے فقروفاقہ کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کو شادی کرنے کا حکم دیا۔ پس اس نے تعمیل حکم کرتے ہوئے شادی کرلی۔ اور اللہ نے اس کو رزق وسیع عطا فرمادیا۔

تفسیر برہان میں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے اپنی غربت کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کو شادی کرنے کا حکم دیا۔ چناں چہ وہ پہلے سے بھی زیادہ نادار ہوگیا۔ پھر اس نے آکر شکوہ پیش کیا تو آپ نے طلاق کا حکم دیا۔ پس اس نے طلاق دے دی۔ پھر جو آپ نے اس سے احوال پُرسی کی تو اس نے عرض کی کہ میں خوشحال ہوگیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے ہر دو دفعہ تجھے اللہ کے فرمان کے مطابق حکم دیا تھا۔ خدا غیر شادی شدہ لوگوں کو فرماتا ہے کہ شادی کرو اگر تم غریب ونادار ہوگے تو میں تم کو غنی کردوں گا۔ پس میں نے تجھے پہلی دفعہ یہی حکم دیا اور دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ۔ یعنی میاں بیوی دونو ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں تو خدا ہر دو کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ لہٰذا دوسری دفعہ میں نے تجھے اس آیت کے ماتحت طلاق کا حکم دیا۔

أَنْكِحُوا کے امر سے یہ بات بالکل واضح وعیاں ہے کہ اگر کسی کے ہاں لڑکی ہو اور دوسرا مومن شادی کی ضرورت رکھتا ہو اور اس کے اخراجات بھی ادا کرسکتا ہو۔ پس خواستگاری کرے تو اس کو رد نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی معقول شرعی عذر اس کے پاس موجود ہو تو اس کی خواستگاری کو رد کیا جاسکتا ہے اور جہاں لڑکی والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ خواستگاری کرنے والے مومن کو بلا عذر شرعی رد نہ کریں وہاں غیر شادی شدہ مرد کو بھی تلقین صبر کی گئی ہے کہ اگر وہ شادی کی طاقت نہ رکھتے

Presented by www.ziaraat.com

ہوں اور اس کے اخراجات کی کفالت نہ کر سکتے ہوں تو لَیَسْتَعْفِفْ یعنی عفیف و پاکدامن بن کر رہیں۔ حرامکاری کی طرف راغب نہ ہوں۔ پس اپنے نفس پر قابو پا کر رہیں۔ یہاں تک کہ خدا ان کی مالی حالت کو اچھا کر دے۔ گویا صبر کرنا اور حکم خدا کے ماتحت پاکدامن رہنا غنا کا پیش خیمہ ہے۔ پس خدا اپنے فضل و کرم سے ایسے نوجوانوں کو رزق حلال فراوانی سے عطا فرمائے گا۔ اور آیت مجیدہ میں اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ۔ اس آیت مجیدہ میں غلاموں کی کتابت کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ غلام کی قیمت مقرر کر لی جائے اور غلام سے کہا جائے کہ تم اپنی مقررہ قیمت ادا کرنے کے بعد آزاد ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں مشروط اور مطلق۔

مکاتب مشروط وہ غلام جس کی قیمت ڈال کر یہ شرط لگا دی جائے کہ جب تک پوری قیمت نہ ادا کرو گے پورے غلام رہو گے حتیٰ کہ اگر ایک پیسہ بھی قیمت میں سے ادا نہ ہو سکا تو وہ پورے کا پورا غلام رہے گا۔

مکاتب مطلق وہ غلام جس کی قیمت مقرر کر کے یہ فیصلہ کیا جائے کہ اپنی قیمت میں سے وہ جس قدر ادا کرتا جائے گا اسی قدر آزاد ہوتا جائے گا۔ اور جس قدر اس کی قیمت میں سے ادائیگی رہ جائے گی۔ اسی نسبت سے وہ غلام رہ جائے گا۔

آیت مجیدہ میں ارشاد ہے کہ اگر غلام تم سے خواہش کریں مکاتب ہونے کی تو تم بخل سے کام نہ لو۔ بلکہ خندہ پیشانی سے ان کو مکاتب بنا لو۔ بشرطیکہ ان میں خیر اور بھلائی تم کو معلوم ہو۔ اور تفسیر صافی میں بروایت فقیہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خیر کا معنی یہ ہے کہ وہ کلمہ توحید و نبوت پڑھتا ہو اور رقم کما لینے کا فن اور ہنر اس کے ہاتھ میں ہو جس کے ذریعے سے کما کر اپنا مقرر شدہ مال کتابت ادا کر سکتا ہو۔ اور کافی کی روایت میں آپ سے منقول ہے۔ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص سے غلام کتابت کرانا چاہتا ہے حالانکہ مالک کو پتہ ہے کہ اس کے پاس تھوڑا یا بہت کچھ مال ہی نہیں ہے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا اس کو مکاتب بنا لے خواہ وہ بھیک مانگ کر ہی اپنی قیمت ادا کرے کیونکہ خدا اپنے بعض بندوں کے ذریعے سے دوسرں کو رزق دیتا ہے۔ اور مومن کی مدد کرنا جائز ہے۔

وَاٰتُوْهُمْ۔ غلام کو مکاتب کرنے کے بعد حکم ہے کہ خدا نے تم کو جو مال عطا فرمایا ہے اس سے غلام کو بھی کچھ دو یعنی مقررہ قیمت سے کمی کر دو۔ چنانچہ بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا رقم وصول کرنے کے لئے جو قسطیں مقرر کی جائیں ان میں کمی کرنی چاہیئے نہ کہ زیادتی۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے چھ ہزار میں سے اپنے غلام مکاتب کو ایک ہزار معاف کر دیئے تھے اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ آیت مجیدہ تمام مومنین کو مکاتب غلاموں کی آزادی میں امداد کرنے کا حکم دے رہی ہے۔ یعنی سب مل جل کر اس کی مدد کریں تاکہ وہ اپنی قیمت ادا کر کے آزادی کا سانس لے سکے۔ اور بعض مفسرین نے زکوٰۃ کے مستحقین کی فہرست میں جہاں فی الرقاب آیا ہے اس سے مراد مکاتب غلام لئے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

لہذا صدقات واجبہ میں سے ان کی دست گیری کی جا سکتی ہے۔ شریعت مقدسہ کا یہ طریقہ انسانی آزادی کی راہوں کو ہموار کرنے کا بہترین دستور ہے اور خدا برا کرے ان ناپاک اذہان کا جو دورِ حاضر میں آزاد انسانوں کے لئے غلامانہ ذہنیت کا جال بچھا کر مساوات کے خوشنما لیبل کے ذریعے سے ان کی فطری آزادی کے سلب کرنے کے درپے ہیں۔

مفہوم مخالف ولاتکرھوا۔ علمائے اصولیین میں مفہوم مخالف کی حجیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء مطلقاً اس کی حجیت کے قائل نہیں ہیں۔ بعض مفہوم غایت کے قائل نہیں البتہ مفہوم صفت اور مفہوم شرط کی حجیت کو مانتے ہیں اور اکثر علماء صرف مفہوم شرط کی حجیت کے قائل ہیں اور بعض ہر مفہوم کی حجیت کے قائل ہیں۔

مفہوم غایت جہاں حکم کی حد مقرر ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حد کے بعد کا حصہ حکم میں شامل نہیں جس طرح کہا جائے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کہنیوں سے آگے دھونا وضو میں شامل نہیں۔

مفہوم وصف۔ جہاں حکم ایک صفت سے وابستہ ہو مثلاً کہا جائے مومن مسکین کو صدقہ دیا جائے تو اس کا مفہوم مخالف یہی ہو گا کہ اگر وہ مسکین نہ ہو تو صدقہ اس کو نہ دینا چاہیئے۔

مفہوم شرط۔ جہاں حکم ایک شرط پر معلق ہو مثلاً کہا جائے اگر زید نماز پڑھتا ہو تو انعام کا مستحق ہے۔ اس کا مقصد یہ ہو گا کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھتا تو مستحق انعام نہیں اور مفہوم شرط باقی دو نو مفہوموں سے دلالت میں مضبوط تر ہے۔

جو لوگ مفہوم کی حجیت کے قائل نہیں ہیں وہ مفہوم شرط پر اسی آیت سے اعتراض کرتے ہیں کہ اس مقام پر حکم مشروط ہے حالانکہ مفہوم شرط یقیناً ممنوع ہے (ترجمہ اپنی کنیزوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامنی چاہتی ہوں) اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ اگر وہ پاکدامنی کا ارادہ نہ رکھتی ہوں تو ان کو زنا پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ کسی کو زنا کے لئے مجبور کرنا ہر حالت میں ناجائز ہے پس معلوم ہوا کہ مفہوم شرط حجت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم شرط اس وقت حجت ہوتا ہے جب شرط لگانے میں مصلحت حکم کے علاوہ اور کوئی فائدہ ملحوظ نہ ہو لیکن جہاں شرط لگانے میں کوئی دوسرا فائدہ مدِّ نظر ہو وہاں مفہوم حجت نہیں ہوتا۔ اور اس مقام پر فائدہ یہ ہے کہ آقاؤں اور سرداروں کو غیرت اور حمیت کا درس دیا گیا ہے کہ جب عورت ناقص العقل ہو کر اور بالخصوص کنیز ہو کر اپنی عفت اور پاکدامنی کی حفاظت کرنا چاہتی ہو تو آزاد انسانوں کو بطریق اولیٰ اس کی عفت کی پاس خاطر کرنی چاہیئے اور ثانیاً آیت مجیدہ میں شرط حکم کے لئے نہیں بلکہ موضوع حکم کے لئے ہے کیونکہ جبر و اکراہ اس وقت متحقق ہوتا ہے جب عورت عفت و پاک دامنی کی خواہاں ہو۔ ورنہ جب عورت خود زنا پر آمادہ ہو تو جبر و اکراہ متحقق ہی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یہاں یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ کنیز اپنے مولا کی ملکیت میں داخل ہے۔ اور وہ اس سے منفعت حاصل کر سکتا ہے۔ شاید یہ منفعت بھی اس کے لئے جائز ہو کہ کنیز سے حرامکاری کے ذریعے روپیہ کما لے اور یہ حرامکاری مالکوں کے فائدہ کی خاطر حرام قرار نہ دی جائے تو آیت مجیدہ میں اس احتمال کو رد کر دیا گیا ہے کہ زنا ہر ایک کے لئے حرام ہے اور اس کی کمائی کسی صورت میں جائز نہیں قرار دی جا سکتی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آیت مجیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کنیزوں کی عفت کی صورت میں ان کو زنا پر مجبور

Presented by www.ziaraat.com

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ

اللہ روشن کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ہے دریچے کی سی جس میں چراغ ہو

اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ

کہ چراغ ایک شیشے میں ہو وہ شیشہ ایسا ہو جس طرح ایک چمکدار ستارہ جلایا جائے

نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر وہ اپنے طور پر حرامکاری پر آمادہ ہوں تو اس کی نفی یا نہی پر آیت کی دلالت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کی دلالت واضح ہے کیونکہ اگر اپنے طور پر ان کا یہ فعل جائز ہوتا تو مالکوں کو ان کے جبر و اکراہ سے نہ روکا جاتا کیونکہ جائز اور حلال کام کے لئے مالک اپنے غلاموں اور کنیزوں کو مجبور کرسکتا ہے بشرطیکہ ان کے بس میں ہو۔ پس مالکوں کو جبر و اکرہ سے روکنا کنیزوں کے لئے اس کی حرمت کی دلیل ہے۔ لہذا جس طرح زنا آزاد عورتوں اور مردوں کے لئے حرام ہے۔ اسی طرح غلام اور کنیزیں بھی زنا کی حرمت کے حکم میں شامل ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ عبد اللہ ابن ابی بکر کی چھ کنیزیں تھیں اور وہ ان سے زنا کرواکے رقم کماتا تھا۔ جب زنا کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو وہ عورتیں حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکوہ کیا۔ پس یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی۔

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ یعنی اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں اور شادی کی خواہشمند ہوں تو ان کی شادی کرادی جائے اور ان کے لئے ایسے مواقع فراہم نہ کئے جائیں اور ایسے حالات پیدا نہ کئے جائیں کہ زنا میں مبتلا ہو جائیں۔ اور مالک کا اپنی کنیز کو شادی سے محروم کرنا بھی اس کی حرامکاری کا راستہ ہموار کرنے کے برابر ہے اور جب مولا کا اپنی کنیز کو حرام کے راستہ پر لگانا ممنوع ہے تو اس سے بدتر ہیں۔ وہ باپ یا بھائی یا اہل خاندان جو اپنی بیٹیوں بہنوں یا خاندان کی دوشیزاؤں کو شادی سے محروم کرکے ان کے لئے ایسے حالات پیدا کردیتے ہیں کہ وہ زنا اور حرامکاری پر مجبور ہو جائیں جس سے پورے خاندان کی عزت و آبرو خاک میں مل جاتی ہے۔ اور ایسے لوگ دیوث کہلاتے ہیں جو اپنی یا اپنے خاندان کی لڑکیوں کے لئے زنا کے اسباب فراہم کریں اور ان کی بروقت شادی سے عمداً گریز کرکے اپنی بے غیرتی پر راضی ہوں۔

بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ۔ آیت مجیدہ میں اس بات کا اعلان ہے کہ مالک اگر کنیزوں کو جبر و اکراہ سے زنا پر مجبور کرے تو خدا مجبور عورت کا جرم معاف کردے گا لیکن مجبور کرنے والے مالکوں اور سرداروں کا یہ جرم قابل عفو نہ ہوگا۔

رکوع ۱۱ تاویل نور

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ۔ آیت مجیدہ میں اس مقام پر مفسرین نے نور کے معنی میں مختلف آراپیش کی ہیں (۱) نور کا معنی ہدایت اور مراد ہادی ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق کا ہادی ہے (۲) نور کا معنی منوّر بصورت مجاز مرسل یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کو چاند سورج اور ستاروں کے ذریعے روشنی بخشنے والا ہے (۳) نور کا معنی زینت اور مراد مزین ہے۔ یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کو انبیاء و اولیاء کے وجود سے زینت عطا کرنے والا ہے۔ اور چونکہ

Presented by www.ziaraat.com

شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا

(وہ چراغ تیل سے جو نکلا ہو) مبارک درخت زیتون سے کہ نہ شرقی ہو اور نہ غربی کہ اس کا تیل (بوجہ صفائی کے)

يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ

جلنے کے قریب ہو اگرچہ اس کو آگ بھی نہ چھوئے نور ہے نور پر ہدایت کرتا ہے اللہ اپنے نور کی

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

طرف جسے چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے لئے اور اللہ ہر شے کو جاننے

عَلِيْمٌ ۝ ۳۵ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ

والا ہے ایسے گھروں میں کہ حکم دیا ہے اللہ نے ان کے بلند کرنے کا اور ذکر کیا جاتا ہے ان میں اسکا نام

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ ۳۶ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ

تسبیح کرتے ہیں اس کی ان میں صبح اور شام ایسے بندے کہ نہیں مشغول کرتی ان کو

تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۽

تجارت اور نہ سودا بازی اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ ۳۷

ڈرتے ہیں اس دن سے کہ بدلیں گے اس میں دل اور آنکھیں

خدا ہر نفع اور احسان و انعام کا فاعل حقیقی ہے۔ اس لئے اس پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جس طرح کسی رحیم کو مبالغہ کے طور پر رحمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور محسن و منعم پر نور کا مجازاً اطلاق عام عربوں کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ایک عرب کا شعر استشہاد میں نقل کیا گیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ نُوْرُ قَوْمٍ وَاِنَّمَا يُبَيِّنُ فِي الظُّلْمَاۗ لِلنَّاسِ نُوْرُهَا۔ یعنی تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم قوم کے لئے نور ہیں (یعنی ان کے محسن و منعم ہیں) اور اس میں شک نہیں کہ تاریکیوں میں لوگوں کی راہنمائی نور کیا کرتا ہے (یعنی ہم قوم کی ہر مشکل و مصیبت میں ان کی دست گیری کرتے ہیں۔ پس قوم کے لئے مصائب و آلام کی تاریکیوں سے نجات پانے کیلئے ہمارا وجود نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مَثَلُ نُوْرِہٖ ۔ یعنی اللہ جو آسمانوں اور زمینوں کے لئے نور ہے کہ ان کو کتم عدم سے نکال کر زیور وجود سے آراستہ کرنے والا ہے اور ظلمتِ جہالت سے نکال کر بقعۂ نور ہدایت کی طرف لانے والا ہے اور جس طرح ظاہری طور پر شمس و قمر و ستارگان کے ذریعے سے اس نے عالم کو اجالا کیا۔ اسی طرح معنوی اور روحانی طور پر انبیا و مرسلین اور اوصیاء طاہرین کے ذریعے سے اس نے ظلمت ہائے کفر و شرک کو مٹانے کے لئے عالم کو نور ایمان سے تابناک بنانے کا انتظام فرمایا۔ پس اس کے نور کی مثال جس کے ذریعے سے عالم وجود بقعۂ نور بنا۔ مثل ایک مشکوٰۃ کے ہے۔ اس جگہ نور سے مراد ایمان یا قرآن یا ذات بابرکات حضرت محمد مصطفیٰؐ ہے اور چوتھا قول یہ بھی ہے کہ نور سے مراد وہ براہین ساطعہ اور ادلّہ قاطعہ ہیں جو احقاق حق کے لئے باطل کے حجلہ پردوں کو چاک کر دیں اور انسانی قلوب میں قندیل ایمان کو روشن کر دیں اور پانچواں قول یہ ہے کہ ہدایت پانے کے بعد اطاعت گذار مومن کی اطاعت کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان میں سے تیسرا قول یعنی ذات رسالتمآبؐ کا مراد لینا زیادہ موزوں ہے کیونکہ اس میں باقی چار اقوال بھی جمع ہو جاتے ہیں۔

کَمِشْکٰوۃٍ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ رومی زبان سے عربی کی طرف لایا گیا ہے اور بعضوں نے اس کو عربی بھی کہا ہے بہرکیف اس سے مراد دیوار میں چراغ رکھنے کا وہ جالا ہے جس کے آگے شیشہ لگا ہوا ہو اور پیچھے کی طرف سے چراغ اندر رکھنے کا راستہ الگ بنایا گیا ہو۔

کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔ یہ دُر کی طرف منسوب ہے۔ یعنی صاف و شفاف موتی کی طرح چمکنے والا ستارہ۔

مِنْ شَجَرَۃٍ۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ یعنی مِنْ زَیْتِ شَجَرَۃٍ

مُبٰرَکَۃٍ۔ زیتون کے درخت کو اس لئے مبارک کہا ہے کہ یہ کثیر المنفعت درخت ہے۔ حتیٰ کہ اس علاقہ کو بھی بابرکت کہا گیا ہے جس میں یہ درخت بکثرت پیدا ہوتا ہے چنانچہ مسجد اقصیٰ کے علاقہ کے متعلق فرمایا بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ اور فی الجملہ اس کے فوائد یہ ہیں۔ (۱) اس کا تیل جلانے کے کام آتا ہے (۲) اس کے ساتھ روٹی کھائی جا سکتی ہے (۳) گھی کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے (۴) اس کا رنگ اچھا ہوتا ہے (۵) اس کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے (۶) اس کا کوئلہ اچھا بنتا ہے (۷) اس کی راکھ سے ریشم صاف کیا جاتا ہے (۸) اس کے تیل نکالنے میں آلات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس مقام پر زیتون کی قید اس فائدہ کے ماتحت ہے۔ کہ اس کے تیل سے جو چراغ جلتا ہے اس کی روشنی صاف اور تیز ہوتی ہے۔ اور مروی ہے کہ طوفان نوحؑ کے بعد یہ پہلا درخت ہے جو زمین پر اُگا اور جس زمین میں یہ درخت اُگا اس کو انبیاء کا مسکن قرار دیا گیا۔

لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ۔ یعنی نہ اس پر مشرق کی طرف سے کوئی سایہ پڑتا ہے اور نہ مغرب کی جانب سے بلکہ صبح و شام دھوپ میں رہتا ہے کیونکہ زیتون کا وہ درخت جو سایہ میں ہو اس کا تیل صاف نہیں ہوتا۔

پس آیت مجیدہ کا معنی یہ ہوا کہ اللہ نے جو نور ہدایت خلق کے لئے معین فرمایا ہے وہ مثل اس صاف و شفاف چراغ کے ہے جو دیوار کے جالے کے اندر ایک صاف شیشے کے پیچھے رکھا ہوا ہو جس کی روشنی موتیوں کی طرح چمکنے والے آسمانی ستارے کی مانند ہو جو زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے جلایا گیا ہو جس پر شرقی یا غربی کوئی سایہ اثر انداز نہ ہوا ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

تاویل آیت آیت مجیدہ کی تاویل کے متعلق متعدد اقوال ہیں (۱) مَثَلُ نُوۡرِہٖ۔ میں نور سے مراد نور ہدایت ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پہل اللہ سبحانہ نے اپنے نور کا ذکر فرمایا (کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے یعنی ان کا موجد خالق اور مُدبّر وغیرہ ہے) پھر اس کے نور کی مثال یعنی وہ شمع ہدایت جو اس نے مومن کے دل میں روشن کی ہے وہ دیوار کے جالے کی مانند ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہو اور اس کے آگے شیشہ لگا ہوا ہو پس مومن کا باطن مشکواۃ ہے اور اس کا دل شیشہ ہے اور چراغ وہ نور ہدایت ہے جو اس شیشۂ قلب سے پھوٹ کر نکلتا ہے اور وجود مومن شجر مبارکہ ہے جس پر مشرق و مغرب کی ہوائیں اور شعاعیں (تہذیبیں) اثر انداز نہیں ہو سکتیں بلکہ وہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رہتا ہے اور وہ نور ہدایت جو اس کے کاشانۂ دل کو منور کئے ہوئے ہے وہ اپنی ضیا پاشیوں میں مصروف عمل ہوتا ہے اگرچہ اس کی زبان پر مہر سکوت ہی کیوں نہ ہو۔ نور علی نور یعنی فریضہ کے بعد فریضہ اور سنت کے بعد سنت جاری ہے۔ اور اللہ اپنے فرائض اور سنتوں کی طرف جسے چاہے ہدایت فرماتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور یہ مثال اللہ نے مومن کے لئے بیان کی ہے۔ پس مومن کے پانچ نور ہیں۔ (۱) مَدۡخَلُہٗ نُوۡرٌ۔ یعنی جس کام میں گھستا ہے وہ نور ہوتا ہے۔ گویا مومن کی شان سے بعید ہے کہ وہ ظلماتی کاموں میں داخل ہو بلکہ وہ ہدایت خداوندی اور توفیق حق کے ماتحت ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور نور و ہدایت کی طرف قدم بڑھا کر دوسروں کیلئے مشعل راہ بنتا چلا جاتا ہے (۲) مَخۡرَجُہٗ نُوۡرٌ۔ اس کا مقصد بھی پہلے فقرہ کی طرح ہے یعنی جس کام سے عہدہ برا ہوتا ہے۔ وہ ہدایت اور نور ہوتا ہے۔ یعنی ایسی باتوں اور ایسے اُمور سے گریز کرتا ہے جو خدا کے پسندیدہ نہ ہوں گویا ہر حرام اور گناہ سے بچتا ہے۔ پس ایسے اعمال کرتا ہے جن کا کرنا نور ہے۔ اور ایسے اعمال سے بچتا ہے جن سے بچنا نور ہے (۳) وَعِلۡمُہٗ نُوۡرٌ یعنی مومن کا علم اس کے لئے باعث نور و ہدایت ہے گویا وہ علم کو کسب معاش یا تکمیل خواہشات کا ذریعہ نہیں بناتا بلکہ وہ علم کو زینۂ رضائے پروردگار قرار دے کر خود بھی اس پر عامل ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی اس کا علم و عمل دعوت حق کا علم بردار ہوتا ہے۔
(۴) وَکَلَامُہٗ نُوۡرٌ۔ یعنی مومن کے کلام میں ظلماتی پہلو کوئی نہیں ہوتا چونکہ وہ خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ اس کی زبان ہدایت کی ترجمان ہوتی ہے۔ پس وہ ایسے جملے منہ سے نہیں نکالتا جو عوام کے لئے گمراہی کے موجب ہوں بلکہ اس کا بیان اُمور حق کا ترجمان اور ناموس شریعت کا پاسبان ہوتا ہے (۵) وَمَصِیۡرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِلَی الۡجَنَّۃِ نُوۡرٌ۔ یعنی بروز محشر اس کا جنت کی طرف جانا نور ہے۔ اس حدیث شریف میں نور کی بھی خوب وضاحت ہو گئی (۱) نیکی کرنا نور اور اس کے مقابلہ میں نیکی کو ترک کرنا ظلمت (۲) برائی کو چھوڑنا نور اور اس کے مقابلہ میں برائی کرنا ظلمت (۳) نیکی و بدی میں تمیز کرنے اور نیکی کے بجا لانے نیز برائی سے بچنے کے لئے رضائے حق کی خاطر علم کا حاصل کرنا نور اور اس کے مقابلہ میں صرف جہالت ہی ظلمت نہیں بلکہ ہر وہ علم جو نیت بد سے حاصل کیا جائے یا ترویج باطل اور تردید حق کا اس سے ناجائز فائدہ لیا جائے یا کسب معاش و تکمیل شہوات کا اس کو ذریعہ قرار دیا جائے وہ بھی ظلمت ہے (۴) زبان سے جاری کردہ بیان اگر حق و ہدایت کو اپنے دامن

Presented by www.ziaraat.com

میں لئے ہوئے ہے تو نور ہے ورنہ ظلمت (۵) بیان کردہ ہر چہار اوصاف مومن جن کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے ان کی جزا جنت ہے اور وہ نور ہے۔ گویا دنیا میں نیکی کرنا نور ہے اور آخرت میں نیکی کی جزا جنت نور ہے۔ اور اس حدیث شریف کی روشنی میں انبیاء و اوصیاء نور ہیں اور محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پوری کائنات میں نور کل ہیں۔ حتیٰ کہ سب انوار کے لئے ان کے انوار طیبہ مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ سورہ نور کی ابتدا میں ہم نے اس پر کافی روشنی ڈالی ہے اور اس میں ان لوگوں کے لئے زیادتی معرفت کی راہیں ہموار کی ہیں۔ جن کے دل تعصب و عناد کے پنجروں میں مقید نہیں ہیں۔

دوسری تاویل مَثَلُ نُوْرِہٖ میں نور سے مراد ذاتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ہے پس آپ کا سینہ جو گنجینہ علوم الٰہیہ ہے۔ مشکوٰۃ ہے اور آئینہ آپ کا قلب باصفا ہے اور مصباح آپ کی رسالت و نبوت ہے جس پر شرق و غرب کی شعاعیں اثر انداز نہیں۔ یعنی یہودیت و نصرانیت سے متاثر نہیں اور آپ کی نبوت ایک شجرۂ مبارکہ سے پھوٹ رہی ہے۔ جو شجرۂ نسل ابراہیمؑ ہے اور کردار محمدیؐ خود سمجھ دار لوگوں کے لئے ایک بیان واضح ہے۔ اگرچہ وہ خود زبان سے خاموش ہی کیوں نہ رہیں جس طرح زیتون کا صاف تیل آگ چھوئے بغیر جلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعضوں نے مشکوٰۃ سے مراد حضرت ابراہیم اور زجاجہ سے مراد حضرت اسمٰعیل اور مصباح سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم لیا ہے۔ اور شجرۂ مبارکہ نسل ابراہیم ہے کیونکہ اکثر انبیاء ان کی صلب سے پیدا ہوئے اور وہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی یعنی نہ نصرانی ہے نہ یہودی کیونکہ نصاریٰ مشرق کی طرف سجدہ کرنے کے پابند ہیں اور یہودی مغرب کی طرف سجدہ کرنے کے پابند ہیں اور یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کے وجود ذی جود سے محاسن و کمالاتِ نبوت پھوٹ پھوٹ کر دنیا کو منور کر رہے تھے۔ اگرچہ ابھی تک ان کے ساتھ وحی کا سلسلہ قائم نہیں ہوا تھا اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مقصد یہ ہے کہ نبی نسل نبوت سے ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد حضرت عبدالمطلب ہیں اور زجاجہ سے مراد حضرت عبداللہ ہیں اور مصباح سے مراد خود حضرت رسالت مآبؐ ہیں نہ آپ شرقی ہیں نہ غربی بلکہ مکی ہیں اور مکہ دنیا کا وسط ہے۔ (مجمع البیان)

تیسری تاویل تفسیر مجمع البیان میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم مشکوٰۃ ہیں اور مصباح حضورؐ ہیں۔ اور اللہ ہماری ولایت کی طرف ہدایت فرماتا ہے جسے چاہتا ہے۔ بروایت توحید ابن بابویہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مشکوٰۃ سینۂ نبوی ہے اور مصباح سے مراد علوم نبوت ہیں اور زجاجہ حضرت علی علیہ السلام کا سینہ ہے کہ علوم نبوت حضورؐ کے سینہ سے حضرت علی کے سینہ تک پہنچے۔ پس علی کا علم ایک شجرۂ مبارکہ علمیہ سے پھوٹتا ہے۔ جس پر نصرانیت و یہودیت اثر انداز نہیں ہے۔ پس وہ نہ شرقی ہے نہ غربی اور یَکَادُ زَیْتُھَا الخ کا مقصد یہ ہے کہ آل محمد کے عالم کی زبان دُرفشاں سے مقاصدِ علمیہ اور مطالب عرفانیہ ہر وقت صادر ہوتے رہتے ہیں۔ اور سائل کے سوال سے پہلے وہ اس کا دامن اپنے فیوض علمیہ سے بھر دیا کرتے تھے اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مقصد یہ ہے کہ آل محمد میں امامت کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ پس ایک امام کے بعد دوسرا امام آتا رہے گا اور ہدایت خلق کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے تا قیام قیامت مسلسل جاری و ساری ہے

Presented by www.ziaraat.com

گا۔ پس یہ وہ اوصیاء ہیں۔ جن کو اللہ نے اپنی زمین کا خلیفہ مقرر فرمایا اور اپنی مخلوق پر ان کو حجت قرار دیا کہ کسی زمانہ میں زمین ان کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی اور جناب رسالت مآبؐ کے ایک مدحیہ قصیدہ میں حضرت ابوطالب نے ایک شعر میں اسی مطلب کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اَنْتَ الْاَمِیْنُ مُحَمَّدٌ قَرْمٌ اَغَرُّ مُسَوَّدٌ

تو محمدؐ امین ہے نورانی چہرے والا سید و سردار ہے

آگے چل کر فرمایا۔

مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ لَمْ یَزَلْ فِیْنَا وَصِیٌّ مُّرْشِدٌ

آدم سے لے کر ہمیشہ ہم میں ایک وصی ہدایت کنندہ ہوتا چلا آیا ہے

صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں ذکر ہونے والے شجرہ مبارکہ سے مراد تقویٰ و رضوان اور ہدایت و ایمان کا درخت ہے جس کی اصل نبوت فرع امامت ٹہنی تنزیل اور پتے تاویل اور اس کے خدمتگار جبرئیل و میکائیل ہیں

چوتھی تاویل تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ یہ مثال اللہ نے مومنوں کی بیان فرمائی ہے کہ مومن کا نفس مشکوٰۃ اس کا دل شیشہ اور ایمان و قرآن کی جو قندیل اس کے دل میں روشن ہے وہ مصباح ہے جو اخلاص کے شجرہ مبارکہ سے منور ہے جس طرح گھنے سرسبز درختوں کے جھنڈ کو مشرق و مغرب کی دھوپ متاثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح راسخ الایمان مومن کے ایمان کو فتنہ و فساد کی تیز و تند دھوپ اور شرق و غرب بلکہ ہر چہار طرف سے ابھرنے والے لادینی کے بے پناہ طوفان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے پس وہ چار خصلتوں میں زندگی گذارتا ہے (۱) اگر اسے کچھ عطا ہو تو شکر گذار ہوتا ہے (۲) اگر آزمائش میں مبتلا ہو تو صابر ہوتا ہے (۳) اگر حکم کرے تو عدل اس کا مطمح نظر ہوتا ہے (۴) اور اگر بات کرے تو سچائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا وہ عام لوگوں میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح کوئی زندہ قبرستان میں چل پھر رہا ہو پس وہ نور علیٰ نور کا مصداق ہے کہ اس کا کلام نور اس کا علم نور اس کا مدخل و مخرج نور اور بروز قیامت اس کی بازگشت نور ہے (اس آخری فقرہ کی تشریح تاویل نمبر ۱ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

پانچویں تاویل حسن بصری سے منقول ہے کہ مومن کے دل میں قرآن کی مثال ہے کہ مومن کا دل شیشہ اور اس کی زبان مشکوٰۃ ہے اور شجرہ مبارکہ وحی ربانی ہے۔ اور قرآن کی دلیلیں واضح و روشن ہیں اگرچہ اس کی کوئی تلاوت نہ بھی کرے یا یہ کہ اللہ کی طرف سے بیان کردہ ادلّہ و براہین اس کی مخلوق پر واضح و آشکار ہیں بشرطیکہ تدبر و تفکر سے کام لیا جائے اگرچہ قرآن نہ بھی نازل ہوتا یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ الخ اور یہ نور علیٰ نور ہے یعنی دیگر فطری و نفسیاتی و عقلی دلیلوں کے بعد قرآن کا وجود نور علیٰ نور کا مصداق ہے۔

چھٹی تاویل حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت علیؑ سے لے حضرت مہدی علیہ السلام تک ان کے بارہ اوصیائے طاہرین علیہم السلام اس کے تاویلی مصداق ہیں۔ چنانچہ تفسیر برہان میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنی انگلی کے ساتھ کچھ لکھ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں میں نے عرض کی حضور! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس آیت کو پڑھتے ہیں اور اس

Presented by www.ziaraat.com

کی کمال معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ میں نے عرض کی حضورؐ! وہ کون سی آیت ہے تو آپ نے آیت نور کی تلاوت فرمائی اور پھر اس کی وضاحت یہ کی کہ مشکوٰۃ حضرت محمد مصطفےٰؐ ہیں۔ فِيهَا مِصْبَاحٌ داؤل۔ اس لفظ کا مصداق آپ نے نہیں بتایا غالباً بوقت بیان یہ لفظ پڑھ کر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے اپنی ذات مراد لی ہو۔ پس آگے چل کر فرمایا الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ۔ زجاجہ سے مراد حسین وحسن علیہما السلام ہیں کوکب دری علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ حضرت محمد بن علی الباقر علیہ السلام ہیں۔ زَيْتُونَةٍ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ لَّا شَرْقِيَّةٍ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام وَلَا غَرْبِيَّةٍ حضرت امام علی رضا علیہ السلام يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ حضرت امام علی نقی علیہ السلام ہیں۔ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اور يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ حضرت امام قائم مہدی علیہ السلام ہیں۔ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (یعنی اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے)

بیوت کی تفسیر

فِي بُيُوتٍ مشکوٰۃ کی صفت ہے۔ یعنی وہ نور جس کی مثال مشکوٰۃ سے دی گئی ہے وہ ایسے گھروں میں ہے جن کے بلند کرنے اور ان کی عزت و احترام کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے جن میں صبح و شام اللہ کی تسبیح اور اس کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور ایسے بندے اس کا ذکر و تسبیح کرتے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز و زکوٰۃ سے روک نہیں سکتی اور اس دن کا خوف کرتے ہیں جس دن دلوں اور آنکھوں میں انقلاب رونما ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس اور حسن بصری کا قول منقول ہے کہ ان گھروں سے مراد مساجد ہیں۔ اور گذشتہ بعض تاویلات آیت بھی اس کی شاہد ہیں اور حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے۔ الْمَسَاجِدُ بُيُوتُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَهِيَ تُضِيءُ لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تُضِيءُ النُّجُومُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ۔ یعنی مساجد زمین پر اللہ کے گھر ہیں اور یہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتی ہیں جس طرح زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ عام مساجد مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہ چار مساجد ہیں جن کو انبیاء نے تعمیر کیا ہے (۱) کعبہ جس کو حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے تعمیر فرمایا (۲) بیت المقدس جس کو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے بنایا اور مدینہ میں مسجد نبوی اور مسجد قبا جن کی تعمیر حضرت رسالتمآبؐ کے ہاتھوں ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد بیوت انبیاء ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت مجیدہ پڑھی گئی تو کسی نے آنحضرتؐ سے ان گھروں کے متعلق سوال کیا جن کا آیت میں ذکر ہے تو آپ نے فرمایا ان سے مراد انبیاء کے گھر ہیں پس ابوبکر نے کھڑے ہو کر حضرت علی و بتول علیہما السلام کے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَٰذَا الْبَيْتُ مِنْهَا کہ کیا یہ گھر بھی ان میں سے ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ نَعَمْ مِنْ أَفَاضِلِهَا۔ ہاں صرف ان میں سے نہیں بلکہ ان کے بہترین میں سے ہے۔ اور علامہ طبرسی فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر اس قول کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ آیت میں اہل بیت یعنی گھر والوں کی تطہیر کا ذکر ہے اور اللہ نے ان گھروں کی جس بلندی کا اذن دیا ہے اس بلندی سے مراد تعظیم اور ہر رجس سے پاکیزگی اور گناہوں کی ہر میل و کثافت سے طہارت و علیحدگی ہے اور بعض علماء نے اس مقام پر رفع سے مراد یہ لیا ہے کہ ان کے گھروں میں جا کر ان کے وسیلہ

Presented by www.ziaraat.com

سے اللہ کی طرف اپنی حاجات کو بلند کرو۔

تفسیر صافی و برہان ہیں بروایت کافی منقول ہے۔ ایک دفعہ قتادہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میں بہت سے فقہاء کے سامنے بیٹھتا رہا ہوں لیکن مجھے کبھی کسی عالم و فقیہ کے سامنے اتنی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوئی جس طرح آپ کے سامنے بیٹھنے سے مجھے گھبراہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ کہاں بیٹھا ہے تو اس وقت ان بیوت میں ہے جن کی تعظیم و اجلال کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہم ان کے مصداق ہیں۔ قتادہ فوراً کہنے لگا واقعی آپ سچ فرماتے ہیں۔ بخدا میں آپ کے قربان جاؤں وہاں گارے اور پتھروں کے گھر مراد نہیں ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ۔ تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب منقول ہے کہ ایک دفعہ بروز جمعہ دحیہ کلبی ملک شام سے کچھ مال لایا اور لوگوں کی اطلاع کے لئے شہر سے باہر ڈیرہ جما کر ڈھول طبل بجانے شروع کئے۔ اس وقت حضرت رسالت مآبؐ مسجد نبوی میں نماز جمعہ کے لئے خطبہ پڑھ رہے تھے۔ پس طبل کی آواز سنتے ہی لوگوں نے جانا شروع کر دیا حتیٰ کہ مسجد خالی ہو گئی۔ مردوں میں سے صرف حضرت علیؑ امام حسنؑ امام حسینؑ سلیمان ابوذر مقداد اور صہیب اور عورتوں میں سے صرف جناب فاطمہ زہراؑ بچ گئیں۔ پس نہ کوئی ان کے علاوہ مرد رہا اور نہ عورت۔ سب کے سب حضورؐ کو خطبہ پڑھتے چھوڑ کر بعض خرید و فروخت کے لئے اور بعض تماشائی صورت بنا کر چلے گئے اور سورہ جمعہ میں انہی لوگوں کی مذمت ہے۔ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ن انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا الخ۔ پس حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے میری مسجد پر نظر کی ہے۔ اگر یہ آٹھ آدمی نہ ہوتے تو قوم لوطؑ کی طرح پورے شہر پر عذاب خداوندی نازل ہوتا۔ اور ان پر آگ اور پتھروں کی بارش نازل ہوتی۔ پس آٹھ آدمیوں کے حق میں یہ آیت اتری۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ۔ الخ۔ تفسیر صافی میں مروی ہے۔ ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک تاجر کے متعلق احوال پرسی کی تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہے لیکن سلسلۂ تجارت کو اس نے خیرباد کہہ دیا ہے آپ نے یہ سن کر تین بار فرمایا عَمَلُ الشَّيْطَانِ یعنی شیطان کامیاب ہو گیا۔ کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضور رسالت مآبؐ نے شام سے آنے والے قافلہ سے مال تجارت خریدا اور نفع کما کر اپنے قرضے ادا کئے اور قرابت داروں کی امداد بھی کی اور خدا نے ایسے لوگوں کی ہی تعریف فرمائی ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ الخ کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت۔ ذکر خدا اور نماز و زکوٰۃ سے روک نہیں سکتی اور جو قصہ خواں لوگ کہتے ہیں کہ وہ تجارت نہیں کرتے تھے۔ جھوٹے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ نماز کو اپنے صحیح اوقات سے نہیں چھوڑتے تھے۔ اور یہ لوگ ان لوگوں سے افضل ہیں جو تجارت کو سرے سے ترک کر کے نماز میں حاضر ہوں۔

يَخَافُوْنَ يَوْمًا۔ یعنی وہ اس دن سے ڈرتے ہیں کہ آنکھوں اور دلوں کے حالات میں انقلاب و تبدیلیاں واقع ہوں گی دلوں پر انقلاب یہ ہوگا کہ وہ جنت کے طمع اور جہنم کے خوف کے اندر کشمکش و پیچ میں پڑے ہوں گے اور آنکھوں میں تقلب یہ ہوگا کہ وہ دائیں بائیں اپنے اعمالنامہ کی آمد کے منتظر ہوں گے اور متفکر ہوں گے کہ ہمیں کس طرف سے پکڑا جاتا ہے یا یہ کہ دل حنجروں تک پہنچ جائیں گے اور آنکھیں اندھی ہو جائیں گی یا یہ کہ دل شکوک کی منزل سے نکل کر یقین تک پہنچے ہوئے ہوں گے اور آنکھیں جن چیزوں کو جھٹلاتی تھیں ان

Presented by www.ziaraat.com

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

تاکہ ان کو جزا دے اللہ بہتر اس کی جو انہوں نے عمل کیا اور زیادہ دے ان کو اپنے فضل سے اور اللہ رزق

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ

دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے عمل مثل سراب کے ہیں

بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ

جو کھلے میدانوں میں ہو جس کو سمجھے پیاسا آدمی پانی یہانتک کہ جب اس کے پاس پہنچے تو اسے کچھ نہ پائے اور پائیگا

اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ

اللہ کو اپنے عمل کے پاس پس وہ پورا دے گا اس کو حساب اس کا اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے یا مثل ان تاریکیوں کے ہے

کو صحیح پائیں گی پس دنیا میں جو شکی ہوگا وہاں اسکا شک یقین میں تبدیل ہوگا اور جو دنیا میں عالم ہوگا آخرت میں اس کی بصیرت میں اضافہ ہو جائے گا۔

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ۔ لام کا متعلق محذوف ہے یعنی وہ لوگ جو اس قسم کے اعمال حسنہ اس لئے بجا لاتے ہیں تاکہ ان کو اللہ اپنے حسن عمل کی جزا دے اور اپنے فضل و کرم سے زیادہ انعام و اکرام سے ان پر نوازش کرے پس ایسے لوگ دنیا و دین دونوں کے لحاظ سے نفع مند ہوں گے کیونکہ اللہ ان کو رزق بھی بے حساب دیتا ہے اور آخرت کی بازی بھی وہ جیت جاتے ہیں لیکن جو لوگ تجارت یا دیگر نفسی خواہشات کی بنا پر عبادات کو چھوڑ دیتے ہیں وہ اپنے رزق مقدر سے تو بڑھ نہیں سکتے اور آخرت کو سرے سے برباد کر بیٹھتے ہیں۔

اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ۔ سراب اور آل میں یہ فرق بیان کیا گیا ہے۔ کہ سراب سفید چٹیل میدان یا ریگزار صحرا کی اس چمک کا نام ہے جو دوپہر یا اس کے بعد دھوپ پڑنے سے اس میں پیدا ہو کہ دور سے آتے ہوئے آدمی کو پانی دکھائی دے حتیٰ کہ اردگرد کے درختوں کے سائے بھی اس میں نظر آئیں۔ اور آل اس چمک کا نام ہے جو زمین سے اوپر کی فضا میں ایک پانی کا دریا دکھائی دے اور یہ تقریباً دوپہر سے قبل ہوا کرتی ہے۔ اور بعض استعمالات میں میدانی و ریگستانی صحرائی چمک جو آب نما ہو۔ اس پر سراب کا اطلاق ہوا ہے اور دامن کوہ میں سنگریزہ زار و سنگلاخ زمین کی آب نما چمک کو آل کہا گیا ہے۔ اور یہ دونو لفظیں ایک دوسرے کے متبادل بھی استعمال ہوتی ہیں۔ بہرکیف آیت مجیدہ میں کفار کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور اگلی آیت میں ان کو ظلمات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اس کے وہ اعمال جن کو وہ نیک اعمال سمجھتا تھا بروز محشر وہ ان کی جزا کا خواہشمند ہوگا اور پیاسے انسان کی طرح ان کی طرف دوڑے گا لیکن نتیجہ میں سراب کی طرح ان کی جزا کچھ نہ پائے گا کیونکہ وہ حبط ہو چکے ہوں گے اور

Presented by www.ziaraat.com

فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشٰہُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ

جو ایک گہرے سمندر میں ہوں جس میں موج پر موج پڑ رہی ہو اور اوپر بادل چھایا ہوا ہو ایکدوسرے کے اوپر تاریکیاں

بَعۡضُہَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَہٗ لَمۡ یَکَدۡ یَرٰىہَا ؕ وَ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰہُ

ہوں جب اپنا ہاتھ نکالے تو نہ دیکھ پائے اسے اور جس کو اللہ راہِ نجات نہ دے

حبط کا معنی مقدمہ تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل نیک میں کسی خاص خامی کی وجہ سے اس کا قابل جزا نہ رہنا حبط کہلاتا ہے اور جس طرح یہاں انسان سراب کے قریب پہنچ کر مایوس ونا کام پلٹتا ہے۔ کافر بھی مایوس ہوگا اور جب اللہ کے پاس پہنچے گا تو اپنا حساب پورا لے گا۔ اس کی نیکیاں تو سراب کی طرح کچھ نہ ہوں گی۔ پس غلطیوں کی سزا میں جہنم رسید ہوگا اور کافر کے وہ اعمال جو اس کی نظر میں اعمالِ بد تھے۔ وہ بروز محشر گھٹا ٹوپ تاریکیوں کی مثل پائے گا۔ کہ ان سے گلو خلاصی مشکل ہوگی۔ ایک اعمالِ زشت کی تاریکی دوسری اس کے کفر والحاد کی تاریکی اور تیسرے توبہ نہ کرنے اور سرکش ہو کر مرنے کی تاریکی اور پھر میدان محشر میں سختی عذاب کی تاریکی اور نتیجہ میں جہنم کی دائمی تاریکی جس سے نجات نہ پا سکے گا۔

تفسیر صافی و برہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کی تاویل دشمنانِ آلِ محمدؐ کے حق میں ہے۔ جس طرح آیتِ سابقہ کی تاویل محمدؐ وآلِ محمدؐ اور ان کے محبوں کے حق میں ہے۔ چنانچہ ظلمات سے مراد اول اور موج سے مراد ثانی اور موج بالائے موج سے مراد ثالث اور اوپر کی تاریکی امیر شام اور حکومتِ اموی کے وہ مظالم کہ مومن ان تاریکیوں میں اپنا ہاتھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ اور اس صورت میں نور کی تاویل امام ہوگا۔ یعنی جس کو خدا اولادِ فاطمہ سے امام کی معرفت کی توفیق نہ دے اسے قیامت تک امام حق ملنا ناممکن ہے۔ اور اسی قسم کی تاویل تفسیر قمی سے بھی منقول ہے۔

لطیفہ تفسیر برہان میں ابن شہر آشوب سے منقول ہے۔ ایک دفعہ شاہ روم نے معاویہ کی طرف چند مسائل دریافت کے لئے بھیجے۔ چنانچہ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ لاشی کسے کہتے ہیں؟ امیر شام حیران تھا کہ عمرو بن عاص نے مشورہ دیا ایک عمدہ گھوڑا فروخت کے لئے علی کے لشکر کی طرف بھیج دیجئے۔ جب قیمت دریافت کریں تو کہا جائے اس کی قیمت لاشیٔ ہے پس مسئلہ حل ہو جائے گا چنانچہ معاویہ کا غلام گھوڑا لے کر آیا حضرت امیر علیہ السلام قنبر کو ساتھ لئے ایک مقام پر کھڑے تھے۔ آپ نے قنبر سے فرمایا کہ شامی سے گھوڑا خرید لو۔ جب قنبر نے قیمت پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ اس کی قیمت ہے لاشیٔ آپ نے فرمایا اس سے گھوڑا لے لو۔ اس نے جب قیمت کا مطالبہ کیا تو آپ نے بیابان کی طرف لے جا کر سراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تیرے گھوڑے کی قیمت ہے۔ لاشیٔ لے لو اور بھاگ جاؤ۔ جب اس نے معاویہ کو مطمئن کرنے کے لئے دلیل پوچھی تو آپ نے قرآن مجید کی یہی آیت تلاوت فرمائی۔ کہ خدا نے قرآن مجید میں سراب کو لاشیٔ قرار دیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ﴿٤٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

اس کے لئے کوئی راہ نجات نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں ہو تحقیق اللہ کی تسبیح کرتا ہے ہر وہ جو آسمانوں اور

وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

زمین میں ہے اور پرندے پر کھول کر تحقیق ہر ایک کی تسبیح و نماز کو اللہ جانتا ہے اور اللہ جانتا ہے وہ جو

بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿٤٢﴾

وہ کرتے ہیں اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا اور اللہ کی طرف بازگشت ہے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى

کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تحقیق اللہ ہانکتا ہے بادل کو پھر جمع کرتا ہے اس کے ٹکڑوں کو پھر ان کو کرتا ہے تہ بہ تہ

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا

پس دیکھتے ہو بارش کو نکلتی ہے اس کے اندر سے اور اتارتا ہے آسمان سے پہاڑوں سے جو اس میں ہیں

(۲) کتاب مذکورہ میں اختصاص مفید سے منقول ہے ایک شخص نے ابوحنیفہ سے لاشی کا معنی دریافت کیا تو اُس نے ایک خچر اسے دیکر امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف بغرض فروخت بھیج دیا کہ اس کی قیمت لاشی وصول کرنا آپ نے خچر رکھ لیا۔ اور فرمایا ابوحنیفہ سے کہنا قیمت صبح کو وصول کرلے جب صبح کو ابوحنیفہ خدمت امام میں وصولی قیمت کے لئے حاضر ہوا تو سوار ہو کر آپ اسے صحرا کی طرف لے چلے جب سُورج بلند ہوا اور میدان میں سراب کی لہر دوڑی۔ آپ نے فرمایا ابوحنیفہ یہ کیا چیز ہے تو اس نے کہا کہ پانی ہے پھر جب آگے بڑھے تو اسے کچھ نہ پایا۔ آپ نے فرمایا یہ لو تمہارے خچر کی قیمت ہے۔ پس آپ نے آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا لاشی کا معنی سراب ہے۔ ابوحنیفہ نادم و پشیمان واپس پلٹا کیونکہ اس نے خچر پر دس ہزار درہم خرچ کئے تھے

رکوع ۱۲

وَالطَّيْرُ۔ یعنی ہر چیز پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے اور ذوی العقول کے علاوہ ہر چیز کی تسبیح ان کا عجز و حدوث ہے۔

قَدْ عَلِمَ۔ عَلِمَ کا فاعل ضمیر جو اللہ کی طرف راجع ہے قرار دی جائے تو معنی وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے۔ اور اگر اس کا فاعل ضمیر ہو جو راجع کل کی طرف ہے تو معنی یہ ہو گا کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز نے اپنی نماز و تسبیح کا انداز جان لیا ہے پس ہر چیز تسبیح و نماز میں مصروف ہے۔

رُكَامًا۔ یعنی مُتَرَاكِمًا جس کا معنی ہے تہ بہ تہ۔ مِنْ جِبَالٍ۔ یہ مِنَ السَّمَاءِ سے بدل ہے اور فِيهَا جار و مجرور کائنۃ

Presented by www.ziaraat.com

مِنۡۢ بَرَدٍ فَيُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ

اولے پس ہلاک کرتا ہے اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے اور پھیر لیتا ہے جس سے چاہتا ہے قریب ہے کہ بجلی کی

يَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ؕ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ

چمک ختم کردے آنکھوں کو تبدیل کرتا ہے اللہ رات اور دن کو تحقیق اس میں عبرت ہے صاحبان

لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡهُمۡ

بصیرت کے لیے اور اللہ نے پیدا کیا ہر چلنے والی چیز کو پانی سے پس بعض ان میں سے

کے متعلق جبال کی صفت ہے۔ مِنۡ بَرَدٍ جار و مجرور کائنۃ محذوف کے متعلق دوسری صفت ہے یعنی من جبال سماویۃ مِنۡ جِبَالٍ اور يُنَزِّلُ کا مفعول محذوف ہے مِنۡ بَرَدٍ یعنی خدا آسمان میں یا جہت علویہ میں ہونے والے برفانی تودوں سے اولے برساتا ہے كُلَّ دَآبَّةٍ۔ آیت مجیدہ میں جنوں اور فرشتوں کے علاوہ تمام ذی روح مخلوق کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ سب پانی یعنی نطفہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

عظمتِ پروردگار خداوندکریم نے آیات مجیدہ میں اپنی عظمت وجلالت کا ذکر فرمایا ہے اور یہ کہ کائنات کی ہر چیز اس کے سامنے اپنے حال وحیثیت کے لحاظ سے سجدہ ریز اور اس کی ثنا ومدح میں رطب اللسان ہے۔ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ منقول ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے اللہ کی قدرت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ایک خطبہ میں حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ کے فرشتوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ پوری روئے زمین پر وہ نہ سما سکیں گے اور جن وانسان اس کی حدود کا احاطہ نہ کر سکیں گے اور نہ اس کی پوری تعریف کر سکیں گے۔ پس ایسے فرشتے کے پورے جسم کی کیا تعریف کی جا سکے گی جس کے کندھے اور کان کے درمیان کا فاصلہ سات سو برس کی راہ ہو اور بعض ایسے بھی ہیں جن کا صرف ایک پر زمین وآسمان کی درمیانی فضا کو پر کر دے گا اور بعض ایسے ہیں کہ اگر سیدھے کھڑے ہوں تو سارے آسمان اس کی کمر کے نیچے رہ جائیں گے اور بعض ایسے ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ پر ہیں اور زمین کی موٹائی اس کے گھٹنوں سے نہیں بڑھ سکتی اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے انگوٹھے کے ناخن پر پوری دنیا کا پانی ٹھہر سکتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کے آنسوؤں کے پانی میں پوری دنیا کے جہاز ہمیشہ ہمیشہ چلتے رہیں تو اس کا کنارہ نہ پا سکیں گے۔ اسی طرح آپ نے حجاب ہائے قدرت کی عظمت وکثرت کو بیان فرمایا کہ ہر ایک کی موٹائی پانچسو سال کی مسافت اور ان میں ہر دو کا درمیانی فاصلہ پانچسو برس کا سفر ہے پھر سرادقات کا ذکر کیا مثلاً سرادق جلال سرادق عزّ سرادق کبریا سرادق عظمت سرادق قدس سرادق جبروت سرادق فخر سرادق نور ابیض اور آخر میں سرادق وحدانیت اور ہر دو کا درمیانی فاصلہ پانچسو برس کی مسافت سے کم نہیں۔ الخ

Presented by www.ziaraat.com

مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

چلتے ہیں اپنے پیٹ پر اور بعض ان میں سے چلتے ہیں دو پاؤں پر اور بعض ان میں سے چلتے ہیں

يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

چار پر پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے تحقیق اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

تحقیق ہم نے اتاریں نشانیاں واضح اور اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر اور ہم نے اطاعت مان لی پھر روگردانی کرتا ہے ایک فریق ان میں سے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حاملین عرش آٹھ ہیں اور ہر ایک کی آٹھ آٹھ آنکھیں ہیں کہ ایک آنکھ پوری دنیا کے برابر ہے۔

بروایت برسی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملازمین وعملہ کا یومیہ خرچ سات کر غلہ تھا۔ دریائی جانوروں میں سے ایک نے آپ سے ایک دن کی دعوت کا مطالبہ کیا جو آپ نے منظور فرمایا اور دریا کے کنارے ایک ماہ تک غلہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ ایک بڑے پہاڑ کے برابر ہوگیا پس ایک دریائی جانور یعنی مچھلی نے سر باہر نکالا اور سب کو ایک نوالہ بنا کر ہڑپ کر لیا اور سلیمان ؑ سے مزید خوراک کا مطالبہ کیا آپ نے فرطِ حیرت سے دریافت کیا کہ سمندر میں تیری طرح کا کوئی اور جانور بھی ہے تو اس نے کہا ایک نہیں بلکہ ہزار۔ پس حضرت سلیمان ؑ نے تسبیح پروردگار اپنی زبان پر جاری کی۔ نیز مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اگر تمام اہل آسمان وزمین مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کا مطلوب دے دوں اور ہر ایک کو پوری دنیا کا ستر گنا زیادہ دوں تب بھی میری عظمت میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی اور یہ اس طرح ہوگا جس طرح بھرے سمندر میں سے کوئی شخص نوکِ سوزن کو ڈبو کر باہر نکال لے تو سمندر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

مَنْ يَّمْشِيْ۔ یعنی زمین پر چلنے والے بعض جانور اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ اور دوسرے بعض حشرات الارض اور بعض کے دو پاؤں ہیں جیسے انسان اور پرندے اور بعض کے چار پاؤں ہیں۔ جیسے چوپائے اور جنگلی درندے وغیرہ لیکن بعض حیوانات ایسے بھی ہیں جو چار سے زیادہ پاؤں رکھتے ہیں اور آیت میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا یا تو اس لئے کہ یہاں حصر مراد نہیں بلکہ تمثیل مراد ہے یا اس لئے کہ فلاسفہ نے تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ جن حشرات الارض کے پاؤں چار سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ درحقیقت ان کے جسم کا اعتماد صرف چار پہ ہوتا ہے اور باقی صرف نمائش اور دکھلاوے کے لئے ہیں اس لئے صرف چار

Presented by www.ziaraat.com

ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ

اس کے بعد اور ایسے لوگ مومن نہیں ہیں اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ ان کے

بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ

درمیان حکم کرے تو ان کا ایک فریق اعراض کرتا ہے اور اگر فیصلہ حق ان کے حق میں ہو تو اطاعت کرتے

يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ

ہوئے جلدی آجاتے ہیں کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا ان کو شک ہے یا ڈرتے ہیں کہ اللہ ان

اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۱۲

پر ظلم کرے گا یا اس کا رسول ؟ بلکہ وہی ظالم لوگ ہیں

پاؤں والے جانوروں میں ان کا شمار ہوسکتا ہے۔ اور دابہ کا اطلاق ہر زمین پر چلنے والی چیز پر ہوتا ہے۔ خواہ ذوی العقول میں سے ہو یا غیر ذوی العقول میں سے ہو لیکن چونکہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ حاصل ہے اس لئے مَن کا استعمال کیا گیا ہے جو ذوی العقول کے لئے مختص ہے۔

ایمان کا امتحان

اِذَا دُعُوْا۔ تفسیر صافی و برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور عثمان کے متعلق ہے کہ ان کا آپس میں ایک باغ کے متعلق جھگڑا ہوا تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا جو فیصلہ جناب رسالت مآبؐ فرمادیں۔ اسی پر ہم دونوں کو رضامند ہوجانا چاہیے لیکن عبدالرحمٰن بن عوف نے عثمان سے کہا کہ رسالت مآبؐ کی طرف اگر مقدمہ جائے گا تو یقیناً فیصلہ علی کے حق میں ہوگا لہٰذا مقدمہ ابن شیبہ یہودی کے پاس لے جاؤ چنانچہ عثمان بھی اسی بات پر ڈٹ گیا۔ پس ابن شیبہ یہودی کے پاس گئے تو اس نے کہا تم کیسے لوگ ہو کہ اپنے رسول پر آسمانی وحی کے بارے میں تو یقین رکھتے ہو لیکن اس کے فیصلوں پر تمہارا کوئی اعتماد نہیں ہے۔ پس یہ آیت اتری اور تفسیر مجمع البیان میں اس کا شانِ نزول اس طرح منقول ہے کہ عثمان نے کچھ زمین حضرت علی علیہ السلام سے خریدی اور جھگڑا اس بات پر ہوگیا کہ زمین میں پتھر اور روڑے نکلے تو عثمان نے اس کو زمین کا عیب قرار دیکر سودے کو باطل کرنا چاہا۔ اور حضرت علی سے زمین کے واپس لے لینے کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا اس بارے میں جو فیصلہ رسالت مآبؐ کردیں ہم دونو کو بسر و چشم منظور کرلینا چاہیے لیکن حکم بن عاص نے اسے مشورہ دیا کہ اگر تم حضورؐ کی بارگاہ میں مقدمہ لے جاؤ گے تو فیصلہ یقیناً علی کے حق میں ہی ہوگا۔ پس یہ آیت اتری۔ ایک روایت میں ہے کہ عثمان نے علی سے زمین بیچی اور بعد میں پشیمان ہوگیا۔

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

سوائے اس کے نہیں مومنوں کا قول یہ ہے جب ان کو دعوت دی جائے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ ان کے

أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۱) وَمَنْ يُطِعِ

درمیان فیصلہ کرے کہ کہہ دیں ہم نے سنا اور مانا اور ایسے لوگ ہی چھٹکارا پانے والے ہیں اور جو اطاعت کرے

اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (۵۲)

اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے اور تقویٰ اختیار کرے پس وہی ہیں کامیاب ہونے والے

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی اگر ان کو پتہ ہو کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو نہایت خلوص کو ظاہر کر کے فیصلہ کے طالب بن کر فوراً حاضر ہوتے ہیں اور آج تک یہی دستور چلا آرہا ہے کہ جب مومنوں کے دو فریق آپس میں جھگڑتے ہوں اور ان کو علمائے کرام کے فیصلہ کی دعوت دی جائے تو جس فریق کو اپنے حق میں فیصلہ ہونے کا یقین ہو وہ فوراً اپنے دینی پہلو کو پیش کرتا ہے اور علماء کے فیصلہ کو اپنا ایمانی فیصلہ قرار دیتا ہے لیکن وہی شخص جہاں دوسرے مقام پر حق کے خلاف ہو وہاں علماء کو ہر ممکن طریقہ سے بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فیصلۂ حق سے کنارہ کشی کر کے اسی میں اپنی سلامتی سمجھتا ہے ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے کیا ان کے دلوں میں کمزوریٔ ایمان اور وجود نفاق کی بیماری ہے یا رسول کی رسالت ان کی نظروں میں مشکوک ہے یا اندیشہ ہے کہ کہیں خدا اور رسول فیصلہ میں عدل کو چھوڑ کر ظلم کو اختیار کریں گے ہے پھر لفظ بل کو استعمال کر کے واضح فرمایا کہ آخری دو نو شقیں باطل ہیں کہ نہ تو ان کو شک ہے اور نہ وہ اللہ و رسول سے ظلم کی توقع رکھتے ہیں بلکہ پہلی شق درست ہے کہ ان کے ایمان کمزور ہیں اور دلوں میں نفاق کی بیماری کا غلبہ ہے اور وہ ظالم لوگ ہیں جو باہمی نزاعات میں خدا اور رسول کے فیصلہ سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

رکوع ۱۳۶ إِنَّمَا كَانَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کے مصداق حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام ہیں۔ یعنی مومن کو جب اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کی طرف دعوت دی جائے تو اس پر فرض ہے کہ اسے مان لے خواہ فیصلہ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

وَيَتَّقْهِ ۔ خشیہ اور تقویٰ میں یہ فرق ہے کہ ترک واجبات اور فعل حرام میں اللہ سے خوف کرنا خشیہ ہے اور اس کے برعکس اللہ کے ڈر سے واجبات پر پابند رہنا اور گناہوں سے کنارہ کش رہنا تقویٰ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں آیت مجیدہ میں يَتَّقْهِ میں قاریوں کے چار قول ہیں (۱) يَتَّقِهِ (۲) يَتَّقِهْ (۳) يَتَّقْهْ (۴) يَتَّقِهُ قاریوں کے ان اختلافات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قرأت میں نقل کے پابند ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ قاعدۂ نحویہ کے لحاظ سے پہلی قرأت بالکل درست اور انسب ہے اور قاری آئمہ نحو تھے پس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قرأتیں اجتہاد ذاتی کی وجہ سے مختلف نہیں بلکہ سماع اس

Presented by www.ziaraat.com

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا

اور انہوں نے قسم کھالی اللہ کی سخت قسم کہ اگر تو ان کو حکم دے تو وہ اپنے گھروں سے بھی نکل جائیں گے کہہ دو

تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۵۳ قُلْ

قسمیں نہ کھاؤ اچھی اطاعت (پیش کرو) تحقیق اللہ خبردار ہے جو تم کرتے ہو کہہ دو

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی پس اگر پھر جاؤ گے تو سوائے اس کے نہیں کہ اس پر اپنا بوجھ ہے اور

عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

تم پر اپنا بوجھ ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور نہیں رسول پر مگر کھلی

الْمُبِيْنُ ۝۵۴ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

تبلیغ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل نیک بجالائے ضرور ان کو خلیفہ کروں گا

اختلاف کی اصل ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ۔ جھوٹی اطاعت والوں کا ہمیشہ یہی دستور ہوتا ہے کہ اطاعت کا بڑا دعویٰ کرنا اور قسمیں کھا کھا کر اپنی اطاعت کی یقین دہانی کرانا۔ لیکن وقت آنے پر انتہائی بے وفا ثابت ہونا۔ خداوند کریم ایسے لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے اور اپنے حبیب کو اطلاع دے رہا ہے کہ یہ لوگ پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں اپنے گھروں کو چھوڑنے کا حکم دے دیں تو ہم اپنے گھروں کو چھوڑ دیں گے ایسے لوگوں سے کہہ دیجئے قسمیں نہ کھاؤ بلکہ اطاعت کر کے اپنا اطاعت گذار ہونا عمل سے ثابت کرو اور یہ اچھا طریقہ ہے طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ کی خبر محذوف ہے۔ یعنی خَيْرٌ مِّنْ قَسَمِكُمْ یعنی اچھی فرمانبرداری قسم کھانے سے بہتر ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اصل تَتَوَلَّوْا تھا۔ پس ایک تاء بطور تخفیف کے حذف کر دی گئی ہے۔

آمد مہدی ؑ کی پیشین گوئی

وَعَدَ اللّٰهُ۔ بعض لوگوں نے اس آیت مجیدہ کا مصداق صحابہ کرام کو قرار دیا ہے۔ اور بعضوں نے پوری امت مراد لے لی ہے اور کچھ سرپھرے لوگوں نے اس آیت سے اجماعی خلافت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کی جسارت کی ہے اور آیت کے معانی ان کی تردید کے لئے کافی و وافی ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے اور ہم نے مقدمہ تفسیر میں از صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۰ اس مطلب پر کافی بحث کی ہے۔ آئمہ اہل بیت ؑ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ یہ

Presented by www.ziaraat.com

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ

زمین میں جس طرح خلیفہ کیا ان کو جو پہلے تھے اور ضرور متمکن کروں گا ان کے لیئے ان کا وہ دین

الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي

جو اس نے پسند کیا ان کے لیئے اور ضرور تبدیل کروں گا ان کے خوف کے بعد امن میری عبادت کریں گے کہ

لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾

میرے ساتھ کسی شی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو کفر کریں گے اس کے بعد تو وہ فاسق ہوں گے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾

اور قائم کرو نماز کو اور دو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم رحم کیئے جاؤ

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ

نہ خیال کرو ان کو جو کافر ہیں (کہ وہ) عاجز کرنے والے ہیں زمین میں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٥٧﴾ ع يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ

اور البتہ وہ بری بازگشت ہے اے ایمان والو تم سے اجازت لینی چاہیئے ان لوگوں کو جن کے

آیت حضرت قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام کے حق میں ہے اور ان کی تشریف آوری کی پیشین گوئی کر رہی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں بروایت عیاشی حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا بخدا اس سے شیعیان اہل بیتؑ مراد ہیں اور یہ وقت ان پر تب آئے گا جب کہ اس اُمت کا مہدی ظاہر ہوگا اور اسی کے متعلق حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ اگر زندگی دنیا میں سے صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے تو خدا اس دن کو طول دے گا یہاں تک کہ میری عترت سے ایک آدمی اس کا وارث ہوگا جو میرا ہم نام ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ علامہ طبرسی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا سے مراد محمدؐ و آلِ محمد ہیں اور آیت میں اس امر کی بشارت ہے کہ وہ تخت خلافت پر متمکن ہوں گے اور ملکی حکومت پر ان کو پورا اقتدار حاصل ہوگا اور ان سے ہر قسم کا خوف و ہراس برطرف ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے۔ کَمَا اسْتَخْلَفَ کی تشبیہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ جس طرح گذشتہ امتوں میں خدا نے صرف ان لوگوں کو خلافت دی جو اس کے اہل تھے۔ اسی طرح اب بھی وہی اہل کا انتخاب کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے

Presented by www.ziaraat.com

آدمؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ کو نامزد فرمایا۔ اور اسی طرح آلِ ابراہیمؑ کے اصطفاء کی خبر دی۔ پس اب بھی زمین کی حکمرانی اور اس پر مکمل تسلط کے لیے مہدی کو خود بھیجے گا اور عترت نبویہ کے اس متفقہ فیصلے کے علاوہ یہ قرینہ بھی صاف واضح ہے کہ گذشتہ خلافتوں کے دور میں کبھی نہ امن قائم ہو سکا اور نہ دین اسلام کو صحیح تمکن و تسلط حاصل ہو سکا اور چونکہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابھی تک آیت مجیدہ کی تاویل کے ایام باقی ہیں۔ اور تفسیر صافی میں بروایت اکمال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ ناصبی لوگ اسی آیت کا مصداق ابوبکر، عمر، عثمان اور حضرت علی کی خلافت کو قرار دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا خدا ناصبیوں کو ہدایت نہ کرے۔ خدا اور رسولؐ کے پسندیدہ دین اسلام کو اس امت میں کب تمکن نصیب ہوا ہے۔ اور ان کے دلوں سے خوف و ہراس کب ختم ہوا ہے۔ اور ان کے سینوں سے شکوک و شبہات کب دور ہوئے ہیں۔ ذرا ان خلفاء کے دور کا جائزہ لیجئے اور پھر مسلمانوں کے ارتداد اور فتنہ و فسادات کی روح فرسا داستانوں کو سامنے رکھئے تو حقیقت کی قلعی خود بخود کھل جائے گی۔ اور ماننا پڑے گا کہ اس آیت کا مصداق ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور صافی و برہان میں بروایت مقداد حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ نہ کوئی مٹی گارے کا گھر بچے گا اور نہ اون و ریشم کا کوئی خیمہ بچے گا۔ یعنی کوئی شہر و دیہات اور کوئی شہری و دیہاتی و بدوی باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ اسلام اس کو قبول کرنا پڑے گا۔ خواہ عزت کے ساتھ خواہ ذلیل ہو کر بادل ناخواستہ

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ بسند متصل حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے۔ ایک دفعہ جندل بن جنادہ بن جبیر حضرت رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے تین سوالات کئے (۱) وہ کیا ہے جو اللہ کے لیے نہیں (۲) وہ کیا ہے جو اللہ کے پاس نہیں (۳) وہ کیا ہے جو اللہ کے علم میں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا شریک اللہ کے لیے نہیں۔ ظلم اللہ کے پاس نہیں اور عزیر کا ابن اللہ ہونا اللہ کے علم میں نہیں۔ پس فوراً اس نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر عرض کرنے لگا میں نے شب گذشتہ عالم خواب میں حضرت موسیٰ کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے خواب میں مجھے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اوصیاء کے ساتھ تمسک رکھنے کا حکم دیا ہے۔ میں اسلام تو لا چکا ہوں لیکن اوصیاء کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے جندل میرے اوصیاء نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق بارہ ہوں گے اور یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے تو ان میں سے صرف پہلے تین کا زمانہ دیکھ سکے گا۔ پہلا ان میں سے سید الاوصیاء حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے پھر اس کے بعد میرے دو فرزند حسن و حسین علیہما السلام ہوں گے۔ جب چوتھا یعنی علی بن الحسین پیدا ہو گا تو تو مر جائیگا اور دنیا میں سے تیرا آخری زاد دودھ ہو گا آپ نے پھر یکے بعد دیگرے تفصیل وار حضرت مہدی علیہ السلام تک نام گنوائے اور فرمایا آخری غائب ہو جائے گا اور جب ظہور کرے گا تو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی پس ان لوگوں کے لیے طوبیٰ ہے جو اس کی غیبت کے زمانہ میں ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور صبر و شکر سے اس کی محبت کا دم بھرتے رہیں گے۔ پس جندل امام حسین کے زمانہ تک زندہ رہا۔ آخری زندگی اس نے طائف میں جا کر گذاری اور مرنے سے پہلے دودھ کا پیالہ پیا اور خود کہا یہ میرا آخری زاد ہے پھر مر گیا اور طائف میں ہی دفن ہوا۔ (ملخصاً)

رکوع نمبر ۱۴۔ آداب معاشرہ - یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ - آیت مجیدہ میں خداوند حکیم نے گھریلو زندگی کے بعض آداب کا ذکر فرمایا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ

تم مالک ہو اور ان (ممیز لڑکوں) کو تم میں سے جو حدِ بلوغ کو نہ پہنچے ہوں تین دفعہ

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ

نماز صبح سے پہلے اور جب تم کپڑے اتارتے ہو دوپہر کے وقت اور

بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ

نماز عشاء کے بعد تین پردے (کے اوقات) ہیں تمہارے لئے نہ تم پر اور نہ ان پر

جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ

کوئی گناہ ہے ان کے علاوہ پھرتے رہیں بعض تمہارے بعض پر اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا

بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے اور جب

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ

پہنچ جائیں بچے تمہارے سن بلوغ کو تو وہ (بھی) اجازت لیں جس طرح اجازت لیتے

کہ گھر میں آنے والے زرخرید غلام اور وہ نابالغ لڑکے جن سے پردہ واجب نہیں ہوتا لیکن وہ حدِ تمیز کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں، تین اوقات میں ان پر ضروری اور واجب ہے کہ جب ان اوقات میں گھر کے اندر داخل ہوں تو اہل خانہ سے اجازت طلب کریں (۱) نماز صبح سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت (۳) نماز عشاء کے بعد کیونکہ یہ اوقات بالعموم عورت و مرد کی ہمبستری کے ہوا کرتے ہیں۔ لہذا غلاموں اور بچوں کا آزاد آنا جانا عورت و مرد کے باہمی میل جول میں خلل اندازی کا باعث ہوتا ہے۔ لہذا ان اوقات میں داخلہ پر اجازت کی پابندی عائد کردی۔ اور دوسرے لوگ جو بالغ ہوں اور محرم نہ ہوں ان پر تو ہر وقت یہ پابندی ہے کہ جب بھی کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہیں تو مالک گھر سے اجازت حاصل کریں۔

مسئلہ۔ اگر غلام اور ممیز لڑکے کو معلوم ہو کہ گھر والے بالباس ہیں اور مقام خلوت وہمبستری میں نہیں ہیں تو اوقات ثلثہ میں ان پر اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ بہرکیف اہل خانہ کی پردہ داری کو برقرار رکھنے کی خاطر یہ پابندی عائد کی گئی ہے۔

وَاِذَا بَلَغَ۔ یعنی جب بچے جوان ہو جائیں تو دوسرے مردوں کی طرح کسی نامحرم گھر میں بغیر اجازت کے کسی بھی وقت داخل نہیں

Presented by www.ziaraat.com

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

ہیں وہ جوان سے پہلے (جوان ہو چکے) ہیں اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیات کو اور اللہ جاننے والا حکمت

حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا

والا ہے اور یائسہ عورتیں جو نہیں توقع رکھتیں نکاح کی پس نہیں

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ

اُن پہ کوئی گناہ کہ اتار دیں برقعوں کو نہ ظاہر کرنے والی ہوں زینت

بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٠﴾

کو اور (برقعہ پہن کر) عفیفہ رہنا ان کے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ سننے جاننے والا ہے

ہو سکتے پس تین اوقات مذکورہ میں اجازت کی پابندی صرف غلاموں اور نابالغ ممیز لڑکوں کے لیے ہے۔ باقی لوگوں پر کسی وقت بھی اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے نیز محرم لوگوں پر بھی ضروری ہے کہ اوقاتِ مخصوصہ میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔

وَالْقَوَاعِدُ۔ یعنی وہ عورتیں جو ضعیف ہو چکی ہوں اور سن یاس کو پہنچ چکی ہوں کہ ان سے نکاح کرنا کوئی بھی پسند نہ کرے تو ان عورتوں پر پردہ اور برقعہ کی کوئی پابندی ضروری نہیں وہ کھلے منہ رہ سکتی ہیں بشرطیکہ مقاماتِ زینت کی نمائش نہ کرتی پھریں اور ناپاک ارادہ دل میں نہ رکھتی ہوں بایں ہمہ برقعہ پہننا اور پورے حیا و شرم سے بسر اوقات کرنا ان کے لیے زیب اور شایانِ شان ہے تبرج کا معنی ہے عورت کے لیے جن محاسن کا ستر واجب ہے ان کو ظاہر کرنا۔

عبرت خداوند کریم نے عورت کے شرم و حیا کی کس قدر پاس کی ہے کہ بوڑھی عورتیں بھی زینت کو ظاہر کر کے نامحرم مردوں کے سامنے نہ آئیں۔ لیکن آجکل کے مغرب زدہ مسلمان پردہ داری سے گریز کر کے بلکہ نفرت کر کے شرم و حیا کی حدود سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ الاماں۔ اچھے گھرانوں کی نوجوان و حسین لڑکیاں مختصر چست اور نیم عریاں لباس پہن کر سڑکوں اور بازاروں میں دعوت نظارہ دیتی ہوئی آزادانہ سیر کرتی ہیں اور غضب بالائے غضب یہ کہ بھائی باپ اور دیگر رشتہ داران کی ان شرمناک حرکات کو دیکھ کر ذرہ بھر نہیں شرماتے بلکہ اسے اپنی بچیوں کی بلند حوصلگی قرار دیکر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور اس کے باوجود اپنے تئیں غیور مرد کہہ کر معاشرہ میں شرافت کا لیبل بھی اپنے اوپر لگا لیتے ہیں۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْرَجِ۔ تفسیر قمی سے بروایت ابی الجارود حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اسلام لانے سے

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ

نہیں اندھے پر حرج اور نہ لولے لنگڑے پر حرج ہے اور نہ بیمار پر حرج

حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ

ہے اور نہ تمہارے نفسوں پر کہ کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں

أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ

سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے

أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ

چچوں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے

أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ أَوْ صَدِيْقِكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ

یا وہ جس کی چابیوں کے تم مالک ہو یا دوست کے گھر سے نہیں تم پر گناہ کہ مل کر کھاؤ یا

تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى

الگ الگ پس جب داخل ہو گھروں میں تو سلام دو ایک دوسرے پر

پیشتر مدینہ کے لوگ اندھے اپاہج اور بیمار لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے سے گریز کرتے تھے۔ پس انصار لوگ اپنے تکبر کے پیش نظر کہتے تھے کہ اندھے کو نظر کچھ نہیں آتا اپاہج کے لیے مجمع میں بیٹھنا دشوار ہے اور بیمار آدمی تندرست کے ساتھ کھا نہیں سکتا لہذا ان کو الگ حصہ نکال کر دے دیتے تھے اور ان کے ساتھ کھانا گناہ سمجھتے تھے اور اسی طرح یہ لوگ بھی احساس کمتری میں مبتلا تھے کہ ہماری وجہ سے چونکہ دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا وہ الگ کھانے کو پسند کرتے تھے۔ پس جب حضورؐ ہجرت کر کے تشریف لائے تو لوگوں نے اس صورت حال کا ذکر کیا تو خداوند کریم نے یہ آیت کریمہ بھیجی۔

بعض کہتے ہیں کہ جب لوگ جہاد کو روانہ ہوتے تھے تو گھروں کی چابیاں اندھے۔ اپاہج اور بیمار لوگوں کو دے کر چلے جاتے تھے اور ان کے لیے گھروں میں کھانا پینا حلال کر کے جاتے تھے لیکن یہ لوگ ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھروں سے کچھ کھانا پسند نہ کرتے

Presented by www.ziaraat.com

اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً‌ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

یہ تحیہ ہے اللہ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ اسی طرح بیان کرتا ہے

تھے پس یہ آیت اتری۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آیت کا پہلا حصہ اندھے اپاہج اور بیمار لوگوں کی جہاد میں عدم شرکت کو ان کی معذوری کے پیش نظر معافی کے اعلان کے لیے ہے۔ اور وَلَا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ سے جملہ مستانفہ ہے۔ جس میں کھانے کا حکم مذکور ہے۔

وَلَا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ۔ آیت مجیدہ میں حکم عام ہے کہ مذکورہ ذیل گھروں میں سے انسان کھانا کھا سکتا ہے۔ اگرچہ صاحب منزل موجود نہ بھی ہو۔ لیکن اسراف نہ کرے اور اپنی ضرورت پر انحصار کرے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہے کہ ان مذکورہ گھروں میں سے انسان کے لیے بغیر اجازت کے کھانا جائز ہے۔ لیکن اپنی ضرورت سے تجاوز کرکے اسراف نہ کرے۔

مِنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ۔ اس میں اپنا گھر اپنی زوجات کا گھر اور اپنے بیٹے بیٹیوں کے گھر سب داخل ہیں کیونکہ عورت کا گھر اور مرد کا گھر تو ایک ہے ہی۔ لیکن اولاد کے گھر کو اپنا گھر اس لیے کہا ہے کہ اولاد اور اولاد کا مال سب اس کا ہی مال ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا اَنۡتَ وَمَالُكَ لِاَبِيۡكَ۔ یعنی تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کا مال ہے۔ اسی بنا پر آیت مجیدہ میں ماں باپ بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے گھروں کو نام بنام ذکر کیا گیا ہے لیکن اولاد کے گھروں کو الگ نام لے کر ذکر نہیں کیا گیا۔ علامہ طبرسی نے فرمایا ہے کہ ان گھروں میں سے بلا اجازت کھانا پینا اس طرح جائز ہے جس طرح بھوکے انسان کے لیے کسی باغ سے گذرتے ہوئے اس کا پھل کھا لینا جائز ہے یا سفر میں جاتے ہوئے پیاسے انسان کے لیے راستہ میں کھڑی بھیڑ یا بکری کا دودھ پی لینا جائز ہے اور اسے حق مرور کہتے ہیں۔ خداوند کریم نے لطف و کرم کے ماتحت انسانی ضروریات کے پیش نظر اس کو حلال کیا ہے۔ اگر نیت درست ہو اور اسراف و ذخیرہ کرنے سے گریز کرنا ضروری ہے۔

اَوۡ مَا مَلَكۡتُمۡ۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ غلام اور مملوک جس طرح خود اپنے مولے کی ملکیت میں ہیں اسی طرح ان کے باغات و مکانات کی کنجیوں کا مالک بھی وہی ہے پس مالک اپنے غلام کے مال سے کھا سکتا ہے او۔ بعضوں نے کہا ہے کہ جس انسان کو کوئی زمیندار اپنی زمینوں باغات و مکانات کے لیے وکیل یا سرپرست و نگہبان مقرر کرے اور اسے چابیاں حوالے کردے تو اس کے لیے باغات سے کھانا اور حیوانات کا دودھ پینا حسب ضرورت و حاجت جائز ہے۔

اَوۡ صَدِيۡقِكُمۡ۔ صدیق وہ ہے جو سچی محبت رکھتا ہو جس طرح اس کا ظاہر تیرے ظاہر کے موافق ہے۔ اسی طرح اس کا باطن تیرے باطن کے موافق ہو اور صدیق کی لفظ واحد اور جمع دونو پر اطلاق ہو سکتی ہے۔ اور آیت مجیدہ کی رو سے ایسا دوست دوست کے گھر سے اس کی عدم موجودگی میں اور اس کی اجازت کے بغیر بھی کھانا کھا سکتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٦١ ع اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

اللہ تمہارے لئے آیات کو تاکہ تم عقل کرو سوائے اس کے نہیں مومن وہ ہیں

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔ بعض لوگ تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ بنی کنانہ کے ایک قبیلہ کا دستور عام تھا۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بندہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا تھا جب تک کوئی دوسرا آدمی اس کا شریک نہ ہوتا اور دودھ سے بھری اونٹنی کا دودھ بھی پینا گوارا نہ کرتا تھا جب تک کوئی دوسرا شریک نہ ہو جاتا۔ پس یہ آیت اتری کہ تنہا کھا لینا بھی گناہ نہیں ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ جب کسی انسان پر مہمان آجاتا تھا تو وہ تنہا تنہا کھانا گناہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اکٹھا مل کر کھانا واجب جانتے تھے۔ پس آیت اتری کہ اکیلا کھا لینا بھی گناہ نہیں ہے۔ پس تمہارے اختیار میں ہے مل کر کھاؤ یا تنہا کھاؤ۔

تفسیر قمی سے منقول ہے کہ حضورؐ نے مہاجرین و انصار میں مواخات کا صیغہ جاری فرمایا پس ابوبکر و عمر، عثمان و عبدالرحمن، طلحہ و زبیر، سلمان و ابوذر اور اسی طرح مقداد و عمار کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔ حضرت علی غمزدہ تشریف لائے اور عرض کی حضورؐ آپؐ نے مجھے کیوں تنہا چھوڑ دیا تو آپؐ نے فرمایا یا علی تجھے میں نے اپنے لیے بچایا ہے۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ اَخِیْ وَاَنَا اَخُوْكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَنْتَ وَصِیِّیْ وَوَزِیْرِیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ وَتَقْضِیْ دَیْنِیْ وَتُنْجِزُ عِدَاتِیْ وَتَتَوَلّٰی غُسْلِیْ وَلَا یَلِیْنِیْ غَیْرُكَ وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ یعنی کیا تو راضی نہیں کہ تو میرا بھائی ہو دنیا و آخرت میں اور تو میرا وصی و وزیر و خلیفہ ہو میری اُمّت میں اور میرے قرضوں کو ادا کرنے والا، وعدوں کو پورا کرنے والا۔ اور مجھے غسل دینے والا ہو۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی یہ کام انجام نہ دے گا اور تیری مجھ سے وہ نسبت ہے جو ھارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ صرف فرق یہ ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ خوش ہوگئے۔ صیغہ مواخات جاری ہونے کے بعد صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی کسی جنگ یا سفر کے لیے جاتا تو اپنے دینی بھائی کو گھر کی چابی دے کر بے فکر چلا جاتا تھا اور اسے اجازت عام ہوتی کہ گھر سے جو چیز مرضی ہو لے لے اور کھالے لیکن وہ ایسا کرنے سے گریز کرتا تھا۔ حتےٰ کہ گھر میں رکھی ہوئی بعض کھانے پینے کی چیزیں ضائع ہو جاتیں۔ پس یہ آیت مجیدہ اُتری۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ۔ یعنی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کہو اور کوئی بندہ موجود نہ ہو تو اس طرح کہو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا خداوند کریم نے اس کو مبارک اور طیب قرار دیا ہے۔ پس یہ سلامتی کا موجب اور آفات و مصائب کے دفعیہ کا ذریعہ ہے۔ اور امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا اپنے گھروں میں اپنے گھر والوں کو سلام کہو تاکہ گھر میں خیر و برکت زیادہ ہو۔

رکوع نمبر ۱۵

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ۔ تفسیر قمی سے منقول ہے۔ ایک قوم ایسی تھی کہ جب حضورؐ کسی اہم کام کے لیے ان کو بھیجنا چاہتے تھے تو وہ مجمع میں سے کھسک جاتے تھے۔ پس خداوند کریم نے یہ آیت بھیج کر تنبیہ کر دی کہ مومن خالص کی شان یہ ہے کہ جب بھی کسی اجتماعی معاملہ میں موجود ہوں۔ مثلاً مجلس مشاورت ہو یا نماز جمعہ ہو یا لڑائی کی تیاری ہو تو ایسے

Presented by www.ziaraat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ

جو ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول پر اور جب اس کے ساتھ ہوں کسی اجتماعی معاملہ میں تو نہ جائیں

لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

جب تک اجازت نہ لے لیں تحقیق جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول پر

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ

ایمان رکھتے ہیں پس جب آپ سے اجازت لیں کسی اپنے مطلب کے لئے تو اجازت

لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

دے دیجئے جسے آپ چاہیں ان میں سے اور ان کے لئے استغفار کیجئے اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مواقع پر اگر کسی خاص ضرورت کے ماتحت جانا بھی ہو تو حضورؐ سے اجازت لیے بغیر نہ جائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ۔ یعنی مومن وہی ہیں جو آپ سے اجازت لے کر جاتے ہیں اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو بلا اجازت چلے جائیں ان کا ایمان خالص نہیں ہے۔ بنا بریں جمعہ کو چھوڑ جانا یا جنگ و جہاد سے گریز کرنا ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے۔

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ۔ یعنی اجازت لینے کے بعد رسول کریمؐ اجازت دینے کے پابند نہیں بلکہ یہ ان کی صوابدید پر موقوف ہے اجازت دیں یا نہ دیں۔

تفسیر قمی سے منقول ہے کہ یہ آیت حضرت حنظلہ بن ابی عیاش کے بارے میں اتری ہے کہ اس نے اسی رات شادی کی جس کی صبح کو جنگ احد تھی۔ پس اس نے حضورؐ سے گھر رہنے کی اجازت لے لی۔ پس شب زفاف گھر میں رہا۔ اور جنبی حالت میں اُٹھا تو جنگ سے پیچھے رہنے کے احساس نے ٹھہرنے نہ دیا۔ پس تیزی سے مجاہدین کی صف میں جا ملا۔ اور معرکہ قتال میں بہت جلدی جام شہادت نوش کیا۔ جب لاشوں میں اس کی لاش نہ دیکھی گئی تو حضورؐ نے فرمایا۔ میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان چاندی کے پیالوں سے حنظلہ کی میت کو غسل دے رہے ہیں۔ پس اسی دن سے اس کا لقب غسیل ملائکہ ہو گیا۔

دُعَاءَ الرَّسُوْلِ۔ اس کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) رسول کا تمہیں بلانا۔ تمہارے ایک دوسرے کے بلانے کی طرح

Presented by www.ziaraat.com

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ

نہ کرو رسول کا بلانا اپنے درمیان مثل ایک دوسرے کے بلانے کے تحقیق جانتا ہے خدا ان کو جو کھسک جاتے ہیں تم میں

الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ

سے پناہ لیتے ہوئے (کسی کی) پس ڈریں وہ جو مخالفت کرتے ہیں اس کے حکم کی کہ پہنچے ان پر

أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا

آزمائش یا پہنچے ان کو عذاب دردناک آگاہ ہو تحقیق اللہ کے لئے

نہیں ہوتا کیونکہ رسول کا بلانا اللہ کا بلانا ہے اور اس سے کنارہ کشی خدا کے حکم سے کنارہ کشی ہے (۲) رسول کی بددعا کو ایک دوسرے کی بددعا کی طرح نہ سمجھو بلکہ ان کی بددعا سے ڈرا کرو کیونکہ ان کی بات کو خدا رد نہیں فرماتا (۳) عام خطاب میں تم جس طرح نام لیکر یا کنیت کرکے ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اس طرح رسول کو یا محمدؐ اور یا ابن عبداللہ کرکے نہ بلایا کرو۔ ان کی عظمت۔ شان اور رفعت مکان کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کے وقیع خطابات سے بلایا کرو۔

تفسیر برہان میں سید رضی کی کتاب مناقب فاخرہ سے منقول ہے بسند متصل جناب بتول معظمہ فرماتی ہیں۔ میرے آقا وسید حضرت علیؑ نے میرے سامنے یہی آیت پڑھی۔ پس جب میں اسکے بعد اپنے پدر عالی کی بارگاہ میں پہنچی تو یا اباہ یعنی بابا جان! کی بجائے میں نے یا رسول اللہ کے لقب سے خطاب کیا تو آپ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا بیٹی یہ آیت تیرے لیے نہیں نہ تیرے بچوں کے لیے ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ یہ آیت تو بے ادب بدوی لوگوں کے لیے ہے تیرا مجھے یا اَبَاہ (بابا جان) کہہ کر بلانا مجھے بہت پیارا لگتا ہے اور میرا رب بھی اس سے خوش ہوتا ہے۔ اَنْتِ نِعْمَ الْوَلَد۔ تو میری بہترین اولاد ہے۔ پس سر پر بوسہ دیا اور اپنا لعاب دہن مجھ پر مل دیا جس کے بعد مجھے کسی خوشبو کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

يَتَسَلَّلُونَ۔ بعض منافقین خطبہ جمعہ سے لوگوں سے چھپتے چھپاتے مسجد سے کھسک جاتے تھے یا ایک قول کے مطابق میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ پس ان کی تنبیہ کے لیے یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی۔

Presented by www.ziaraat.com

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ

ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے جس حالت پر تم ہو اور جس دن پلٹائے جائیں گے اس کی

اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۱۵

طرف پس ان کو خبر دے گا اس کی جو انہوں نے عمل کیا اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

سورۂ فرقان

سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد ستتر ۷۷ ہے۔ اور بسم اللہ کو ملا کر اٹھتر ۷۸ ہے۔

جناب رسالت مآب سے مروی ہے جو اس سورہ کی تلاوت کرتا رہے۔ جب بروز قیامت اٹھے گا بشرطیکہ قیامت کے بلاریب آنے کا یقین رکھتا ہو اور قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان رکھتا ہو۔ جنت میں بلاحساب داخل ہوگا۔

امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے اسحاق بن عمارہ سے فرمایا سورۂ فرقان کی تلاوت کو ترک نہ کرو کیونکہ جو آدمی اس کی تلاوت ہر شب کرے اس کو اللہ کبھی عذاب میں گرفتار نہ کرے گا اور نہ اس سے حساب لے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ فردوس بریں میں ہوگا۔ مصباح کفعمی سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حشرات الارض اسکے قریب نہ آئیں گے۔ (فوائد)

Presented by www.ziaraat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں) بابرکت ہے وہ جس نے نازل کیا قرآن کو اپنے بندے

عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ① الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

پر تاکہ ہو عالمین کے لئے ڈرانے والا وہ جس کے لئے ہے ملک آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ

اور زمین کا اور نہیں بنایا اس نے بیٹا اور نہیں اس کا کوئی شریک ملک میں اور اس نے

كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا

پیدا کیا ہر چیز کو پس اس کو صحیح اندازہ سے بنایا اور لوگوں نے بنا لئے اس کے علاوہ اور الٰہ جو نہیں

يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

پیدا کرتے کسی چیز کو اور خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنے نفسوں کے لئے نقصان کے نہ نفع کے اور نہیں

رکوع نمبر ۱۶، بیان توحید

اَلْفُرْقَانَ - یعنی غلط اور صحیح اسی طرح باطل اور حق کے درمیان فرق کرنے والا اور وہ قرآن مجید ہے۔

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا - یہود نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا فرزند کہا۔ اور مشرکین نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہہ دیا۔ اس فقرہ میں ان سب کے مزعومات باطلہ کی تردید ہے اور فرمایا اللہ وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا واحد مالک ہے اور چونکہ بیٹا باپ کا مملوک و عبد نہیں ہوتا۔ حالانکہ عزیر و عیسیٰؑ و ملائکہ سب اللہ کے عبد و مملوک ہیں۔ لہذا ان کو اس کا بیٹا کہنا غلط بلکہ بہتان ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ - اس فقرہ میں ان لوگوں کی تردید ہے جو غیر جاندار اصنام یا درختوں یا چاند سورج ستاروں وغیرہ کو یا جاندار اشیاء ملائکہ یا انبیاء و اولیاء کو کائنات کا مدبّر اور ملک خداوندی میں ان کو کلّی متصرف قرار دے کر ان کو اللہ کا شریک بناتے ہیں۔

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ - اس فقرہ میں پھر سابق مطلب کو مزید پختہ کیا کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ حالانکہ باپ اولاد کا خالق نہیں ہوا کرتا اور جن کو اس کا شریک مانا جاتا ہے وہ سب اس کی مخلوق ہیں حالانکہ شریک کو اپنے شریک کا مخلوق نہیں ہونا چاہیے پس معلوم ہوا کہ نہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُورًا ۞ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا

مالک موت کے نہ زندگی کے اور نہ دوبارہ اُٹھنے کے اور کہا کافروں نے نہیں یہ (قرآن) مگر جھوٹ

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِٓ اٰلِهَةً۔ آیت مجیدہ میں تدبر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الٰہ کے معنی میں لوگ کس طرح شرک کرتے ہیں۔ سابقہ آیت میں خداوند حکیم نے پوری کائنات پر اپنے واحد مالک ہونے کا اعلان فرمایا اور کسی کو بیٹا یا بیٹی یا مدبر عالم ماننے والوں کی پُرزور تردید فرمائی اس آیت میں خدا کے علاوہ الٰہ ماننے والوں کے مسلک کو رد کیا اور ضمنی طور پر الٰہ کا معنی بھی واضح کر دیا اور مشرکین کے نظریہ کی تردید کر کے جہاں اپنی توحید کو غیر متزلزل برہان سے ثابت فرمایا وہاں مشرکین کے دجل وفریب کے پردہ کو بھی چاک کر دیا جو شرک کرنے کے باوجود اپنے موحد ہونے کے دعویدار ہیں۔ کیونکہ جو شخص انبیاء واولیاء کو یا غیر جاندار اصنام وچاند سورج ستاروں وغیرہ کو خالق مانے اور ان کو نفع نقصان زندگی موت اور دوبارہ نشر کا مالک قرار دے آیت کا التزامی مفہوم یہ واضح کرتا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا اللہ کے علاوہ الٰہ کو تجویز کرتا ہے۔ گویا یہ صفات اس کی ذات کے لیے مخصوص ہیں جو الٰہ کے لفظ کی حقیقی مصداق ہے اور منطوق آیت صاف اعلان کر رہا ہے کہ جن کو انہوں نے اللہ کے علاوہ الٰہ قرار دیا وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے جو الٰہ حقیقی کی صفت ہے بلکہ وہ خود اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہیں جس سے الٰہ حقیقی بلند وبالا اور منزہ ومبرا ہے۔ اسی طرح وہ دوسروں کی نفع رسانی یا دوسروں کے دکھ درد کا مداوا کرنا تو بجائے خود اپنے نفسوں کے نفع ونقصان کے مالک بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح دوسروں کو مارنا اور زندہ کرنا تو بجائے خود وہ اپنی موت وحیات کے بھی مالک نہیں۔ اسی طرح حشر ونشر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پس آیت صاف بتلاتی ہے کہ جو غیر اللہ میں ان صفات کو ثابت کرے وہ اللہ کے علاوہ اور الٰہ کا قائل ہے۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والا اگر زبان پر لا الٰہ الا اللہ کی رٹ لگاتا رہے اس کا دل توحید کی لذت سے بہرہ ور نہیں ہوتا اور نہ وہ اس بہانے سے شرک کے دلدل سے نجات پا سکتا ہے بعض جاہل ونادان لوگ آل محمدؐ کے متعلق اس قسم کے باطل عقیدہ کے ہمنوا ہیں بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ معصومینؑ کے زمانہ میں بھی بعض ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے چنانچہ عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کھلے الفاظ میں اُن بدعقیدہ لوگوں کی تردید فرمائی اور اپنی ذات سے الٰہ کے معنی کی نفی فرمائی جیسا کہ آیت مجیدہ میں بیان ہو چکا ہے چنانچہ ایک مناجات میں آپ فرماتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا عَبِيْدُكَ وَاَبْنَآءُ عَبِيْدِكَ لَا نَمْلِكُ لِاَنْفُسِنَا نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا اَللّٰهُمَّ مَنْ زَعَمَ اَنَّا اَرْبَابٌ فَنَحْنُ عَنْهُ بُرَآءُ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ اِلَيْنَا الْخَلْقَ وَعَلَيْنَا الرِّزْقَ فَنَحْنُ اِلَيْكَ مِنْهُ بُرَآءُ كَبَرَآءَةِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مِنَ النَّصَارٰى۔ الحدیث

یعنی اے اللہ ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں ہم اپنے نفسوں کے لیے نفع ونقصان موت وزندگی اور حشر ونشر کے مالک نہیں ہیں۔ اے اللہ جو ہمیں رب کہے ہم اس سے بری وبیزار ہیں اور جو یہ سمجھے کہ ہم پیدا کرتے اور رزق دیتے ہیں ہم ان سے اس طرح بیزار ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم نصاریٰ سے بیزار ہیں۔

قَالَ الَّذِيْنَ۔ قرآن مجید کی تکذیب میں کفار یہ کہا کرتے تھے کہ اس کو اللہ نے نہیں بھیجا بلکہ حضورؐ نے (معاذ اللہ) جھوٹ کا افترا

Presented by www.ziaraat.com

إِنْ هٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ افْتَرٰىهُ وَأَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ

جو افترا کیا اس نے اور اس کی مدد کی اس معاملہ میں اور لوگوں نے پس تحقیق ان (کافروں) نے ظلم کیا

ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿٤﴾ وَقَالُوْٓا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى

اور جھوٹ کہا اور کہنے لگے یہ قصے ہیں پہلے لوگوں کے جو اس نے لکھ لئے پس وہ اس پر پڑھے

عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٥﴾ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ

جاتے ہیں صبح اور شام کہہ دو اس کو اتارا ہے اس ذات نے جو جانتی ہے راز آسمانوں اور

وَالْأَرْضِ ۭ إِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٦﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ

زمین کے تحقیق وہ بخشنے والا مہربان ہے اور کہا انہوں نے یہ کیسا رسول ہے کہ

يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ

کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ کہ وہ ہوتا اس

فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿٧﴾ أَوْ يُلْقٰٓى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ

کے ساتھ نذیر یا ڈالا جاتا اس کی طرف ایک خزانہ

باندھ لیا ہے اور بعض اہل کتاب اس معاملہ میں اس کی امداد کرتے ہیں۔ پس اللہ نے ان کے رد میں اتنا ہی فرمایا کہ ان لوگوں نے ظلم کیا اور جھوٹ و غلط کہا کیونکہ اس سے پہلے چیلنج اور تحدی بار بار ہو چکی تھی کہ اگر یہ اللہ کا کلام نہیں تو سب مل کر اس جیسا اس کی ایک سورت جیسا بلکہ اس کی ایک آیت جیسا کوئی ٹکڑا کلام کا تو پیش کرو اور اگر تم عاجز ہو تو مان لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہ آئے اور بار بار اُسی اُگلے ہوئے لقمے کو چباتے رہے۔ اسی لیے خدا نے مفصل جواب نہیں دیا بس اتنا ہی کہہ دیا کہ یہ لوگ ظالم اور غلط گو ہیں

وَقَالُوْٓا۔ وہ کہتے تھے کہ اہل کتاب سے پرانے لوگوں کے قصے اس نے نقل کر لیے ہیں اور پڑھنے والے صبح و شام اس کے سامنے پڑھتے ہیں اور وہ یاد کر لیتا ہے۔ سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ دو فقروں میں تضاد بیانی دیکھیے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ یہ اس کا اپنا افترا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ اس پر قصے پڑھے جاتے ہیں تو گویا اس کا افترا نہیں قصہ خوانوں کا افترا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ۔ تفسیر صافی میں احتجاج سے مروی ہے کہ تفسیر امام میں ہے ایک دن حضرت رسالت مآبؐ مکہ میں کعبہ کے سامنے تشریف فرما تھے کہ مشرکین کی جماعت میں سے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی نے آپ سے خطاب کر کے کہا۔ اے محمدؐ! تو نے ایک

Presented by www.ziaraat.com

لَهُ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

یا اس کے لئے باغ ہوتا کہ کھاتا اس سے اور ظالموں نے کہا نہیں تم پیروی کرتے مگر جادو کئے ہوئے

مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

شخص کی دیکھ کس طرح بیان کرتے ہیں تیرے لئے مثالیں پس وہ گمراہ ہیں پس راہ راست پر آنے کی

بڑا دعوےٰ کیا ہے اور ہولناک بات منہ سے نکالی ہے تو کہتا ہے میں رب العالمین کا رسول ہوں حالاں کہ ربّ العالمین جو تمام مخلوق کا خالق ہے تجھ جیسے کو جو ہماری طرح کا کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلنے والا بشر ہو رسول نہیں بنا سکتا دیکھئے روم و فارس کے بادشاہ جس کو اپنا رسول (فرستادہ) بنا کر بھیجیں وہ مالدار ہوتا ہے اس کی بڑی شان و شوکت ہوتی ہے اس کے محلات بنگلے کوٹھیاں خیمے قناتیں اور نوکر و خادم بکثرت ہوتے ہیں اور خدا رب العالمین جو سب کا اور ان کا بھی خالق ہے اگر تو اس کی جانب سے نبی ہوتا تو وہ تیرے ساتھ ایک فرشتہ بھیجتا جو تیری تصدیق کرتا اور ہم خود اس کو دیکھتے بلکہ خدا اگر رسول بھیجتا تو ہم جیسا بشر نہ ہوتا بلکہ کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا تو ایک مسحور آدمی یعنی جادو کردہ یا جادو کنندہ یا دیوانہ ہے (مسحور کی تفسیر نویں جلد ص۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں) پھر انہوں نے بہت سی باتیں کیں اور اعتراضات کئے۔ کچھ سورہ بنی اسرائیل میں گذر چکے ہیں جلد ۹ ص۳۵ اور بعض کی حکایت سورہ زخرف میں ہوگی انشاء اللہ جلد ۱۲ ص۳۱ حضرت رسالت مآبؐ نے سب باتیں خاموشی سے سماعت فرمائیں اور بعد میں بارگاہ ربوبیت میں عرض کی اے اللہ تو ہر آواز کو سننے والا ہے اور ہر چیز کو جاننے والا ہے جو کچھ تیرے بندے کہہ رہے ہیں، پس یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی۔ آپ نے فرمایا یہ درست ہے کہ میں تمہاری طرح روٹی کھاتا ہوں لیکن تمہارا یہ کہنا کہ جو یہ کام کرے۔ وہ رسول نہیں ہوسکتا غلط ہے۔ کیونکہ یہ چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس پر کسی کو کوئی اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ دیکھئے بندوں میں غنی فقیر عزیز ذلیل تندرست بیمار شریف رذیل اپاہج و کمزور مختلف قسم کے لوگ ہیں لیکن کسی کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں بلکہ اپنی موجودہ حالت پر شاکر رہنا اور صابر ہونا ہر انسان کا فرض ہے۔ اللہ کی تقسیم اور اس کی تقدیر پر راضی نہ ہونا اور اعتراض کرنا کفر ہے پھر آیت اتری قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ یعنی ان کو کھلے لفظوں میں کہہ دیجئے کہ میں بشریت میں تم جیسا ہوں لیکن میرے رب نے مجھے نبوت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جس طرح بعض لوگ دولتمندی تندرستی اور خوبصورتی کی نعمات سے ہمکنار ہیں اور دوسرے محروم ہیں تو جس طرح ان صفات کا تم انکار نہیں کر سکتے۔ لہٰذا میرے لیے اس صفت کا کیوں انکار کرتے ہو کہ خدا نے مجھے نبوت کی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اُن کے باقی سوالات کے جوابات دیئے جو سورہ بنی اسرائیل اور انعام میں گزر چکے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں مسحور یعنی جادوگر یا دیوانہ یا از خود رفتہ انسان ہوں تم خود انصاف کرو میں چالیس برس تم میں زندگی گذار چکا ہوں۔ اور تمہارے دل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میں عقل اور تمیز میں تم سب سے بلند تر ہوں کیا چالیس برس کی ایک طویل زندگی کے دوران میں تم میری ایک شرمناک حرکت یا ایک ذلیل حرکت یا ایک جھوٹ

Presented by www.ziaraat.com

یا ایک خیانت یا غلطی یا کوئی بے وقوفانہ بات ثابت کرسکتے ہو؟ (اور یقیناً تم یہ ثابت نہیں کر سکتے) پھر تم خود سمجھ لو کہ جس شخص سے ایک لمبے عرصہ میں ایک لغزش اور برائے نام بھی کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی ہو کیا یہ اس کی ذاتی اقتضاء ہے یا اللہ کی عطا کردہ توفیق اس کے شامل حال ہے؟ یہ سن کر وہ سب کے سب کھسیانے سے ہو کر رہ گئے۔ اور کسی میں بھی بات کرنے کی جرأت نہ رہی، پس آیت نازل ہوئی۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا۔ الخ۔ یعنی دیکھو انہوں نے تیرے لیے کیسی مثالیں تلاش کر کے بیان کی ہیں لیکن جب تم سے اپنے سوالات کے جواب سن چکے ہیں تو کسی میں جواب دینے کی اور بولنے کی جرأت نہیں رہی۔ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔ یعنی ان میں سے کسی میں بھی جواب کی توفیق (رہا یہ کہ جب انہوں نے آپ کے معقول استدلالات کو ٹھکرا دیا۔ اور از راہِ عناد ان کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے تو وہ گمراہی کے گہرے سمندر میں ڈوب چکے ہیں۔ اب ان میں راہِ حق پر آنے کی توفیق ہی مسلوب ہو چکی ہے۔ (ملخصاً)

بشریت و رسالت

مشرکین مکہ کی رسالت مآبؐ کے ساتھ بحث چند امور کی نشاندہی کرتی ہے۔

۱. وہ اللہ کو ربّ العالمین تسلیم کرتے تھے۔

۲. رسول کی رسالت کا انکار صرف اس لیے کرتے تھے کہ آپ بشر ہیں اور ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔

۳. ان کا عقیدہ یہ تھا کہ رسول بشر نہیں ہوتا اور جو بشر ہو وہ عہدۂ رسالت نہیں لے سکتا۔

۴. ان کا خیال تھا کہ نبوت و رسالت کے لیے کسی فرشتہ کو نامزد ہونا چاہیے تھا۔

۵. آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ بے شک میں کھاتا پیتا ہوں لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ جو کھائے پیئے وہ رسول نہیں ہو سکتا۔

۶. آپ نے اپنے بشر ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ بفرمانِ خداوندی اعلان کیا کہ میں بے شک تمہاری طرح کا بشر ہوں لیکن یہ بات غلط ہے کہ جو بشر ہو وہ رسول نہیں ہو سکتا میں بشر ہوں اور خدا نے مجھے عہدۂ نبوت بھی عطا فرمایا ہے۔

۷. بشر ہونے کے بعد رسالت ایک عطیہ پروردگار اور صفت مخصوصہ ہے جو انسان کو باقی انسانوں سے الگ نوع نہیں بناتی جس طرح آپ نے واضح فرمایا کہ غنی ہونا تندرست ہونا حسین ہونا وغیرہ صفات ہیں جن سے بعض افراد بہرہ ور ہیں اور بعض محروم پس نبوت بھی ایک صفت ہے جس سے میں بہرہ ور ہوں جس طرح تم دوسری صفات کا عطیہ پروردگار ہونا مانتے ہو اسی طرح میرے لیے یہ صفت بھی مان لو۔ تو گویا جس طرح دوسری صفات بشر کو الگ الگ انواع میں تقسیم نہیں کرتیں۔ اسی طرح صفت نبوت بھی نبی کو الگ نوع نہیں بناتی۔ جس طرح آجکل کے بعض سرپھرے لوگ اس کا اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ اسی جلد میں نور کی تفسیر کے ذیل میں صفحہ ۱۰ پر گذر چکا ہے البتہ خلقت نوری میں انکا نور جو اول مخلوق ہے وہ نوع مفرد ہے نیز منطقی اصطلاح سے ہٹ کر اگر شرف و رتبہ کے لحاظ سے انکو الگ نوع کہا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے خداوند کریم نے آیات بھیج کر اور حضور رسالتمآبؐ نے وضاحتی بیان دیکر ان کے مزعومات کی تردید فرمائی۔ خدا جانے آجکل کے اسلام

سَبِيلًا ﴿٩﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ

توفیق نہیں رکھتے بابرکت ہے وہ ذات اگر چاہے تو بنائے گا تیرے لئے اس سے بھی بہتر وہ باغات کہ بہتی

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿١٠﴾ بَلْ

ہیں ان کے نیچے نہریں اور بنائے گا تیرے لئے محلّات لیکن

كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾

انہوں نے جھٹلایا قیامت کو اور ہم نے تیار کیا اس کے لئے جو جھٹلائے قیامت کو، دوزخ

کے دعویداروں نے کیوں مشرکین مکہ کا اُگلا ہوا لقمہ چبانا شروع کر دیا ہے کہ جو رسول یا امام ہو وہ بشر نہیں ہو سکتا اور جو ہماری طرح کا بشر ہو وہ رسول یا امام نہیں ہو سکتا اور فرمائش کلام اللہ کے ماتحت جو ان کو بشر اور کامل البشر اور سید البشر بلکہ سید ارکائنات بشر سمجھے اسے دشمن رسول سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ علم منطق کا منہ چڑانے کے لیے بعض جبہ پوش لوگوں نے بشر کو جنس قرار دے کر انبیاء کو اس کی ایک الگ نوع ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور یہ اس کی اپنی اختراع نہیں بلکہ اس سے پہلے کے کسی جدت پسند مقرر کی چست بیانی کا ثمرہ ہے اور حدیث مذکور میں حضورؐ کا نبوت کو ایک صفت مخصوصہ قرار دینا اور دیگر صفات کو مقام وضاحت میں پیش کرنا علم منطق کے ان مجددین کے منہ پر زبردست طمانچہ ہے کیونکہ ان صفات کے اختلاف سے نوع نہیں بدل جایا کرتی ورنہ عالم و جاہل شریف و رذیل نیک و بد اور مسلم و کافر وغیرہ بشر کی سب نوعیں بن جائیں گی۔ اور اگر ان کو الگ نوع کہنے سے یہی مراد ہے کہ وہ صفت نبوت کے دارا تھے۔ لہذا باقی انسانوں سے وہ بلند انسان بلکہ کامل انسان تھے اور نوع انسان کے اشرف فرد تھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ان کی اس جدید اصطلاح سے مقصد میں کوئی غلطی نہیں پیدا ہوتی لیکن اگر یہ کہیں کہ وہ ایسے بشر تھے جو نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ منکوحہ عورتوں کے ساتھ ان کے شوہر و زن کے مراسم تھے اور نہ دیگر لوازم انسانیہ و بشریہ ان کے ساتھ تھے تو یہ ایک ایسی جدت ہے۔ جس کو نہ عقل قبول کرتی ہے۔ اور نہ قرآن و حدیث و تاریخ اس کا ساتھ دیتی ہے۔ البتہ مقام نور میں ان کی نوع الگ ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ کفار کے اعتراض کے بعد جبریلؑ نے دنیا کی عیش و عشرت باغات و محلات وغیرہ حضورؐ کے سامنے پیش کیے لیکن آپؐ نے فرمایا مجھے یہی زندگی پسند ہے۔ جس میں بسر کر رہا ہوں۔

كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ۔ یعنی جو لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اِذَا رَاَتْهُمْ۔ مقصد تو یہ ہے کہ جب یہ لوگ جہنم کو دُور سے (یعنی ایک سو سال کی راہ سے) دیکھیں گے تو اس کی بھڑکار کی آواز اور اس کے شعلوں کی شدّت و حدّت ان کو سنائی دے گی لیکن آیت میں رویت کا فاعل جہنم کو قرار دیا گیا ہے اور اس امر کو ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا جہنم غصہ سے ان کو دیکھ کر بڑبڑا رہی ہو گی۔

Presented by www.ziaraat.com

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾

جب دیکھے گا ان کو مسافت بعیدہ سے تو یہ سنیں گے اس کی شدت اور شور

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾

اور جب ڈالے جائیں گے اس میں تنگ جگہ میں درحالیکہ جکڑے ہوئے ہوں گے تو اس وقت چلائیں گے

لَّا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿١٤﴾ قُلْ أَذَٰلِكَ

واویلا کرتے ہوئے (تو جواب دیا جائیگا) کہ آج ایک دفعہ نہیں بلکہ کافی واویلا کرو (تب بھی تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا) کہدو کیا یہ

خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَ

خوب ہے یا ہمیشہ کی جنت جس کا وعدہ کیا گیا ہے متقین سے کہ وہ ہے ان کی جزا اور

مَصِيرًا ﴿١٥﴾ لَّهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ

بازگشت ان کے لئے اس میں وہ ہوگا جو چاہیں گے ہمیشہ ہوں گے یہ ہے تیرے رب کا وعدہ

وَعْدًا مَّسْئُولًا ﴿١٦﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن

سوال شدہ اور جس دن جمع کرے گا ان (کفار) کو اور انکو جس کی عبادت کرتے تھے

مَكَانًا ضَيِّقًا ۔ یعنی جہنمیوں کو دوزخ میں نہایت تنگی کی جگہ ملے گی۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ دوزخ میں جانے والا اس طرح اس میں جائے گا جس طرح میخ دیوار میں جاتی ہے۔

مُقَرَّنِينَ ۔ یعنی ان لوگوں کی گردنوں کی طرف ہاتھ باندھے ہوئے ہوں گے یا یہ کہ اپنے شیاطین کے ہمراہ جکڑے ہوئے ہونگے۔

ثُبُورًا ۔ ثبور کا معنی ہلاکت ہے یعنی وہ واویلا اور واثبوراہ کی آواز بلند کریں گے۔

وَعْدًا مَّسْئُولًا ۔ یعنی متقی لوگ نمازوں کے بعد یا عام مناجاتوں میں اللہ سے جنت کی دعا مانگتے ہیں۔ پس خدا نے ان کیساتھ جنت کا وعدہ فرمایا گویا یہ وعدہ ان کے سوال کی منظوری کے بعد ہے۔

شرک کا سبب

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ ۔ یعنی بروز محشر خداوند کریم مشرکوں اور ان کے معبودوں کو جمع کرے گا خواہ ان کے معبود انبیاء و اولیاء ہوں یا ملائکہ ہوں یا چاند سورج ستارے یا اصنام ہوں پس ان سے دریافت کرے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا تو وہ صاف کہیں گے کہ نہیں۔ بلکہ ان کی گمراہی کی اصل وجہ یہ ہے کہ تو نے ان کو اپنی طرف سے وافر نعمتیں عطا فرمائیں جو

دُونِ اللّٰہِ فَیَقُولُ ءَاَنتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِی هٰٓؤُلَآءِ اَمۡ هُمۡ

اللہ کے سوا پس پوچھے گا کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا وہ خود راستہ سے بھٹک

ضَلُّوا السَّبِیلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوا سُبۡحٰنَكَ مَا كَانَ یَنۡبَغِی لَنَآ اَنۡ نَّتَّخِذَ

گئے تھے تو کہیں گے تو پاک ہے ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ بنائیں تیرے علاوہ

مِنۡ دُونِكَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ وَلٰكِنۡ مَّتَّعۡتَهُمۡ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰی نَسُوا

کوئی ولی لیکن تو نے ان کو نفع دیا اور ان کے باپ دادا کو حتیٰ کہ تجھے یاد کرنا

الذِّكۡرَ ۚ وَكَانُوا قَوۡمًۢا بُورًا ﴿۱۸﴾ فَقَدۡ كَذَّبُوكُمۡ بِمَا تَقُولُونَ ۙ

بھی بھول گئے اور ہو گئے ہلاک ہونے والے پس تمہیں (اپنے معبودوں نے) جھٹلا دیا جو تم کہتے تھے بس

فَمَا تَسۡتَطِیعُونَ صَرۡفًا وَّلَا نَصۡرًا ۚ وَمَنۡ یَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ

وہ نہیں طاقت رکھتے عذاب لوٹانے کی اور مدد کرنے کی اور جو ظلم کرے تم میں سے اس کو چکھائیں گے

عَذَابًا كَبِیرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِینَ اِلَّآ

ہم بڑا عذاب اور ہم نے نہیں بھیجے تم سے پہلے رسولوں میں سے مگر یہ کہ وہ

تجھ سے مانگتے تھے اور تو دے دیتا تھا پس وہ عزے ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تجھے بھول گئے اور شیطان کے پھندے میں آ کر مشرک ہو گئے اور ان کے شرک کی وجہ بھی یہ ہے کہ جب یہ لوگ اپنی حاجتیں اور مرادیں غیر اللہ سے مانگتے ہیں اور خدا ان کی حاجات کو اپنی کریمی اور فضل کے ماتحت پورا کر دیتا ہے کیونکہ شانِ خداوندی یہی ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں انہوں نے ہی سب کچھ دیا ہے جن سے ہم مانگ رہے تھے پس ان کی یہ غلط فہمی ان کو حدِ شرک تک لے گئی کہ انہوں نے ان کو ہی اپنا حاجت روا اور حقیقی مشکل کشا مان لیا اور خدا کو بھول گئے ورنہ جب وہ غیر اللہ کو حاجت روا سمجھ کر مانگ رہے تھے پس خدا ان کی حاجات کو پورا نہ کرتا تو وہ خدا کی طرف ہی پلٹتے اور غیر اللہ کی عبادت سے بچ جاتے اور خداوند کریم کی طرف سے یہ بڑی آزمائش ہے۔ ہم نے دیکھا ہے ہندو لوگ مورتیوں اور بتوں کے سامنے اپنی حاجات کا ذکر کرتے تھے اور آخر ان کی بھی پوری ہو جاتی تھیں پس وہ ان کو اپنا دیوتا مانتے اور ان کی پوجا کرتے تھے اور یہی شرک کا مبنی ہے تو بروزِ محشر مشرکین کے معبود یہی جواب دیں گے کہ تیرا ان کی حاجات کو پورا کرنا حالانکہ وہ غیر اللہ سے مانگ رہے تھے ان کی گمراہی کا سبب ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ

روٹی کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور کیا ہم نے تمہارے بعض کو

فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع

بعض کے لئے آزمائش کیا تم صبر کروگے ؟ اور ہے رب تیرا آگاہ

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ۔ پس خدا کی جانب سے مشرکوں کو ندا پہنچے گی کہ جس چیز کا تم دعوے کرتے تھے تمہارے معبودوں نے اس کو جھٹلا دیا ہے۔ اور اب وہ نہ تو تم سے عذاب کو ٹال سکتے ہیں اور نہ کوئی دوسری مدد کر سکتے ہیں پس اب سوچو اور سمجھو کہ جو بھی تم میں سے ظلم یعنی شرک کرے گا اس کا عذاب بڑا سخت ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا۔ اب حضورؐ کو تسلّی دی گئی ہے کہ صرف تو نہیں بلکہ تجھ سے پہلے جس قدر رسول آتے رہے ہیں سب روٹی بھی کھاتے تھے اور گلیوں بازاروں میں بھی چلتے تھے اگر مشرکین مکہ اعتراض کریں تو اس کی پرواکئے بغیر اپنے تبلیغی مشن کو جاری رکھئے۔

وَجَعَلْنَا۔ یعنی ہم نے لوگوں میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش اور فتنہ بنایا ہے۔ مثلاً امیر لوگ غریبوں کے لیے آزمائشگاہ ہیں اور فقیر لوگ امیروں کی آزمائش گاہ ہیں اسی طرح تندرست بیماروں کے لیے اور بیمار تندرستوں کے لیے اور خوبصورت بدصورتوں کے لیے اور بدصورت خوبصورتوں کے لیے وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ پس ہر ایک کو پروردگار نے صبر و ضبط کی تلقین فرمائی ہے اور امیروں کا صبر یہ ہے کہ اپنی امیری پر شکر خدا بجا لائیں اور فقیروں کے حقوق ادا کریں اور فقیروں کا صبر یہ ہے کہ خدا کی قضا پر صابر و شاکر رہیں اور حلال سے آگے قدم نہ رکھیں۔ اسی طرح ہر صنف کو دوسروں سے عبرت بھی لینی چاہیے۔ اور اپنے حال پر صابر و شاکر بھی رہنا چاہیے پس بیمار تندرست کو دیکھ کر اللہ سے تندرستی کی دعا مانگے اور صبر سے کام لے اور تندرست بیمار سے عبرت حاصل کر کے شکر نعمت اور حقوق کی بجا آوری کی کوشش کرے۔

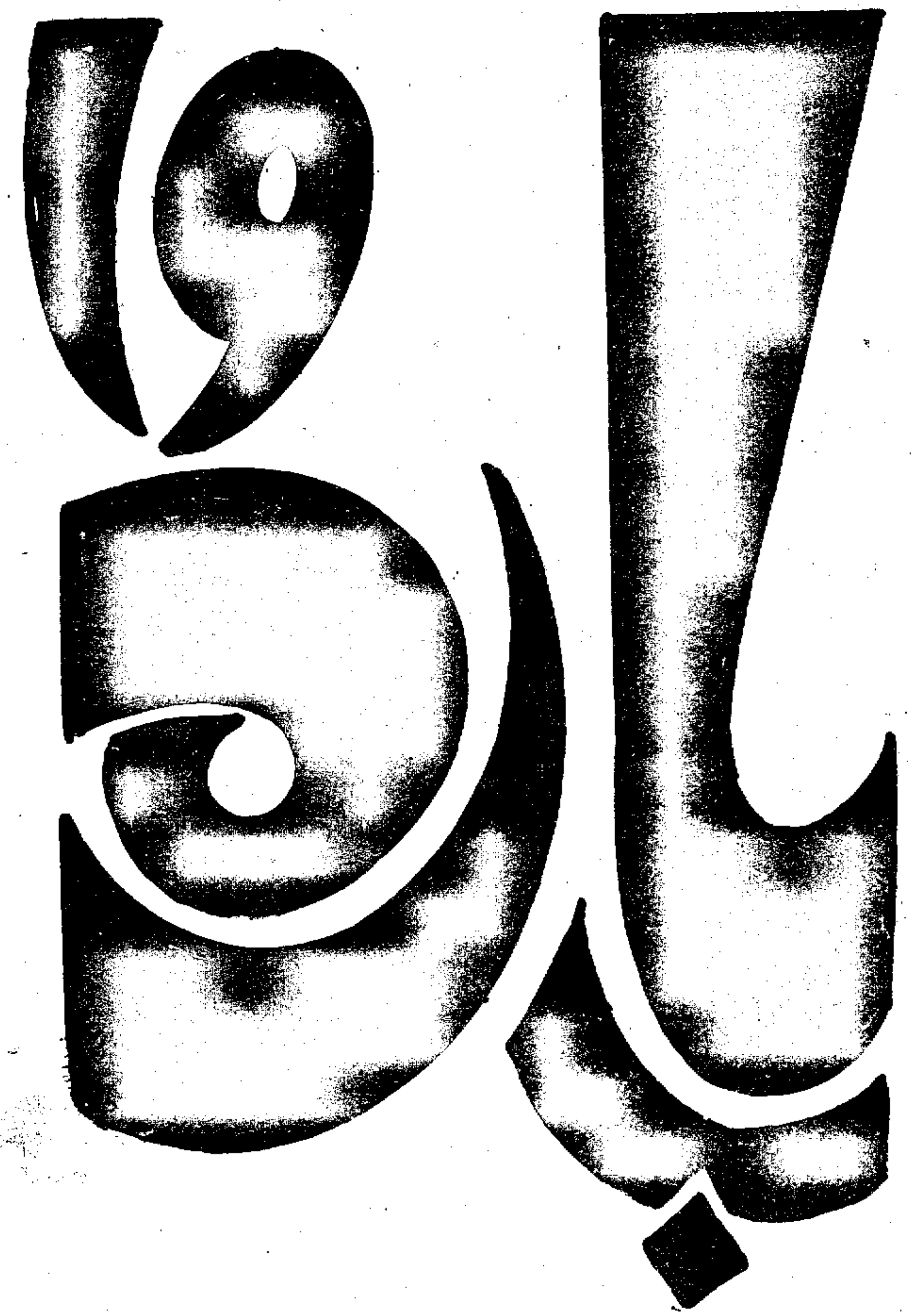

Presented by www.ziaraat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی کیوں نہیں اتارے گئے ہم پر فرشتے یا (کیوں نہیں) دیکھتے ہم

نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

اپنے رب کو تحقیق انہوں نے تکبر کیا اپنے نفسوں میں اور سرکشی کی سرکشی بڑی

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ

جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو تو نہ خوش خبری ہوگی اس دن مجرموں کو اور کہیں گے

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

(فرشتے) پکی حرام ہے (تم پر جنت کی خوشخبری) اور قصد کریں گے طرف ان کے عمل کے جو انہوں نے کئے تھے پس

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ

کر دینگے ان کو غبار پھیلا ہوا جنت والے اس دن اچھے ٹھکانے اور بہترین آرام گاہوں میں ہوں گے

رکوع نمبر ۱

وَقَالَ الَّذِيْنَ - یعنی کافر و مشرک لوگ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں ہم پر فرشتوں کو کیوں نہیں اتارا گیا یا ہم خود اپنے ربّ کو کیوں نہیں دیکھتے تاکہ ہمیں وہ بتائیں کہ آپ سچے رسول ہیں۔

يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ - یعنی بروز محشر وہ فرشتوں کو دیکھیں گے لیکن اس وقت فرشتے انکو خوشخبری نہیں سنائیں گے بلکہ کہیں گے جاؤ تم پر جنت حرام ہے۔

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا - اصل حجر رکاوٹ کے معنی میں ہوتا ہے لیکن یہاں ایک محاورہ نقل کیا گیا ہے کہ عربوں میں یہ دستور عام تھا جب کوئی شخص کسی جگہ اپنے دشمن کو دیکھتا تھا اور اسے ڈر ہوتا تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیگا تو یہ لفظ استعمال کرتا تھا کہ اس وقت تم میں اور مجھ میں کوئی لڑائی نہیں ہوگی اور ہمارے لیے ایک دوسرے کا قتل ممنوع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشہر حرام یعنی حرمت والے مہینوں میں یہ لفظ دشمن ایک دوسرے کو کہتے تھے حِجْرًا مَّحْجُوْرًا یعنی اب چونکہ حرمت والا مہینہ ہے لہذا ہم پر ایکدوسرے کا قتل عام حرام ہے پس وہاں فرشتے کہیں گے کہ تم پر جنت کا داخلہ یا خوشخبری حرام ہے یا یہ کہ مجرم لوگ دنیا میں جس طرح اپنے بچاؤ کے لیے یہ فقرہ استعمال کرتے تھے جہنم سے بچاؤ کے لیے فرشتوں کے سامنے

Presented by www.ziaraat.com

مَقِيلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيلًا ﴿٢٥﴾

اور جس دن پھٹے گا آسمان بادل سمیت اور اتارا جائے گا فرشتوں کو

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۗ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِينَ عَسِيرًا ﴿٢٦﴾

ملک اس دن سچ مچ اللہ کا ہوگا اور وہ کافروں پر سخت ہوگا

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُولُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ

اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو کہے گا کاش میں نے اختیار کیا ہوتا رسول کے ساتھ

الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾

راستہ ہائے افسوس کاش میں نے نہ بنایا ہوتا فلاں کو دوست

لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا

تحقیق اس نے مجھے گمراہ کیا ذکر سے بعد اس کے کہ میرے پاس پہنچا اور شیطان ہے انسان کو رسوا کرنے والا

بھی یہی فقرہ بولیں گے کہ ہمیں دوزخ سے معافی دی جائے لیکن وہاں اس کا کوئی اثر نہ ہوگا اور دنیا میں ان کی ہوئی نیکیاں سب ہباءً منثور ہو جائیں گی۔

مَقِيلًا ۔ قیلولہ کی جگہ اور قیلولہ دوپہر کے آرام کا نام ہے خواہ نیند نہ ہو کیونکہ جنت میں نیند نہ ہوگی۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ ۔ ویسے تو تمام آسمانوں اور زمین کا واحد مالک اللہ ہے لیکن دنیا میں شاہانِ وقت کو عارضی طور پر حکومت حاصل ہے پس بروز قیامت تو سوائے ذات سبحانہ کے کسی کی ذرّہ بھر بھی حکومت نہ ہوگی اور سب اس کے فضل کے محتاج ہوں گے۔

بُرے قرین سے تبرّا

وَيَوْمَ يَعَضُّ ۔ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت عقبہ ابن ابی معیط اور ابی بن خلف کے حق میں اتری۔ یہ دونو آپس میں دوست تھے اور عقبہ کا دستور تھا کہ ہر سفر سے واپسی پر دعوت دیکر اشرافِ مکہ کو کھانا دیتا تھا اور جناب رسالتمآبؐ کے پاس بھی اکثر بیٹھا کرتا تھا ایک سفر سے واپسی پر اس نے حضورؐ کو بھی اپنے ہاں کھانے پر مدعو کر لیا۔ جب آپؐ اس کے گھر میں تشریف لے گئے تو فرمایا میں تیری دعوت نہ کھاؤں گا جب تک توحید پروردگار اور میری نبوت کا اقرار نہ کرے گا۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادتین کو زبان سے جاری کر لیا اور حضورؐ نے کھانا تناول فرمالیا جب ابی بن خلف کو اطلاع ملی تو وہ اس پر ناراض ہوا کہ تو بے دین ہو گیا اس نے معذرت پیش کی کہ چونکہ وہ میرے کلمہ شہادتین کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے اور ان کا بغیر کھائے چلا جانا میری توہین تھی۔ اس لیے وقتی طور پر میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ ابی ابن خلف نے کہا میں تیرے اوپر تب راضی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

اور رسول کہے گا اے پروردگار تحقیق میری قوم نے کر دیا اس قرآن کو متروک

ہوں گا کہ تو جا کر ان کے منہ پر تھوک دے (معاذ اللہ) اس ملعون نے ویسا ہی کیا اور مرتد ہو کر اسلام سے منحرف ہو گیا۔ آخر کار جنگ بدر میں ذلیل ہو کر مارا گیا اور ابی بن خلف کو خود حضورؐ نے جنگ احد کے دن اپنے ہاتھوں دار البوار پہنچایا۔ عقبہ نے جب حضورؐ کی طرف تھوکا تھا تو وہ تھوک پلٹ کر اس کے اپنے منہ پر پڑی تھی جس سے اس کے دونوں رخسار جل گئے تھے اور آخر عمر تک اس کے منہ پر یہ داغ رہا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ وسیلہ میں جو وفات پیغمبرؐ کے سات دن بعد جب کہ جمع قرآن سے فارغ ہو چکے ارشاد فرمایا ان دونو نے میرے ساتھ اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ یہ دونو ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے اور کہیں گے۔ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ الخ۔ یعنی کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا پس تو میرا برا ساتھی تھا اور کہیں گے يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۔ کاش فلاں کو میں نے اپنا دوست نہ بنایا ہوتا کہ اس نے مجھے ذکر سے روک لیا اور شیطان ہی انسان کو رسوا کرتا ہے۔ پس میں وہ ذکر ہوں جس سے انہوں نے منہ پھیرا۔ اور میں وہ سبیل ہوں جس سے وہ روگرداں ہوئے اور میں وہ ایمان ہوں جس کا انہوں نے کفر کیا اور میں وہ قرآن ہوں جس کو انہوں نے چھوڑ دیا اور میں وہ دین ہوں جس کی انہوں نے تکذیب کی اور میں وہ صراط ہوں جس سے انہوں نے پہلو تہی کی

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے یہ آیتیں قریش کے دو آدمیوں کے حق میں نازل ہوئیں جو ظاہر میں ایمان لا چکے تھے اور در حقیقت منافق تھے۔ جس دن صحابہ میں صیغہ مواخات جاری ہوا تو وہ دونو ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنے پس ایک نے دوسرے کو راہ مستقیم سے روکا اور دونو ہلاک ہوئے۔ بروز محشر دونو کی حسرت کا خدا ذکر فرما رہا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر پشیمان ہونگے

بہر کیف تنزیل کے لحاظ سے اگرچہ آیات عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کے حق میں ہیں لیکن اس کی تاویل بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن قیامت تک زندہ ہے اور اس کی تاویل بھی زندہ ہے اور روایات آل محمدؐ سے بکثرت وارد ہیں کہ رسالت مآبؐ کے بعد جن لوگوں نے ولایت علی کو ترک کیا اور عہد غدیری کو توڑ کر خواہشات نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے وہ ظالم ہیں اور بروز قیامت وہ اپنے اس کرتوت پر پشیمان ہوں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری بھی کریں گے لیکن اس وقت یہ باتیں ان کے عذاب میں تخفیف کا باعث نہ بن سکیں گی۔ اور حضورؐ بھی فریاد کریں گے کہ میری قوم و امت نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح ہر دوست اپنے دوست سے بروز قیامت بیزار ہوگا۔ جن کی دوستی دین کی دشمنی کی موجب بنی تھی۔

قَالَ الَّذِيْنَ۔ کفار مکہ کے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن اگر اللہ کا کلام ہے تو تورات و انجیل کی طرح یکمشت اکٹھا کیوں نہیں نازل ہوا۔ خداوند کریم نے اپنے حبیب کو ارشاد فرمایا کہ یہ تیرے دل کی تقویت کے لیے ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً جبریل کا آنا

Presented by www.ziaraat.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

اور اسی طرح ہم نے بنائے ہر نبی کے لئے دشمن مجرموں میں سے اور کافی ہے تیرا رب

هَادِيًا وَّنَصِيرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

ہادی اور مددگار اور کہا کافروں نے کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن

الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ

کو ایک دفعہ یہ اس لئے تاکہ مضبوط کریں ہم اس سے تیرے دل کو اور اس کو ہم نے

تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُونَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ

واضح کیا خوب اور نہیں لائے تیرے پاس وہ کوئی مثال مگر یہ کہ ہم نے بھیج دیا حق اور بہترین تفسیر (جواب میں)

تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ

وہ لوگ جن کو منہ کے بل جہنم کی طرف محشور کیا جائے گا ان کا برا

اور آیات کا موقعہ بموقعہ نازل ہونا تقویت اسلام اور تسکین مومنین کے لیے بہت اچھا بہانہ تھا اور کفار کو اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس لیے کہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کے دلائل کافی دیئے جا چکے تھے۔ اور پھر قرآن کا چیلنج بھی ہو چکا تھا جو منصف مزاج طبقہ کے لیے کافی تھا۔

رَتَّلْنَاهُ۔ کھلا اور واضح نازل کیا یا یہ کہ ہم نے اس کو مناسب مواقع پر ایک آیت کے بعد دوسری کو وقتاً فوقتاً اتارا یا یہ کہ ہم نے اس کو مفصّل و مبرہن نازل کیا۔

وَلَا يَاْتُونَكَ۔ یعنی کافر لوگ جو بھی تمثیل بیان کریں ہم اس کے جواب میں حق کی بہترین تفسیر نازل کرتے ہیں۔

اَلَّذِينَ يُحْشَرُونَ۔ تفسیر برہان میں عنبت نعمانی سے مروی ہے کہ منہ کے بل وہ لوگ محشور ہوں گے جو پیغمبر کے بعد مرتد ہو گئے۔ اور بیعت کو توڑ کر ناکثین کے زمرہ میں شامل ہوئے اور اپنے نبی کے حقیقی جانشین سے لڑے جو ان میں عالم فاضل سید حامل لوا مالک کوثر اور حجت خدا تھا اور کعبہ کے رب کی قسم وہ علیؑ ہی ہے۔ جو سب سے اعلم و اقدم تھا۔ (الحدیث ملخصاً)

رکوع ۲

فَدَمَّرْنَاهُمْ میں تدمیر اور تتبیر دونو مترادف ہیں اور ان کا معنی ہے ہلاک کرنا۔

اصحاب رس وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں (۱) رس کنوئیں کا نام ہے جس میں کافروں نے اپنے نبی کو زندہ ڈال کر

Presented by www.ziaraat.com

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

ٹھکانا اور نہایت بدطریقہ ہے اور تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور

جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ

کیا ہم نے ساتھ اس کے ہارون کو وزیر پس ہم نے کہا جاؤ طرف اس

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ

قوم کے جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو پس ہم نے ان کو ہلاک کیا اچھی طرح اور قوم نوح نے جب

لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ

جھٹلایا رسولوں کو تو ان کو ہم نے غرق کر دیا اور کیا ان کو لوگوں کے لئے نشانی اور

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَ

تیار کیا ہم نے ظالموں کے لئے عذاب دردناک اور عاد و ثمود اور

اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا

اصحاب رس اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (ہم نے ہلاک کیا) اور ہر ایک کے لئے ہم نے

اُوپر پتھر سے بند کر دیا تھا۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت عیون و علل حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک شخص نے شہادت سے تین روز قبل اصحاب رس کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تو نے ایسی بات دریافت کی جو آج تک کسی نے نہیں پوچھی اور تجھے میرے سوا کوئی دوسرا بتا بھی نہیں سکتا اور میں وہ ہوں کہ مَا فِيْ كِتَابِ اللهِ اٰيَةٌ اِلَّا اَعْرِفُهَا وَاَعْرِفُ تَفْسِيْرَهَا وَفِيْ اَيِّ مَكَانٍ نَزَلَتْ مِنْ سَهْلٍ اَوْ جَبَلٍ وَفِيْ اَيِّ وَقْتٍ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ وَاِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا وَاَشَارَ اِلٰى صَدْرِهٖ وَلٰكِنَّ طُلَّابَهٗ يَسِيْرٌ وَعَنْ قَلِيْلٍ تَنْدِمُوْنَ لَوْ فَقَدْتُمُوْنِيْ۔

یعنی قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں مگر یہ کہ میں اس کی تفسیر کو جانتا ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ کہاں اتری ہے۔ سہل میں یا جبل میں اور کس وقت اتری ہے دن کو یا رات کو اور تحقیق یہاں علم کا سمندر موجود ہے (اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) لیکن اس کے طلب کرنے والے بہت تھوڑے ہیں اور عنقریب جب میں نہ ہوں گا تو تم پشیمان ہو گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ یہ لوگ درخت صنوبر کی پوجا

Presented by www.ziaraat.com

لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ

بیان کیں مثالیں اور ہر ایک کو ہم نے ہلاک کیا اچھی طرح اور تحقیق آئے اس بستی پر جس پر

کرتے تھے اور اسے شاہ درخت کہاجاتا تھا۔ طوفان کے بعد خداوندکریم نے حضرت نوح کے لیے ایک چشمہ پیدا کیا۔ جس کا نام روشاب تھا۔ اور یافث بن نوح نے اس کے کنارے پر درخت صنوبر بویا تھا۔ اصحاب رس کے بارہ شہر تھے جو نہایت آباد اور سرسبز وشاداب تھے۔ پس خدا نے ان میں یہود بن یعقوب کی اولاد سے ایک نبی بھیجا جو ان کو بت پرستی سے منع کرتا تھا۔ پس انہوں نے ایک کنواں کھودا اور نبی کو اس میں ڈال کر اوپر ایک بڑا پتھر رکھ دیا۔ خداوندکریم نے ان کو گرفتارِ عذاب کیا۔ چنانچہ اُوپر سے تیز وتند سُرخ آندھی چلی اور نیچے سے زمین گندھک بن کر آتش فشاں بن گئی۔ اور آسمان پر سیاہ بادل چھاگئے۔ جن سے آگ برسنے لگی۔ پس وہ جھلس کر فی النار ہوگئے اور قمی سے منقول ہے کہ رس ایک نہر کا نام ہے جو آذربیجان میں تھی۔ (ملخصاً)

دوسرا قول یہ ہے کہ مالدار لوگ تھے مال مویشی چراتے تھے اور کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ کر بت پرستی کیا کرتے تھے۔ حضرت شعیب ؑ ان کے نبی تھے انہوں نے ان کو منع کیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ پس خدا نے کنوئیں کو خشک کر دیا اور ان کو زمین نگل گئی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ رس یمامہ میں ایک بستی تھی اور اس کا نام فلج بھی تھا جنہوں نے اپنے نبی کو قتل کیا۔ پس عذاب میں گرفتار ہوئے

چوتھا قول یہ ہے کہ حنظلہ نبی کی اُمت ہے۔ انہوں نے نبی کو قتل کیا اور خود مبتلائے عذاب ہوئے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ انطاکیہ میں ایک کنواں ہے جس کا نام رس ہے جس میں حبیب نجار کو قتل کیا گیا۔

چھٹا قول یہ ہے کہ اصحاب رس وہ لوگ تھے جن کی عورتیں آپس میں مساحقت کرتی تھیں۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے سحق کی سزا پوچھی تو آپ نے فرمایا اس کی سزا زانی کی سزا کے برابر ہے تو اس نے قرآن سے اس کا ثبوت طلب کیا تو آپ نے فرمایا اصحاب رس سے یہی تو مراد ہے اور بروایت قمی آپ سے ایک عورت نے دریافت کیا جو عورت دوسری عورت کے ساتھ فعلِ بد کرے اس کی کیا سزا ہے ؟ آپ نے فرمایا اس کو بروز قیامت آگ کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کے اندر آگ کے عمود داخل ہوں گے اور اس کو جہنم میں پھینکا جائے گا اس عورت نے کہا یہ قرآن مجید میں تو کہیں نہیں ہے۔ آپ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا اصحاب رس پر عذاب اسی فعل بد کی وجہ سے نازل ہوا تھا۔

وَلَقَدْ اَتَوْا۔ اہل مکہ اور بالخصوص قریشی لوگ جو بالعموم شام کی طرف بغرض تجارت آمد ورفت رکھتے تھے اور قوم لوط کی زمین سے گذرتے تھے۔ جہاں ان پر عذاب آیا تھا اسی کی یاد دہانی کرا رہا ہے کہ ان کو دیکھ کر یہ لوگ کیوں نہیں عبرت حاصل کرتے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے اس بستی کا نام سدوم تھا۔

اَرَاَیْتَ۔ مشرکین مکہ کا یہ دستور بھی تھا کہ جب کوئی اچھا درخت یا خوبصورت پتھر ان کی آنکھوں میں رچ جاتا اور دل کو بھا جاتا تھا تو پہلے خدا کو چھوڑ کر اس کو خدا بنا لیتے تھے اور اس کی منتیں نیازیں دینے لگ جاتے تھے۔ ایک عرب ایک دفعہ اپنے مصنوعی خدا (بت)

Presented by www.ziaraat.com

الَّتِیْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا

پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ سخت تو کیا انہوں نے ان کو نہیں دیکھا؟ بلکہ یہ

لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ

قیامت کی اُمید نہیں رکھتے اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تیرے ساتھ مسخری کرنے لگتے ہیں

اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا

کیا یہ وہی ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ تحقیق قریب تھا کہ ہمیں اپنے خداؤں سے بھٹکا دے

لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ

اگر ہم نہ ثابت قدم رہتے اس پر اور عنقریب جان لیں گے جب دیکھیں گے عذاب کو

کی عبادت کرنے یا منت ماننے کے لیے آیا تو دیکھا کہ ایک لومڑی اس پر پیشاب کر رہی تھی۔ پس فوراً اس نے شعر کہا ؎

وَرَبٌّ یَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَاْسِهٖ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَیْهِ الثَّعَالِبُ

ترجمہ: بعض ایسے رب بھی ہیں جن کے سر پر لومڑیاں پیشاب کرتی پھرتی ہیں بے شک وہ بڑا ذلیل ہے جس پر لومڑیاں پیشاب کریں۔

اَمْ تَحْسَبُ صفحہ ۱۸۱ یعنی جناب رسالت مآبؐ کو ارشاد ہوا کہ تقریر سننے والوں کی زیادتی سے یہ خیال نہ کرو کہ ان کی اکثریت بات کو سنتی اور سمجھتی ہے اور ہمیشہ یہی دستور ہے۔ سننے والے حاضرین میں تھوڑے ہوتے ہیں اور سننے والوں میں سے سمجھنے والے اور بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو انسان نما حیوان بلکہ ان سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰی صفحہ ۱۸۱ اللہ اپنی عمومی نعمتوں کی یاد دہانی کرا رہا ہے کہ دیکھو میں نے کس طرح سایہ کو پھیلا دیا اور اگر چاہتا تو یہ سایہ ہر وقت ٹھہرا رہتا لیکن میں نے دھوپ کے ذریعے سے اس کو آنے جانے والا کر دیا اور دھوپ اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ سائے کی پہچان ہی دھوپ سے ہوتی ہے جس طرح کہ ہر ضد اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ شمس کا معنی سورج بھی ہوتا ہے اور اس کا معنی دھوپ بھی ہوتا ہے پس سایہ دھوپ نکلنے کے بعد تھوڑا تھوڑا کم ہوتا جاتا ہے۔ اور زوال کے بعد بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور غروب کے وقت بالکل چھا جاتا ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ رات تمہارے لیے لباس بن گئی کہ اس میں خفیہ کام انجام دے سکتے ہو۔ اور دن کے کاروبار

Presented by www.ziaraat.com

مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ

کہ کون بھٹکا ہوا ہے راستہ سے کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے بنالیا اپنا خدا اپنی خواہش کو کیا تو ہوگا

تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ

اس پر نگران ؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ ان کی اکثریت بات سنتی یا سمجھتی ہے

اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

وہ تو نہیں مگر چوپاؤں جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تیرے رب نے کس طرح پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو کرتا اس کو ساکن

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا

پھر کر دیا ہم نے دھوپ کو اس پر دلیل پھر ہم اس کو (سورج نکلنے کے بعد) اگھٹاتے گئے

يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا

تھوڑا تھوڑا اور وہ وہ ہے جس نے بنایا رات کو تمہارا لباس اور نیند کو راحت

سے تھک جانے کے بعد نیند کو آرام کا باعث قرار دیا گیا پھر تروتازہ ہو چکنے کے بعد دوبارہ سورج کو مشرق سے نکال کر تمہیں اٹھنے اور کاروبار میں مصروف ہونے کا موقعہ دیا۔

مَآءً طَهُوْرًا [۱۸۲]۔ طہور کے تین معانی ہیں (۱) طاہر کا مبالغہ طہور ہوتا ہے (۲) جس کے ساتھ طہارت کی جائے اس کو بھی طہور کہا جاتا ہے۔ پس پانی اور مٹی دونو طہور ہیں (۳) طہارت کو بھی طہور کہا جا سکتا ہے جس طرح وارد ہے۔ لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِطَهُوْرٍ

اَنَاسِیَّ۔ یا تو انسان کی جمع ہے اور یا دوسری نون کا عوض ہے اور یا انسیّ کی جمع ہے جس طرح کرسی کی جمع کراسی ہوتی ہے۔

بارش کا پانی تفسیر صافی میں بروایت فقیہ حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ اہل دنیا پر کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جس میں بارش نہ برسی ہو۔ البتہ اس کو خدا پھیر پھیر کر برساتا ہے کسی دن کسی علاقہ میں اور کسی دن کسی علاقہ میں ورنہ اگر ایک جگہ ٹھہری رہے تو آبادی کی بجائے تباہی کی موجب ہو جائے۔

خداوند کریم نے قرآن مجید میں بارش کے پانی کو بالعموم مبارک پانی کہا ہے اور ماہ نیسان جو تقریباً ہندی مہینوں کے لحاظ

Presented by www.ziaraat.com

سے بیساکھ کے مہینے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس ماہ میں برسنے والی بارش کے فوائد بہت زیادہ منقول ہیں غرضیکہ اس کو ہر دکھ و بیماری کے لیے مفید کہا گیا ہے چنانچہ اکثر گھروں میں پڑھے لکھے لوگ اس کو جمع کرکے رکھ دیتے ہیں اور سال بھر میں حسب ضرورت استعمال کرتے ہیں۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے پیٹ کی تکلیف کے مریض کو بارش کا پانی جو باعث برکت ہے اور شہد جو باعث شفاء ہے اور عورت کے حق مہر میں سے کوئی شئے جو بطیب خاطر دے دے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے ھنیأ مریأ کہا ہے ان تینوں کو ملا کر پی لینے کا حکم دیا چنانچہ وہ شخص صحتیاب ہو گیا۔ تفسیر کی جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۱۱ پر حکایت گذر چکی ہے۔ بارش کے پانی کو خدا نے طہور کہا ہے اور فقہائے امامیہ کے نزدیک یہ آب جاری کے حکم میں ہے جب کہ اس قدر برسے کہ اُسے بارش کہا جا سکے اور اس کی حد یہ بتلائی گئی ہے کہ سخت زمین پر وہ جاری ہو جائے۔

مسئلہ۔ جس نجس زمین پر کم از کم بارش برسے اگر اس پر عین نجاست موجود نہ ہو تو وہ پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ۔ اگر نجس کپڑا یا کوئی دوسری چیز جس پر عین نجاست موجود نہ ہو بارش میں رکھی جائے تو تر ہو جانے کے بعد وہ پاک سمجھی جائیگی۔

مسئلہ۔ جو تھوڑا نجس پانی زمین پر موجود ہوگا اگر رنگ بو اور مزہ اس کا تبدیل نہیں تو بارش کے پڑنے سے پاک ہو جائے گا۔ لیکن اگر نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ تبدیل ہو چکا ہو تو وہ پاک نہ ہو گا جب تک اس کی یہ صفات زائل نہ ہوں۔

مسئلہ۔ جس آدمی نے غسل کرنا ہو تو بدن سے نجاست کو دُور کرکے نیت کرکے بارش میں کھڑا ہو جائے۔ پس پورے جسم کے تر ہو جانے کے بعد اس کا غسل ہو جائے گا اور یہ غسل ارتماسی شمار ہو گا۔

مسئلہ۔ بارش کا پانی زمین پر پڑی ہوئی نجس چیز کو اس وقت پاک کرتا ہے جب کہ براہ راست اُوپر پڑ رہی ہو۔ ورنہ اگر پہلے کسی دوسری چیز پر پڑے اور وہاں سے نجس پر ٹپک رہی ہو تو وہ پاک نہیں ہو گی۔ لہذا چھت سے ٹپکنے والا پانی یا درخت کے پتوں سے گرنے والا مطہر نہیں ہو گا۔

مسئلہ۔ بارش برسنے کے دوران میں زمین پر چلنے والا پانی یا اکٹھا کھڑا ہوا پانی پاک سمجھا جائے گا۔ اگرچہ آنکھوں کے سامنے اس میں سے کتا ہی گذر رہا ہو۔ یہ ایسا ہے۔ جس طرح دریا نہر میں سے کتے کا گذرنا اس کی نجاست کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بارش بھی چونکہ آب جاری ہے اور زمین والا پانی اس سے اتصال رکھتا ہے لہذا نجس نہیں ہوتا البتہ بارش رُک جانے کے بعد اگر کتا گذر جائے یا کوئی دوسری نجاست اس میں نظر آ جائے تو کُر سے زیادہ ہونے کی صورت میں پاک ہو گا ورنہ نجس سمجھا جائیگا۔

مسئلہ۔ اگر تالاب کا پانی جس میں آب کثیر ہے اور نجاست کے پڑنے سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ تبدیل ہو جائے۔ پس وہ نجس ہو گا اور اوصاف ثلثہ کے ختم ہو جانے کے بعد خود بخود پاک نہ ہو گا۔ جب تک اس کا اتصال آب جاری یا آب کثیر سے نہ ہو پس ایسے تالاب پر اگر بارش ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ کتے پر اگر بارش پڑ جائے اور وہ گھر میں داخل ہو کر کسی پاکیزہ برتن یا کپڑے یا جسم انسانی سے مس ہو جائے یا وہ بدن کو حرکت دے اور پانی کے قطرات اُڑ کر دوسری چیزوں پر پڑیں تو اس کو بارش کا پانی سمجھ کر پاک نہیں سمجھا جائے گا بلکہ وہ نجس ہوں گے اور

Presented by www.ziaraat.com

وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ

اور بنایا دن کو اٹھنے کے لئے اور وہ وہ ہے جس نے بھیجا ہواؤں کو اس کی رحمت (بارش) کی

يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ

خوش خبری دینے کے لئے اور اتارا ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی تاکہ زندہ کریں

پاک چیز جو اس سے مس ہو جائے گی وہ بھی نجس ہو گی۔

مسئلہ۔ زمین پر کھڑا ہوا نجس پانی خواہ تالاب و حوض میں ہو یا کسی برتن میں پس بارش کے پڑنے سے فوراً پاک ہو جائے گا۔ خواہ اس کے بعد اس کو ڈھانپ ہی کیوں نہ دیا جائے۔ کیونکہ نجس پانی کی طہارت کے لیے آب کثیر سے صرف ملاقات ضروری ہے۔ پس جس طرح برتن کے اندر کا نجس پانی بارش پڑنے سے فوراً پاک ہو جائے گا اسی طرح وہ برتن بھی پاک ہو گا۔ جس میں پانی موجود ہے۔

بہرکیف بارش کو اللہ نے کلام مجید میں تین نام دیئے ہیں (۱) مبارک چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا یعنی ہم نے آسمان سے مبارک پانی نازل کیا (۲) طہور چنانچہ اسی آیت نمبر ۴۸ میں ہے (۳) رحمت جیسا کہ اسی آیت میں ہے کہ ہم اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتے ہیں۔ طہور اور مبارک ہونے کے متعلق قدرے بیان ہو چکا ہے اور اس کا رحمت ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کی تشریح توضیح واضحات میں سے ہے۔ کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ جن سبزیوں باغوں اور کھیتوں کو نہری پانی سے سیراب کیا جائے۔ وہ بھی بارش کے محتاج ہوتے ہیں چنانچہ بارش کی وجہ سے جس طرح ان کی ظاہری رونق میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح دانہ پھل اور نشوونما میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ لذت اور ذائقہ نیز ان کی افادی حیثیت میں نمایاں ترقی ہو جاتی ہے جس کو زراعت کے فن سے وابستگی رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں اسی طرح یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس علاقہ میں ایک عرصہ تک بارش نازل نہ ہو وہ علاقہ گوناگوں بیماریوں اور تکلیفوں کا مرکز بن جاتا ہے لوگوں کے لیے بلکہ حیوانوں اور حشرت الارض تک کے لیے بارش کی تاخیر ناقابل برداشت حد تک پہنچ جاتی ہے پس جس طرح بارش کے نزول سے موسم میں خوشگوار سماں پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح انسانوں کے مزاج میں بھی عمدگی اور بہتری اپنے اندر محسوس کرتے ہیں اور انسانی طبائع خود بخود تندرستی کی طرف مائل ہو جاتی ہیں اور آئی ہوئی آفات سماویہ اور پھیلی ہوئی امراض جسمانیہ کا فوری طور پر خود بخود خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جس کا کوئی بدل نہیں ناشکرے اور بے قدرے انسانوں نے اس کا حق ادا نہ کیا۔ بلکہ الٹا اس کی اس نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ کا انکار نعمت کرکے ٹھکرا دیا۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ۔ یعنی دو دریا جب آپس میں ملتے ہیں تو دور دور تک چلے جاتے ہیں لیکن میٹھا میٹھا رہتا ہے اور تلخ تلخ باوجود ظاہری رکاوٹ نہ ہونے کے ایک دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ پس درمیان میں قدرتی حد موجود ہے پس اللہ خود بہتر جانتا ہے۔ اور حسی طور پر مرغی کے انڈے میں سفیدی اور زرد رنگ کا پانی موجود ہوتے ہیں جو بغیر ظاہری حد کے ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں اور ایک کا اثر دوسرے سے جداگانہ رہتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝۴۹

اس کے ذریعے مردہ شہروں کو اور سیراب کریں اپنی مخلوق میں سے چوپاؤں کو اور بہت سے لوگوں کو

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا

اور تحقیق پھیر پھیر کر برسایا ہم نے ان کے درمیان تاکہ نصیحت لیں پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر یہ کہ کفرانِ نعمت

كُفُوْرًا ۝۵۰ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝۵۱

کیا اگر ہم چاہتے تو بھیج دیتے ہر بستی میں نذیر

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝۵۲ وَهُوَ

پس نہ اطاعت کرو کافروں کی اور جہاد کرو ان سے اس (قرآن) کے ساتھ بڑا جہاد اور وہ

الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ

وہ ہے جس نے ملا دیا دو دریاؤں کو کہ یہ میٹھا طیب ہے اور وہ نمکین کھارا ہے اور

حـ۱۸۳ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا۔ چونکہ مٹی کو خدا نے پانی سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے حضرت آدمؑ بھی پانی کی پیداوار ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اولادِ آدم مراد ہے جو نطفہ سے پیدا ہوئی پس اولادِ آدم میں سے جو مرد ہیں وہ نسب ہیں اور عورتیں صہر ہیں کیونکہ بیٹوں سے نسب کا سلسلہ ہوتا ہے اور بیٹیوں سے دامادی کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اور تفسیر برہان و صافی میں ابن سیرین سے منقول ہے کہ اس کی تاویل بشر سے مراد حضور رسالتمآبؐ ہیں اور نسب سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں اور صہر سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ اور بروایت ابن شہر آشوب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی تاویل منقول ہے۔ اور تفسیر ثعلبی سے منقول ہے ابن سیرین کہتا ہے کہ یہ آیت حضرت رسالتمآبؐ اور علیؑ و بتولؑ کے حق میں اُتری ہے اور حضورؐ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ يُخْلَقْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِب عليه السلام لَمَا كَانَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَام كُفُوًا۔ یعنی اگر علی پیدا نہ ہوتا تو فاطمہ کا کوئی کفو نہ ہوتا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے علی سے فرمایا لَوْلَاكَ لَمَا كَانَ لَهَا كُفُوٌ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ۔ یعنی اگر تو نہ ہوتا تو روئے زمین پر فاطمہ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ حـ۱۸۴۔ یعنی میں تم سے قرآن اور تبلیغ کی اُجرت و فیس نہیں مانگتا البتہ جو شخص خوشنودیٔ خدا کے لئے کچھ خرچ کرنا چاہے تو اس کو میں منع نہیں کرتا بلکہ تاکید کرتا ہوں کہ اللہ کی رضا کے لئے صدقہ و خیرات کیا کرو۔

ثُمَّ اسْتَوٰى حـ۱۸۵۔ اس کی تفسیر سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے۔ جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۲ نیز جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ پر بھی مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ

کر دی ان کے درمیان ایک حد اور رکاوٹ مضبوط اور وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا (نطفہ) پانی

بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُونَ

سے انسان کو پس کیا اس کو نسب اور صہر اور تیرا رب قادر ہے اور وہ عبادت کرتے ہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ

اللہ کے سوا اس کی جو نہ ان کو نفع دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے اور ہے کافر اپنے رب کے خلاف

عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ

معاون (شیطان کا) اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا کہدو میں

مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَّتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ

تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے اختیار کرے اپنے رب کی طرف راستہ

سَبِيلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ

اور توکل کر اوپر اس زندہ کے جو نہ مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کی

فَاسْئَلْ بِهٖ یعنی اللہ کی معرفت کے متعلق واقف کار سے سوال کرو۔ اور حضرت رسالت مآبؐ ہی اس سے مراد ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ضمیر غائب کا مرجع اللہ ہے اور مجمع البیان میں ہے یہودیوں نے اشیاء کی ابتدائی تخلیق کے متعلق جو بیان کیا تھا وہ قرآن کے خلاف تھا۔ اللہ نے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا ہے کہ یہ باتیں اللہ سے دریافت کرو جو اس چیز کا خبیر ہے۔

نُفُوْرًا۔ قرآن پڑھتے ہوئے اس آیت مجیدہ کو پڑھنے یا سننے کے بعد فوراً سجدہ کرنا مستحب ہے۔ اور اس کا طریقہ پہلے سورۂ اعراف کی تفسیر میں بیان کیا چکا ہے۔ جلد نمبر ۶ صفحہ ۱۵۷

رکوع نمبر ۴

بُرُوْجًا۔ شمس و قمر کے دائرہ گردش میں بروج و منازل کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ کا تفسیر ہذا کی جلد نمبر ۷ کے صفحہ ۱۴۷ سے صفحہ ۱۵۱ تک ملاحظہ فرمائیں۔ اور شب و روز کے گھٹنے اور بڑھنے کی تحقیق تفسیر کی تیسری جلد صفحہ ۲۱۳ پر گذر چکی ہے۔ پس ان اُمور کی حکمت و مصلحت میں غور و خوض کرنا معرفت پروردگار کا محرک ہے اور صاحبان عقل و دانش کے لیے توحید خالق کی بہترین دعوت ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٨ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور کافی ہے وہ کہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہے وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ

اور جو ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پھر متصرف ہوا عرش پر جو رحمٰن ہے

فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٩ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا

پس دریافت کر اس کے متعلق واقف کار سے اور جب کہا جائے ان کو کہ سجدہ کرو رحمٰن کے لئے تو کہتے ہیں

وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝٦٠ سجدہ ع ۳

کون رحمان ؟ کیا سجدہ کریں ہم جس کا تو کہے اور زیادہ ہوتے ہیں دوری میں

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا

بابرکت ہے وہ ذات جس نے بنایا آسمان میں برجوں کو اور بنایا اس میں سورج

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ ۸۶ یعنی اللہ کے خالص بندوں کی یہ علامتیں ہیں جو اگلی آیات میں تفصیل وار بیان کی گئی ہیں (۱) زمین پر باوقار اور پُرسکون ہو کر چلتے ہیں کوئی تکبر و بڑائی ان کی رفتار سے ظاہر نہیں ہوتی (۲) جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کریں تو اللہ کے بندے ان کا جواب طیش و غصہ سے یا چھچھورے پن سے نہیں دیتے بلکہ ایسی بات کرتے ہیں جس میں دنیا و دین کی سلامتی کا راز مضمر ہوتا ہے پس ان کا دن سلامتی کا ضامن اور ان کی رات ان کے خالق کے درمیان قرب و وصال کا سماں پیدا کرتی ہے (۳) رات کو عبادت یعنی سجود و قیام میں گذارتے ہیں۔ (۴) اللہ سے عذاب جہنم کے دفع کرنے کی دعائیں مانگتے ہیں یعنی اللہ کے بندوں کی یہ شان ہے کہ کثرت عبادت ان کو خوفِ خدا سے الگ نہیں کرتی بلکہ جس قدر عبادت بڑھتی جاتی ہے اسی قدر ان کے دل میں عظمت و جلال پروردگار زیادہ ہوتا ہے اور دلوں پر رعب طاری ہوتا ہے اور اس کی گرفت کا ڈر پیش نظر رہتا ہے۔ اسی لئے معصوم نے فرمایا ہے کہ مومن کا ایمان خوف اور رجا کے دو پہلوؤں کے درمیان بند ہوتا ہے وہ ایک طرف اللہ کی رحمت کی امید رکھتا ہے اور دوسری طرف اس کی گرفت کا ڈر رکھتا ہے۔ اور یہ دونو وزن میں برابر ہوتے ہیں (۵) اللہ کے نیک بندوں کی یہ علامت ہے کہ خرچ کرنے میں فضول خرچی اور کنجوسی دونوں سے بچ کر درمیانہ خرچ کرتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے ناجائز خرچ کرنا اسراف ہے اور حق پر نہ خرچ کرنا کنجوسی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ اپنے کھانے اور پینے میں کوئی اسراف نہیں ہوتا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

Presented by www.ziaraat.com

وَقَمَرًا مُّنِيرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

اور چاند روشنی دینے والا اور وہ ہے جس نے کیا رات اور دن کو ایک دوسرے کے

لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ

بعد آنے والا واسطے اس کے جو چاہے معرفت حاصل کرے یا چاہے شکر گذار بنے اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو

الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ

چلتے ہیں اوپر زمین کے وقار سے اور جب ان سے خطاب کریں جاہل لوگ

قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾

تو کہیں سلامتی کی بات اور وہ ہیں جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدہ و قیام کی حالت میں

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا

اور وہ جو کہتے ہیں اسے ہمارے پروردگار پھیر ہم سے دوزخ کا عذاب تحقیق اس کا عذاب

نے فرمایا اسراف اس میں ہے جو جسم و مال کو نقصان دے اور کنجوسی یہ ہے کہ طاقت کے باوجود نمک روٹی پر گذارا کرے اور میانہ روی گوشت روٹی وغیرہ ہے (صافی) جلد ۹ صفحہ ۲۴ پر بھی اشارہ گذر چکا ہے (۶) ان کی چھٹی علامت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے (۷) ان کی ساتویں علامت یہ ہے کہ نفس محترمہ کو قتل نہیں کرتے ناجائز طور پر البتہ قصاص کے طور پر یا شرعی حد کی صورت میں واجب القتل کو قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے (۸) ان کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ وہ زنا نہیں کرتے۔ تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ اثام جہنم میں ایک وادی ہے جس میں پگھلا ہوا تانبہ ہوگا اس میں وہ جلے گا جو غیر اللہ کی پرستش کرے یا نفس محترمہ کا قاتل ہو۔ اور زانی لوگ بھی اس وادی میں ہوں گے۔

يَخْلُدْ فِيهِ۔ قرآن مجید میں یہ ایک مقام ہے جہاں فِيهِ میں ہا ضمیر کے نیچے کسرہ کو پر کر کے یا ء کی حد تک پہنچایا جاتا ہے۔

إِلَّا مَن تَابَ یعنی توبہ کرنے کے بعد توبہ کرنے والے کے اعمالنامہ میں برائی کی بجائے نیکی لکھی جائے گی اور گناہ کی جگہ ثواب درج ہوگا گویا سابق شرک کی بجائے توحید پرستی اور سابق زنا کی جگہ عفت و پاکدامنی اس کے نامۂ اعمال میں ہوگی۔

تفسیر صافی میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور ص نے فرمایا ہماری اہل بیت ؑ کی محبت گناہوں کا کفارہ بنتی ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے اور ہمارے محبوں کے مظالم عباد خدا اپنے ذمہ لے لے گا۔ بشرطیکہ انہوں نے مومنوں کی حق تلفی اور ضرر رسانی نہ کی ہو۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت صحیح مسلم حضرت ابوذر رض سے منقول ہے۔ حضور ص نے فرمایا کہ بروز محشر ایک

Presented by www.ziaraat.com

كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِينَ إِذَا

سخت ہے تحقیق وہ بری رہائش گاہ اور برا مقام ہے اور وہ ہیں کہ جب

أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

خرچ کریں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور ہے (ان کا خرچ) ان کے درمیان متوسط

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي

اور جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو اور نہ قتل کرتے ہیں اس نفس کو جو

حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾

اللہ نے حرام کیا ہے مگر جائز طور پر اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ فعل کرے گا پائے گا اس کا بدلہ

يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾

کہ دگنا کیا جائے گا اس کا عذاب قیامت کے دن اور اس میں ہمیشہ ذلیل رہے گا

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے پس تبدیل کرے گا

مردمومن کو جب لایا جائے گا تو حکم ہوگا کہ اس کو چھوٹے گناہ دکھائے جائیں اور اس کے گناہانِ کبیرہ کو مٹا دیا جائے اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والا ہوگا لہٰذا اس کی برائیوں کی جگہ پر نیکیاں لکھی جائیں گی حتٰی کہ وہ بندہ خود حیران ہوگا کہ میرے گناہ کہاں چلے گئے۔ ابوذرؓ کہتا ہے حضورؐ نے یہ حدیث بیان کی اور اس قدر ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

وَالَّذِينَ ۔۔۔ (۹) ان کی نویں صفت یہ ہے کہ وہ بے حیائی فحش اور گانے بجانے کی مجالس میں شریک نہیں ہوتے اور روایات اہل بیتؑ میں زور سے مراد گانا ہے۔ دورِ حاضر میں جو مجلس آل محمدؐ کے فضائل و مصائب کے نام سے منعقد کی جاتی ہے اگر اس میں گلوکاری اور فلمی گانوں کی نقالی ہی ماَل مجلس ہو تو یقیناً اس میں حاضر ہونا مجلسِ زُور میں حاضر ہونا ہے اور ثواب تو بجائے خود یہ عمل گناہ کبیرہ ہے۔

(۱۰) ان کی دسویں صفت یہ ہے کہ جب کسی ناشائستہ جگہ سے گذریں یا گناہ کے مقام سے گذریں تو چپکے سے دامن بچا کر چلے جاتے ہیں
وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا ۔ ان کی گیارہویں علامت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے وعظ و نصیحت کے لئے آیات خداوندی کی تلاوت کی جائے تو وہ آیات کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور تفکّر و تدبّر کرکے معرفت کی منازل پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا

Presented by www.ziaraat.com

اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ

اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان اور جو توبہ کرے اور عمل

صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ

صالح بجا لائے تو پلٹے گا اللہ کی طرف اچھا پلٹنا اور وہ جو نہیں حاضر ہوتے گانے (کی مجالس) میں

الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا

اور جب گذریں گناہ کی چیزوں کے پاس سے تو شریفانہ گذر جاتے ہیں اور وہ کہ جب ان کو نصیحت کی جائے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

اپنے رب کی آیتوں سے تو نہیں پڑتے ان کے خلاف بہرے اور اندھے ہو کر اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ

رب بخش ہمارے لئے ہماری ازواج اور ہماری ذریت میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمیں متقیوں کا

اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً

امام ایسے لوگوں کو جزا دی جائے گی بلند درجہ کی بوجہ صبر کے اور بھیجا جائے گا ان میں ان پر

وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ

تحیہ وسلام ہمیشہ رہیں گے اس میں وہ بہترین جائے رہائش اور قیام گاہ ہے کہہ دیجئے کیا پرواہ تھی تمہاری میرے

لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع

رب کو اگر نہ بلاتا تم کو (ایمان کی طرف) پس تم نے جھٹلایا تو عنقریب ہوگا (عذاب) ضروری

نہیں کہ بہروں کی طرح سنیں یا اندھوں کی طرح ان کی طرف نہ دیکھیں اور اپنے ضد پر ڈٹ کر پڑے رہیں۔

(۱۳) يَقُوْلُوْنَ ۔ اس آخری صفت کے بلکہ بیان کردہ جمیع اوصاف کے حقیقی مصداق محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں، البتہ بعض صفات شیعانِ آلِ محمدؐ کے چیدہ چیدہ افراد میں پائی جاتی ہیں۔ خدا ہم سب کو محمدؐ وآلِ محمدؐ کی غلامی کی صحیح توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ ۔ کفار کو خطاب ہے کہ خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے یعنی تم خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہو یا کونسی اس کی بگڑی بنا سکتے ہو۔ اگر وہ تمہیں اسلام کی طرف دعوت نہ دیتا یعنی دُعاۗؤُكُمْ میں مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔ یعنی اگر خدا تم کو اسلام کی طرف نہ بلاتا تو اس کو پروا تو نہ تھی لیکن صرف اتمام حجت اور اقتضائے مصلحت کے ماتحت اس نے تم کو دعوت اسلام بھیجی ہے جس کو تم نے جھٹلایا اور انجام میں جہنم کے حقدار ہوئے۔

Presented by www.ziaraat.com

فرامین آئمہ سے اس کا معنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ اللہ کو کیا پرواہ تھی اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو تم کو دوزخ میں بھیجدیتا۔ بروایت عیاشی امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ قرأت افضل ہے یا دعا؟ تو آپ نے فرمایا دعا افضل ہے۔ پھر آپ نے استشہاد کے طور پر یہی آیت تلاوت فرمائی۔

تیسرا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ میرے رب کو تمہاری کیا پرواہ ہے اگر تمہاری عبادت نہ ہو۔ پس دعا کو عبادت کے معنی میں لیا گیا ہے۔ پس اس کا مفہوم یہ نکلا کہ جو اس کی عبادت نہ کرے اور فرمانبردار نہ ہو اس کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں ہے۔

چوتھا معنی یہ کیا گیا ہے کہ خدا کو تمہارے عذاب میں گرفتار کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر تمہارا بعض دوسرے بعض کو شرک و کفر کی دعوت نہ دیتا لیکن چونکہ تم نے جھٹلایا تو اب عذاب کا انجام لازمی ہے

۹ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء ۵ بجکر ۲۶ منٹ شب جمعہ تقریباً پونے ۸ بجے تفسیر سورۂ فرقان سے فارغ ہوا ہوں۔ اور خدا سے دعا ہے کہ مجھے بہت جلد اپنی کتاب کی تفسیر کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ محمد و آلہ الطاہرین۔

سُورۂ شُعرآء

یہ سورہ مکیہ ہے صرف آخری چار آیتیں مدنی ہیں۔ اس کی آیات کی تعداد دو سو ستائیس ہے اور بسم اللہ کے ساتھ ۲۲۸ ہے

تفسیر برہان میں بروایت صدوق ابوبصیر سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص طواسین ثلثہ (وہ تین سورتیں جو طٰسٓ سے شروع ہوتی ہیں) کو ہر شب جمعہ پڑھے تو وہ اولیاء اللہ سے ہو گا۔ اللہ کے جوار رحمت میں اور اس کی حفاظت میں ہو گا نیز وہ دنیا کی کوئی تنگی نہ دیکھے گا اور آخرت میں اس قدر جنت اس کو ملے گی کہ وہ راضی ہو گا اور اس سے بھی زیادہ اس کو ملے گی اور ایک سو حور عین سے اس کی شادی ہو گی۔

جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے جو اس سورہ کی تلاوت کرے گا تمام مومن مردوں اور عورتوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور قبر سے کلمہ توحید پڑھتا ہوا نکلے گا اور صبح سویرے جو اس کی تلاوت کریگا گویا اس نے تمام کتب سماویہ کی تلاوت کی اور جو شخص اس کو لکھ کر پانی سے دھو کر پیئے وہ ہر بیماری سے شفا پائے گا اور جو شخص اس کو لکھ کر ایک مرغ کلغی دار کی گردن میں باندھے تو وہ مرغ اس کے پیچھے چلے گا یہاں تک کہ خزانے کے اوپر پہنچ کر کھڑا ہو جائے گا یا جس جگہ وہ ٹھہرے گا۔ وہاں پانی نزدیک ہو گا (از خواص القرآن)

حضورؐ نے فرمایا جو ہمیشہ اس کی تلاوت کرتا رہے اس کے گھر میں چور داخل نہ ہو گا اور نہ وہ جلے گا اور نہ غرق ہو گا پھر حدیث سابق کی مثل ہے لیکن یہاں مرغ سفید کا ذکر ہے اور یہ کہ یا وہ مرغ خزانے پر ٹھہرے گا یا جادو کے مقام پر رکے گا اور اپنی چونچ سے کھود کر اس کو ظاہر کر دے گا۔ (از خواص القرآن)

Presented by www.ziaraat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

(شروع کرتا ہوں) ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

طٰسٓمّٓ یہ آیتیں ہیں کتاب مبین کی شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنے آپ کو

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

کہ وہ مومن نہیں ہوتے اگر ہم چاہیں تو نازل کریں ان پر آسمان سے کوئی نشانی

اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝۴ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

پس ہو جائیں ان کی گردنیں اس کے لئے کہ وہ جھکنے والے ہوں اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی

ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝۵ فَقَدْ

ذکر رحمٰن کی طرف سے نیا مگر یہ کہ وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں پس تحقیق

كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶ اَوَلَمْ يَرَوْا

انہوں نے جھٹلایا پس آئیں گی ان کے پاس خبریں اس کی جس کے ساتھ وہ مسخری کرتے تھے کیا انہوں نے نہیں

رکوع نمبر ۵

طٰسٓمّٓ۔ الٓمّٓ کی تفسیر میں حروف مقطعات قرآنیہ کے متعلق بحث گذر چکی ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت محمد بن حنفیہ حضرت امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ طٰسٓمّٓ جب نازل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا ط طور سینا۔ س اسکندریہ اور م مکہ ہے نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ط سے مراد درخت طوبیٰ ہے اور س سے سدرۃ المنتہیٰ اور م سے محمد مصطفےٰ مراد ہیں۔

تِلْكَ آیات۔ تلک اشارہ ہے غائب کی طرف یعنی ان آیات کی طرف جو ابھی بعد میں اُترنے اور پڑھی جانے والی ہیں یعنی یہ وہی آیات ہیں جن کا تم سے وعدہ کیا جا چکا ہے اور ممکن ہے اشارہ قرآن مجید کی طرف ہو۔ اور مبین سے مراد ہے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی۔

بَاخِعٌ۔ یعنی ہلاک کرنے والا۔ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ قریش مکہ کے ایمان نہ لانے سے آپؐ کیوں غمزدہ ہیں اگر ہم چاہیں تو آسمان

Presented by www.ziaraat.com

إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦ إِنَّ فِي

دیکھا زمین کی طرف کہ کس قدر پیدا کئے ہم نے اس میں اچھے جوڑے تحقیق اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ⑧ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

نشانی ہے حالانکہ ان میں سے اکثر نہیں ایمان لاتے اور تحقیق تیرا رب غالب

سے ایک نشانی اتاریں جس سے سب کی گردنیں جھک جائیں۔ لیکن یہ تقاضائے مصلحت کے خلاف ہے۔

فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ۔ یہاں ظَلَّتْ افعال ناقصہ میں سے ہے اور اعناق اس کا اسم اور خاضعین اس کی خبر ہے۔ یہاں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعناق غیر ذوی العقول میں سے ہے اور خاضعین ذوالعقول کی جمع کا صیغہ ہے لہذا حمل کیسے درست ہوسکتا ہے تو اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں (۱) اصل میں أَصْحَابُ الْأَعْنَاقِ تھا یعنی گردنوں والے جھک جائیں گے تو مضاف کو محذوف کرکے مضاف الیہ کو اس کی جگہ پر کھڑا کیا گیا ہے (۲) اعناق سے مراد رؤسا اور امراء کا طبقہ یا یہ کہ عنق سے مراد جماعت اور اعناق یعنی جماعتیں لوگوں کی جھک جائیں گی۔ ان کے علاوہ اور تاویلیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔

روایات اہل بیتؑ میں بالتواتر منقول ہے کہ اس سے مراد حضرت قائم علیہ السلام کا زمانہ ہے اور آسمانی نشانی سے مراد وہ آواز ہے جو آسمان سے آئے گی حتٰی کہ ہر پردہ نشین عورت اپنے کمرے میں بیٹھ کر سن لے گی اور اہل مشرق و مغرب سن سکیں گے اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ آسمان کی جانب سے ایک منادی ندا کرے گا جس کو تمام اہل زمین سنیں گے وہ حجۃ اللہ کی آمد اور ان کے ظہور کا اعلان کرے گا کہ بیت اللہ کے پاس وہ ظاہر ہو چکے ہیں لہذا اس کی اتباع کرو۔

مِنْ ذِكْرٍ۔ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور کئی مقامات پر ذکر سے مراد قرآن لیا گیا ہے یعنی جب بھی قرآن کی کوئی نئی آیت اترے تو یہ لوگ ازراہ حسد و عناد منہ پھیر لیتے ہیں۔ خداوند کریم نے ان کی سرزنش کے لئے فرمایا کہ اب تو وہ تکذیب کرتے ہیں لیکن اس مسخری اور روگردانی کا مزہ ایک دن ضرور چکھیں گے۔

زَوْجٍ كَرِيمٍ۔ یعنی زمین پر ہم نے انسانوں کے منافع کے لئے ہر جنس کا جوڑا جوڑا اگایا ہے مقصد یہ ہے کہ مختلف قسم کے میوہ جات سبزیاں، پھل وغیرہ پیدا کئے ہیں اور کریم سے مراد ہے کہ وہ قابل شکر اور قابل عزت ہیں اور ہم نے زمین سے اُگنے والی اشیاء کے جوڑے ہونے کی وضاحت تفسیر ہذا کی جلد نمبر ۸ میں صفحہ ۴۰ پر کی ہے۔

رکوع ۶ حضرت موسٰیؑ کا ذکر

خداوند کریم نے اپنے حبیبؐ کی دل جوئی کے لئے سابق انبیاء کے قصے بیان کئے ہیں تاکہ کفار و مشرکین کی ایذا رسانی سے غمزدہ نہ ہوں، اور اپنے مشن کو جاری رکھیں۔

وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي۔[۱۹۲] حضرت موسٰیؑ کی زبان میں تتلاہٹ کی وجہ جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۷۸ پر دیکھئے۔

Presented by www.ziaraat.com

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٩ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ

مہربان ہے اور جب پکارا تیرے رب نے موسٰی کو کہ جاؤ ظالم قوم کے

الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝١١ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ

پاس یعنی قوم فرعون کے پاس کیا وہ خوف نہ کریں گے کہا اے رب تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ

اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝١٢ وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ

وہ مجھے جھٹلا دیں اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان میں روانی نہیں پس بھیج طرف

اِلٰى هٰرُوْنَ ۝١٣ وَلَهُمْ عَلَىَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝١٤ قَالَ

ہارون کے (کہ میری مدد کرے) اور ان کا میرے اوپر ایک دعویٰ ہے پس ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں فرمایا

عَلَیَّ ذَنۢبٌ۔ یعنی قبطیوں کا میرے اُوپر ایک دعوائے ہے اور وہ یہ کہ میں نے ان کا ایک آدمی قتل کیا ہوا ہے تو ہو سکتا ہے کہ انتقام میں وہ مجھے قتل کر دیں۔

جناب رسالت مآبؐ سے ایک طویل حدیث میں منقول ہے کہ میرے بھائی موسٰیؑ نے کوہ طور پر اپنے پروردگار سے مناجات کی تھی آخر میں خدا نے ارشاد فرمایا تھا کہ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ اور ڈرو مت کیونکہ میں تمہارے ساتھ ہوں اس کا جواب حضرت موسٰی نے جو دیا تھا اس کا ذکر خدا خود فرماتا ہے (کہ میں ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں لہذا مجھے ان سے قتل کا اندیشہ ہے) لیکن اس طرف علی کو دیکھو کہ میں نے اس کو سورہ برائت دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا ہے حالانکہ علی ان کے کافی آدمیوں کو قتل کر چکا ہے لیکن نہ ڈرا نہ گھبرایا اور نہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کا خوف کیا مکہ والے علی پر دانت پیستے رہے کیونکہ علی کے ہاتھوں کسی کا باپ مارا جا چکا تھا اور کسی کا بھائی قتل ہو چکا تھا۔ پس خدا نے اس کو محفوظ رکھا اور وہ واپس بخیریت مدینہ میں پہنچ گیا۔ (المجالس المرضیہ ص

فَاذْهَبَا۔ یہاں عبارت محذوف ہے یعنی خدا نے ان کی دعا کو مستجاب کیا اور ہارون کو موسٰیؑ کا ساتھی قرار دے کر اب دونو کو جانے کا حکم دیا اس لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا ہے

قَالَ اَلَمْ۔ یہاں بھی عبارت محذوف ہے کہ دو لوگ گئے اور فرعون کو پیغام حق سنایا۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرعون نے موسٰیؑ کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی اور دروازے بند کر لئے۔ لیکن حضرت موسٰی علیہ السلام نے عصا مارا تو سب دروازے کھل گئے۔ پس آپ سیدھے تخت فرعون کے سامنے چلے گئے اور بے دھڑک پیغام خداوندی سنا دیا تو فرعون نے جواب میں کہا۔ تجھے ہم نے بچپنے میں پالا ہے اور کئی سال (ابن عباس

Presented by www.ziaraat.com

كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ

ہرگز نہیں پس تم دونو جاؤ ہماری آیات کے ساتھ تحقیق ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں پس جاؤ فرعون کے

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

پاس پس کہو کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں کہ بھیج ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو

﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ

(فرعون) کہنے لگا کیا تجھے ہم نے بچپنے میں پالا نہیں اور تو ٹھہرا ہے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال؟

سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور کیا تونے وہ کام (قبطی کا قتل) جو کیا حالانکہ تو انکار کرنے والا تھا (ہمارے احسان کا)

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

کہا (موسیٰ نے) میں نے وہ اس وقت کیا جبکہ میں راستہ سے بھٹکا ہوا تھا پس تم سے بھاگ گیا جب کہ تم سے ڈرا

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ

پس عطا کی مجھے میرے رب نے نبوت اور بنایا مجھے رسولوں میں سے اور کیا یہ احسان ہے جو

سے ۱۸ برس منقول ہیں) تونے ہمارے ہاں گذارے، پھر تونے ہمارے سب احسانات کو فراموش کر کے ایک قتل بھی کر لیا؟ آپؑ نے فرمایا مجھ سے جو قتل ہوا ہے۔ وہ غیر ارادی طور پر ہوا ہے کیونکہ میرا ارادہ قتل کا نہ تھا یا یہ کہ یہ قتل مجھ سے اس وقت ہوا، جب کہ میں کہیں جاتے ہوئے اپنا راستہ گم کر چکا تھا۔

حُكْمًا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت نبی بنائے گئے بلکہ نبوت اور اس کی استعداد پہلے سے تھی اور اسی بناء پر تو نے اس کو فرعون کے شر سے (قتل اور دیگر خطرناک مقامات سے محفوظ رکھا اور دوسری دایہ عورتوں کا دودھ اس پر حرام قرار دیا وغیرہ) پس اب گویا اعلان نبوت کا مجھے حکم ملا ہے اور رسول ہو کر تیرے پاس آگیا ہوں۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ۔ اور فرعون نے چونکہ اپنے احسانات جتلائے تھے اور موسیٰؑ کو پروردہ نعمت قرار دے کر مرعوب کرنا چاہا تھا تو موسےٰؑ نے نہایت بے دھڑک ہو کر دو ٹوک بات کہدی کہ یہ تیرا کونسا احسان ہے کہ تو نے میری پوری قوم کو اپنا غلام اور قیدی بنا رکھا ہے اگر وہ تیری قید میں نہ ہوتے تو مجھے اپنے گھر میں اپنی ماں خود پالتی یا یہ کہ تو نے چونکہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

تو جتلا رہا ہے مجھ پر ؟ کہ تو نے اپنا عبد بنا رکھا ہے بنی اسرائیل کو فرعون نے کہا

وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اور ربّ العالمین کیا ہے ؟ (جس کا تو رسول ہے) فرمایا آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ

﴿٢٥﴾ بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ

ان کے اندر ہے اگر تم یقین کرتے ہو (کہ رب ایسا ہونا چاہیئے) اس نے اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا کیا تم نہیں سن

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ

رہے ہو ؟ آپ نے فرمایا تمہارا رب اور تمہارے گزشتہ باپ دادوں کا بھی رب ہے اس نے کہا تحقیق یہ رسول جو تمہاری

الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٦﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ

طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے (موسیٰ نے کہا) وہ مشرق و مغرب کا رب

الْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَئِنِ

ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم عقل رکھتے ہو (فرعون) کہنے لگا اگر تو نے

اور اس ڈر سے میری ماں نے مجھے دریا میں ڈال دیا اگر بنی اسرائیل کو تو قیدی نہ بناتا اور ان کے بچوں پر قتل کا ظلم نہ کرتا تو میری ماں مجھے دریا میں نہ ڈالتی اور تیری تربیت کی نوبت نہ آتی تو یہ تیرا احسان نہیں بلکہ تیرے ظلم نے یہ اسباب خود پیدا کئے جن کو تو اب احسان کا نام دے رہا ہے بلکہ درحقیقت یہ تو تیرے ظلم کا پس منظر ہے۔ جس پر بجائے اترانے کے تجھے پچھتانا چاہیے۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب سنا تو اس کی تردید نہ کر سکا پس فوراً کلام کا رُخ بدلتے ہوئے کہنے لگا وہ کون رب العالمین ہے جس کا رسول بن کر تو آیا ہے یہ بات یاد رہے کہ فرعون نے لفظ ما سے سوال کیا جو طلب حقیقت کے لئے آتا ہے اور ماہیت تامہ جواب میں مطلوب ہوتی ہے اور چونکہ خداوند کریم جنس سے بلند و بالا ہے اور اس کی کنہ حقیقت تک رسائی کسی کے بس میں نہیں البتہ وہ اپنی صفات سے پہچانا جاتا ہے پس حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے سوال کے جواب سے پہلو تہی کرتے ہوئے صفات خداوندی کے بیان کو شروع کر دیا کیونکہ فرعون کا سوال غلط اور نافہمی کی بناء پر تھا۔ پس فرمایا عالمین کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ربّ العلمین کی شان یہی ہے گویا حضرت موسیٰؑ نے افعال خداوندی سے ذات خدا کی معرفت کا درس دیا تو فرعون نے جھلا کر حاضرین مجلس کی طرف دیکھا

Presented by www.ziaraat.com

اتَّخَذْتَ اِلٰـهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ

میرے علاوہ کوئی اور معبود بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا آپ نے کہا کیا

جِئْتُكَ بِشَىْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

لاؤں میں تیرے سامنے ایک معجزہ ظاہر؟ اس نے کہا لے آ اگر ہے تو سچا

﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ

پس ڈالا اپنے عصا کو تو وہ ایک اژدہا تھا سچ مچ اور آستین سے ہاتھ باہر

اور ازراہ حیرت ان سے کہنے لگا کہ سنتے ہو جو یہ کہہ رہا ہے؟ فوراً حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے کلام کو آگے بڑھا کر فرمایا وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے گذشتہ باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے تو اس کا جواب فرعون کے پاس اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ کہا یہ جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ دیوانہ ہے اور جھوٹے اور لاجواب ضدی انسان کا آخری حربہ یہی ہوا کرتا ہے کہ اخلاق کی حدود کو توڑ کر زبان سے جو چاہے بڑبڑاتا چلا جائے حضرت موسیٰؑ نے دامن استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور نہ جذبات کی طرف آئے، اس کی بکواس پر کان دھرے بغیر آگے بڑھے اور فرمایا وہ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے پس فرعون نے لاجواب ہو کر دھمکی دی کہ اگر تم مجھے خدا نہ مانو گے تو میں تم کو قید کر لوں گا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنی صداقت پر معجزہ دکھا سکتا ہوں۔ جب اس نے مانگا تو آپ نے دو معجزے دکھائے عصا کو زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا اور ہاتھ کو آستین سے باہر نکالا تو ید بیضا ہو گیا، واقعہ کی تفصیل تفسیر کی جلد نمبر ۶ صفحہ ۶۷ تا صفحہ ۷۱ ملاحظہ فرمایئے۔ بروایت قمی اژدہا کے ڈر سے فرعون کے حاشیہ نشین سب دوڑ گئے۔ اور فرعون خود بھی ڈر کے مارے آپے سے باہر ہو گیا۔ پس موسیٰ کو اپنے اللہ کا اور بچپنے کی تربیت کا واسطہ دیا تو موسیٰؑ نے عصا کو اٹھا لیا۔ تب فرعون کا ہوش ٹھکانے آیا۔ پس ایمان لانے کا ارادہ کیا لیکن ہامان نے کہا شرم کر اب تک تو معبود بنا بیٹھا تھا اب کسی اور کا عبد بننا چاہتا ہے۔

رکوع نمبر ۷

قَالَ لِلْمَلَاِ۔ یعنی ہوش ٹھکانے آیا تو سرداران قوم سے مشورہ طلب کیا۔

اَرْجِهْ۔ اس کی تفسیر جلد نمبر ۶ صفحہ ۷۲ پر دیکھئے۔

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ۔ یعنی ہم جادوگروں کی بات کو مانیں گے مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی اتباع سے چھٹکارا ملے ورنہ جادوگروں کی اطاعت وہ کیسے کرتا جو اپنے اوپر خالق کی اطاعت کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ ایک ہزار جادوگر جمع ہوئے تھے۔ تفسیر صافی سے ان کی تعداد ستر ہزار منقول ہے (تفسیر سورہ طٰہٰ) پھر ان میں سے ایک سو کا انتخاب ہوا۔ اور

Presented by www.ziaraat.com

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا

کیا تو وہ روشن تھا دیکھنے والوں کے لئے کہا سرداروں کو جو اس کے ارد گرد تھے تحقیق یہ

لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ

ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تم کو نکال دے اپنی زمین سے بذریعہ اپنے جادو کے پس

فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ

تم کیا مشورہ دیتے ہو کہنے لگے ٹال دو اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج دو شہروں میں

حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۶﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ

اپنے کارندے جو ڈھونڈ لائیں ہر بڑے ماہر جادوگر کو پس اکٹھے ہو گئے جادوگر

لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۷﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۸﴾

مقرر دن کے معین وقت میں اور کہا گیا لوگوں کو کیا تم بھی جمع ہو گے ؟

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

شاید ہم تابع ہوں گے جادوگروں کے اگر وہ غالب آئے پس جب جادوگر آ گئے

پھر ان میں سے ۸۰ ماہر جادوگروں کو چنا گیا۔ پس انہوں نے فرعون سے کہا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت روئے زمین پر ہم سے زیادہ کوئی جادوگر نہیں ہے۔ پس اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کیا انعام ملے گا؟ تو فرعون نے جواب دیا کہ اگر تم میدان جیت گئے تو میں تم کو اپنے ملکی معاملات میں اپنا مقرب بنالوں گا پھر جادوگروں نے کہا اگر موسیٰؑ ہم پر غالب آجائے اور ہمارے جادو کو باطل کر دے پس ہم سمجھیں گے کہ اس کا کرشمہ جادو نہیں پس ہم ایمان لانے پر مجبور ہوں گے تو فرعون نے جواب دیا اگر موسیٰ تم پر غالب آجائے تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر اس کی تصدیق کر لوں گا لیکن تم اپنے ہنر میں کمی نہ کرنا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ فرعون اسیؐ ذراع بلند گنبد نما چبوترے پر بیٹھتا تھا جس کے اوپر صیقل شدہ لوہے کی چادر چڑھی تھی کہ دن کی چمک پڑنے کے بعد اس کی طرف نظر کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ۔ یعنی ان لوگوں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہا ہم ضرور غالب ہوں گے۔ تفسیر برہان میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے عصا ڈال کر زمین پر پہنچتے ہی تانبے کی طرح پگھلا پھر اژدہا بن کر اس نے باچھیں کھول لیں اس کا اوپر کا ہونٹ فرعون کے تخت کے اوپر

Presented by www.ziaraat.com

قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝٤١

تو فرعون سے کہنے لگے کیا ہمارے لئے کوئی اُجرت ہوگی اگر ہم جیت گئے

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝٤٢ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ

(فرعون نے) کہا ہاں اور تحقیق تم تو پھر میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے فرمایا ان کو موسیٰ نے پھینکو جو تم

أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝٤٣ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

پھینکنے والے ہو پس انہوں نے پھینکا اپنی رسیوں اور لکڑیوں کو

وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۝٤٤ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ

اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم تحقیق ہم ضرور غالب ہیں پس ڈالا موسیٰ نے

عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝٤٥ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ

اپنا عصا تو وہ فوراً نگل گیا اس کو جو انہوں نے جھوٹ بنایا تھا پس گر گئے سب جادوگر سجدہ

سَاجِدِينَ ۝٤٦ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝٤٧ رَبِّ مُوسَىٰ وَ

کرتے ہوئے کہنے لگے ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ و ہارون کا رب

تھا اور دوسرا ہونٹ نیچے لٹکایا پس وہ جادوگروں کے سب مصنوعی سانپوں کو ہڑپ کر گیا لوگوں پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ بے تحاشا ڈر کے مارے بھاگ نکلے حتیٰ کہ اس بھیڑ میں دس ہزار کے قریب زن و مرد اور بچے کچلے گئے فرعون و ہامان کا ڈر سے کپڑوں میں پاخانہ نکل گیا اور بال سفید ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت موسیٰ پر بھی خوف طاری ہوا چنانچہ ارشاد ہوا ڈرو نہیں سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ کہ اس کو ہم پہلی شکل پر پلٹا دیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی وجہ ہم نے جلد نمبر ۶ صفحہ پر بیان کی ہے اور باقی قصہ بھی مفصل لکھا ہے نیز جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۲۱ پر بھی کافی وضاحت کی گئی ہے۔

أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ - یعنی فرعون کی قوم میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے یہی تھی۔ ورنہ بنی اسرائیل ان سے پہلے ایمان لاچکے تھے

رکوع نمبر ۸

وَأَوْحَيْنَا۔ خداوند کریم نے موسیٰ کو وحی کی کہ قوم بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ کیوں کہ وہ تمہارے تعاقب میں آئیں گے۔

فَأَرْسَلَ۔ فرعون نے اپنے ملازمین تمام شہروں میں بھیجے تاکہ ایک عظیم لشکر جمع کر کے ان کا تعاقب کیا جائے اور حضرت

Presented by www.ziaraat.com

هَارُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ

(فرعون نے) کہا تم ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں ؟ یہ تمہارا بزرگ ہے ہے

الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

جس نے تم کو جادو سکھایا ہے پس عنقریب اس کا نتیجہ دیکھو گے کہ میں تمہارے ہاتھ اور

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ ۚ قَالُوْا لَا

پاؤں جانب مخالف سے کاٹ دوں گا اور ضرور تم کو سولی پر سب کو لٹکا دوں گا کہنے لگے کوئی

ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۚ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا

حرج نہیں تحقیق ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ بخشے گا رب ہمارا ہماری

خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ؕ ع وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ

خطاؤں کو کہ ہم پہلے ایمان لانے والے ہیں اور ہم نے وحی کی موسیٰ پر کہ رات کو لے چلو

۱

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد چھ لاکھ بیس ہزار تھی جن کو فرعون ایک قلیل جماعت سمجھ رہے تھے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ فرعون کا لشکر ان سے کہیں زیادہ تھا اور تفسیر مجمع البیان کی ایک روایت کے مطابق وہ دس لاکھ مسلح فوجی نوجوان تھے جب کہ موسیٰؑ کی قوم میں زن و مرد اور بچے بوڑھے بھی موجود تھے اور سب کے سب نہتے شہر سے باہر نکلے تھے کیونکہ ان کی زندگی غلامانہ تھی۔

حٰذِرُوْنَ۔ کو بعضوں نے حَذِرون پڑھا ہے۔ زجاج نے کہا ہے کہ حاذر اس کو کہتے ہیں جو دشمن کے خوف کی وجہ سے اس کے مقابلہ کے لئے چوکنا ہوشیار اور پوری طرح ہتھیاروں سے مسلح ہو، اور حَذِر وہ ہے جو دشمن کے خطرہ سے آگاہ ہو، خواہ اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو یا نہ ہو۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ۔ یعنی ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کو وہاں سے نکالا اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غرقابی کے بعد تسلّط عطا کیا باقی قرآنی آیات اور تفاسیر و کتب سیر سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل واپس مصر نہیں گئے لیکن یہاں اُن کا مصر پر تسلط ظاہر ہے تو شاید پہلے مصر پر قبضہ کر کے دوبارہ آمادہ سفر ہوئے ہوں اور فلسطین کی طرف جا آباد ہوئے ہوں اور تیہ میں سرگردانی کا واقعہ بھی شاید اسکے بعد کا ہے

قَالَ كَلَّا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کی گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا بالکل نہ گھبراؤ کیونکہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ جو میری رہبری فرمائے گا پس خدا نے پانی پر عصا مارنے کا حکم دیا اور موسیٰ نے پانی پر عصا مارا تو درمیان میں راستہ پیدا ہوا اور

Presented by www.ziaraat.com

اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ

میرے بندوں کو تحقیق تم تعاقب کئے جاؤ گے — پس بھیجے فرعون نے شہروں میں (کارندے لوگوں کو) اکٹھا

حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا

کرنے والے — کہ تحقیق یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے — اور تحقیق وہ ہم پر غصے

لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ

ہوگئے ہیں — اور تحقیق ہم سب کو ان سے خطرہ ہے — پس ہم نے نکالا ان کو باغات اور

وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾

چشموں سے — اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے — اسی طرح اور ہم نے وارث کیا ان کا بنی اسرائیل کو

اور پانی کا ہر ایک کنارہ ایک بلند پہاڑ کی طرح نظر آنے لگا۔ اور اس کا مفصل واقعہ تفسیر کی دوسری جلد میں ص۱۰۶ تا ص۱۰۸ مذکور ہے اس میں مفسرین کو اختلاف ہے کہ وہ دریائے نیل تھا یا بحر قلزم اور اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل مصر سے روانہ ہو کر صحرائے سینا کی طرف آرہے تھے اور اس راستہ میں دریائے نیل حائل نہیں ہوتا لہذا بحر قلزم ہی مراد لینا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ یہ پانی مصر اور صحرائے سینا کے درمیان حائل ہے۔

فِرْقٍ۔ افتراق کے بعد ہر کنارہ ایک فرق ہو گیا اور یہ اسم ہے اور مصدر فرق ہے۔

اَزْلَفْنَا۔ جب حضرت موسیٰؑ اور اس کی جماعت کے سب آدمی پانی میں داخل ہو چکے تو فرعون لشکر سمیت کنارے پر آن پہنچا پس اس کا گھوڑا پانی میں داخل ہونے سے گھبرایا تو حضرت جبریل ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آگے بڑھے پس گھوڑی کو دیکھ کر فرعون کا گھوڑا بھی پانی میں اتر آیا اور جب پوری قوم پانی میں داخل ہو چکی اور اُدھر آخری آدمی موسیٰؑ کی قوم کا باہر پہنچ چکا تو خدا نے پانی کے پاٹ کو ملا دیا۔ پس دونو کنارے آپس میں مل گئے اور فرعون پوری قوم سمیت غرق ہو گیا۔

(ملخصاً از صافی)

مَا كَانَ۔ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپؐ قوم کے ایمان نہ لانے سے گھبرائیں نہیں۔ بلکہ یہ دستور ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اور اُمتیں اپنے زمانہ کے انبیاء کو ستاتی رہی ہیں اور حق کا انکار کرتی رہی ہیں اور نتیجہ میں خدا اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کو کامیاب کرتا ہے۔ اور ان کے دشمنوں کو غرق کر دیتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مصریوں میں سے صرف تین آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ ایک آسیہ زن فرعون اور دوسرا مومن

Presented by www.ziaraat.com

فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِیۡنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی

پس انہوں نے تعاقب کیا ان کا دن چڑھے پس جب دیکھا ایک دوسرے کو دونو جماعتوں نے تو کہا موسٰے کے ساتھیوں نے

اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ کَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوۡحَیۡنَاۤ

کہ ہم گرفتار ہونے والے ہیں فرمایا ہرگز نہیں تحقیق میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے راستہ بتلائے گا پس ہم نے وحی کی

اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ

طرف موسٰے کے کہ مار اپنے عصا کے ساتھ سمندر کو پس وہ پھٹ گیا پس ہو گیا ہر کنارہ بلند

کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی

پہاڑ کی طرح اور قریب کیا ہم نے ان کے گذر نے کے بعد دوسروں کو اور نجات دی ہم نے موسیٰ کو

وَمَنۡ مَّعَهٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیۡ

اور اس کے سب ساتھیوں کو پھر غرق کر دیا ہم نے دوسروں کو تحقیق اس میں

ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ

نشانی ہے حالانکہ نہیں اکثر ان کے ایمان لاتے اور تحقیق تیرا رب ہی

آل فرعون اور تیسری ایک مریم نامی عورت تھی۔

رکوع نمبر ۹ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر

وَاتۡلُ پہلے حضورؐ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کیا کہ اس کا مقابلہ سخت ترین دشمن خدا سے تھا اور حضرت موسیٰؑ نے ثبات قدمی و استقلال کا جو مظاہرہ کیا وہ اپنی نظیر آپ ہے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا یہ جد انبیاء ہیں اور عرب لوگ ان کی نسل سے تھے اور ان پر فخر کرتے تھے۔

فَاِنَّهُمۡ ۔ ضمیر غائب ذوی العقول کے لئے لائی گئی۔ حالانکہ جن کی وہ عبادت کرتے تھے بُت غیر ذوی العقول تھے۔ گویا مطلب یہ ہے کہ تمہارے معبود اور تم اور تمہارے بُت پرست آباء سب کے سب میرے دُشمن ہیں سوائے ایک معبود کے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ وہی خالق ہے اور اچھائی کی طرف رہبری کرنے والا ہے وہی رازق ہے جو طعام اور پانی عطا فرماتا ہے اور بیمار ہونے کے بعد شفاء بھی وہی عطا فرماتا ہے۔ اور موت و حیات کا مالک بھی وہی ایک خدا ہے۔ اور اُسی سے اُمید وابستہ ہے کہ بروز قیامت لغزشوں سے معافی دے دے۔

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ

غالب رحم کرنے والا ہے اور پڑھ ان پر خبر ابراہیم کی جب اس نے

لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا

اپنے چچے اور اس کی قوم سے کیا کس کی عبادت کرتے ہو؟ کہنے لگے ہم عبادت کرتے ہیں بتوں کی پس ہم ان کی عبادت

عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ

پر ثابت قدم ہیں کیا وہ سنتے ہیں تمہاری بات جب تم ان کو بلاتے ہو اور تمہیں نفع یا نقصان

أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾

دے سکتے ہیں؟ کہنے لگے ہم نے دیکھا ہے اپنے باپ دادوں کو ایسا کرتے تھے

قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ

فرمایا دیکھے کہ جس کی عبادت کرتے ہو تم اور تمہارے باپ دادا

الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي

گزشتہ تحقیق وہ میرے دشمن ہیں سوائے پروردگار عالمین کے جس نے

خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾

مجھے پیدا کیا پس وہ مجھے ہدایت کرتا ہے اور وہ جو مجھے کھانا دیتا ہے اور سیراب کرتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس دعوت میں جہاں باطل خداؤں کے نقائص بیان کئے۔ وہاں ساتھ ساتھ اللہ کے اوصاف کا ذکر بھی کیا تاکہ باطل سے تبرّی کے بعد حق سے تولّی پیدا ہو جائے۔ گویا پہلے لا الٰہ کو واضح کیا اور پھر الا اللہ کو ثابت کیا اور یہی حق رسالت ہے جو انہوں نے ادا فرمایا۔

یَغْفِرَ لِی ﴿٨٢﴾۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاء معصوم ہوتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی لغزشوں کی بخشش کی امید کیوں ظاہر کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد امت کی لغزشیں ہیں جن کے آپ شفیع ہوں گے اور چونکہ معافی کے لئے شفاعت آپ کریں گے اس لئے نسبت اپنی طرف دیدی جس طرح سورۂ فتح میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ۔ حضورؐ کو کہا گیا ہے کہ نسبت حضورؐ کی طرف اور مراد امت کے گناہ ہیں جن کی آپؐ شفاعت فرمائیں گے۔

حُکْمًا۔ یہاں حکم سے مراد حکمت یا علم یا نبوت باختلاف اقوال لی گئی ہے۔

لِسَانَ صِدْقٍ۔ اس کا لفظی ترجمہ ذکر خیر ہے یعنی بعد میں آنے والے مجھے اچھے الفاظ سے یاد کریں اور اس کی تاویل حضرت علیؑ

Presented by www.ziaraat.com

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ

اور کہا جائے گا ان کو کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا کیا تمہاری مدد کر سکتے

يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾

ہیں یا انتقام لے سکتے ہیں پس منہ کے بل ڈالے جائیں گے اس میں وہ اور ان کے گمراہ پرستار

وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾

اور ابلیس کے لشکر سب کہیں گے درحالیکہ وہ اس میں جھگڑتے ہوں گے

تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾

خدا کی قسم تحقیق ہم تھے کھلی گمراہی میں جب کہ تم کو ہم برابر کرتے تھے رب العالمین کے ساتھ

وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا

اور نہیں گمراہ کیا ہمیں مگر مجرموں نے (جن کی ہم نے تقلید کی) پس نہیں کوئی ہماری شفاعت کرنے والا

صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾

اور نہ دوست قریبی پس کاش ہمارے لئے پلٹنا ہوتا تو ہم ہو جاتے مومنوں میں سے

بعد میں دوسرے لوگ ان کے نقش قدم پر چل کر مشرک بنے اور تفسیر صافی میں بروایت قمی معصوم سے مروی ہے کہ ہم اپنے گنہگار شیعوں کے لئے اس قدر شفاعت کریں گے کہ دشمنوں کی حسرت بڑھے گی اور کہیں گے ہائے ہمارا نہ کوئی دوست ہے شفاعت کرنیوالا اور نہ کوئی قرابتدار ہے جو مدد کرے۔ تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن قیامت کے دن اپنے قرابتداروں کی شفاعت کرے گا حتیٰ کہ اپنے خادم کے متعلق بھی کہے گا اے میرے اللہ یہ میرا خدمت گذار تھا کہ جو مجھے سردی و گرمی کی تکالیف سے بچاتا تھا پس اس کی بھی بخشش ہو جائے گی۔ اسی طرح اپنے ہمسایوں اور اپنے احسان کرنیوالوں کے حق میں شفاعت کرے گا۔ جو مقبول ہو گی اور ایک مومن کم از کم تیس آدمیوں کی شفاعت کر سکے گا۔ ملخصاً

رکوع نمبر ۱ حضرت نوحؑ کا ذکر

كَذَّبَتْ۔ فعل کو مؤنث لایا گیا ہے کیونکہ قوم بتاویل جماعت ہے اور اگرچہ انہوں نے اپنے رسول حضرت نوحؑ کو جھٹلایا تھا لیکن چونکہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب کے برابر ہے اس لئے ان کی طرف تمام رسولوں کی تکذیب منسوب کی گئی گویا انہوں نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔

Presented by www.ziaraat.com

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾

اور جب میں بیمار ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے اور وہ جو مارے گا پھر زندہ کرے گا

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ

اور وہ جس سے امید کرتا ہوں کہ بخشے گا میری لغزشوں کو قیامت کے دن اے پروردگار! عطا کر

لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ

مجھے حکم اور مجھے ملا دے ساتھ صالحین کے اور کر میرے لئے ذکر خیر پیچھے آنے

فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ

والوں میں سے اور کر مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے اور بخش

لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾

میرے چچا کو کہ تحقیق وہ گمراہوں میں سے تھا اور نہ رسوا کر مجھے قیامت کے دن

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾

جس دن نہ نفع دے گا مال اور نہ اولاد مگر جو آئے اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾

اور سجائی جائے گی جنت متقیوں کے لئے اور ظاہر کی جائے گی دوزخ گمراہوں کے لئے

کے حق میں ہے۔ چنانچہ تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء کے لئے آخرین میں لسانِ صدق حضرت علیؑ ہیں جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا وَاغْفِرْ لِأَبِي۔ حضرت ابراہیمؑ کا چچے کے لئے بخشش کی دعا کرنا اور اس کی وجہ تفسیر کی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۳۲ پر مذکور ہے اور مفصل قصہ جلد نمبر ۹ میں صفحہ ۲۲۹ تا صفحہ ۲۳۹ بھی مذکور ہے۔

يَنْصُرُونَكُمْ۔ یعنی جب وہ اپنے سر سے عذاب کو نہ ٹال سکیں گے تو تم کو کس طرح عذاب سے بچائیں گے، گویا بُت پرست اپنے بتوں سمیت جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

فَكُبْكِبُوا۔ یعنی اوندھے منہ اور ایک دوسرے کے اوپر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے اور روایات اہل بیتؑ میں ہے یہ وہ لوگ ہوں گے جو زبان سے عدل بیان کرتے تھے لیکن مقام عمل میں عدل کے تقاضوں کو بھول جاتے تھے۔

الْمُجْرِمُونَ۔ جرم وہ گناہ ہے جو قابل بخشش نہ ہو اور ذنب وہ گناہ ہے جو بخشا جا سکے۔ اس لئے انبیاء و آئمہ شفیع المذنبین ہیں نہ کہ شفیع المجرمین۔ اس جگہ مجرموں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے شرک سے توبہ کرنے کے بغیر دنیا سے چلے گئے اور

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ
تحقیق اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے مومن اور تحقیق
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ
تیرا رب غالب رحم کرنے والا ہے جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں
الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾
کو جب کہ کہا ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا
تحقیق میں تمہارے لئے رسول امین ہوں پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور میں
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا
نہیں مانگتا اس پر کوئی اجرت نہیں میری اجرت مگر اوپر رب العالمین کے پس ڈرو

أَخُوهُمْ :۔ حضرت نوحؑ ان کی قوم کے آدمی تھے اور سلسلۂ نسب میں ان کے رشتہ داروں میں سے تھے اسلئے انکے قومی بھائی تھے نہ کہ دینی بھائی۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ :۔ اس آیت کو دو دفعہ دہرایا گیا ہے کیونکہ معانی الگ الگ ہیں۔ پہلی دفعہ فرمایا میں خدا کا فرستادہ اور امین ہوں۔ اس لئے میری اطاعت کرو۔ اور اس کے بعد شاید ان کو خیال ہوگا کہ ہم سے کچھ مزدوری طلب کرے گا تو صاف لفظوں میں فرمایا کہ مجھے مالی طمع کے لئے یہ باتیں نہیں کرتا بلکہ تمہارا خیرخواہ ہوں۔ لہذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو جو تمہاری دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی۔

الْأَرْذَلُونَ :۔ یعنی گھٹیا قسم کے اور رذیل پیشہ لوگ چونکہ تیرے ساتھ ایمان لاچکے ہیں لہذا اس زمرہ میں شامل ہونا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کے پیشے سے مطلب نہیں اور نہ تمہاری بڑائی سے میرا کوئی واسطہ ہے بلکہ میں تو اپنا پیغام پہنچانے آیا ہوں اور وہ ہر ایک کے لئے یکساں ہے لہذا تمہارے کہنے سے میں غریب طبقہ کے لوگوں کو دھکیل کر نکال دینا پسند نہیں کرتا۔ بہرکیف جناب رسالتمآبؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہر دور میں انبیاء کی اُمتیں اپنے رسولوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرتی رہی ہیں۔ پس قریش مکہ اور دیگر اکابر اگر غرباء طبقہ کے ایمان پر اعتراض کریں تو آپ پرواہ کئے بغیر اپنا کام جاری رکھیں اور بڑے بڑوں کے ایمان کے طمع میں غریبوں کو اپنے دربار سے ہرگز نہ نکالیں۔

قَالُوا :۔ حضرت نوحؑ کی قوم آپ کی ثبات قدمی اور جرأت کو دیکھ کر جب معقول باتوں اور مدلل نظریوں کا جواب نہ دے سکی تو اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئی جو ہر جھوٹے فریق کا دستور ہوا کرتا ہے کہ ہم تم کو پتھر ماریں گے یا ہم تجھے بدزبانی کا نشانہ بنائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اللہ سے اور میری اطاعت کرو کہنے لگے کیا ایمان لائیں تیرے لئے حالانکہ تیری اتباع کی ہے گھٹیا لوگوں نے

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى

فرمایا مجھے نہیں پتہ جو وہ کاروبار کرتے ہیں ان کا حساب نہیں مگر میرے رب پر

رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا

اگر تم شعور رکھتے ہو اور میں نہیں دور کرنے والا مومنوں کو میں نہیں مگر

اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ

صاف ڈرانے والا کہنے لگے اگر تو باز نہ آئے گا اے نوح تو تجھ پر پتھر برسائے جائیں گے

الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ

کہا اے رب تحقیق میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے پس فیصلہ کر میرے

وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

اور ان کے درمیان واضح فیصلہ اور مجھے نجات دے اور جو میرے ساتھ مومن ہیں پس ہم نے اس کو نجات

وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

دی اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں۔ جو پُر تھی پھر ہم نے غرق کر دیا بعد اس کے باقیوں کو

فَافْتَحْ بَيْنِيْ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کا جواب سُن کر بارگاہِ پروردگار میں درخواست دی کہ اے رب یہ مجھے بالکل جھٹلا چکے ہیں اب تو ہمارے درمیان فیصلہ کر یعنی ان کو گرفتارِ عذاب کر اور ہمیں اپنے عذاب سے اور ان کے شر سے نجات عطا فرما۔

اَلْمَشْحُوْنِ۔ وہ کشتی آدمیوں اور دیگر حیوانات سے پُر تھی۔ حضرت نوحؑ کا قصہ سورہ ھود میں جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۰۳ تا صفحہ ۲۱۸ مفصل گذر چکا ہے اس کے علاوہ جلد ۷ کے صفحہ ۱۷۳ پر اور جلد ۶ کے صفحہ ۴۲ تا ۴۴ پر بھی بیان ہو چکا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ۔ یعنی قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔

رکوع نمبر ۱۱ حضرت ہودؑ کا ذکر اور آیات کی تفسیر پچھلے رکوع کی طرح ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ ۔ ریع کا معنی بلند مکان یا راستہ کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا دستور تھا کہ ضرورت سے زائد آبادی سے باہر کسی بلند جگہ یا راستہ کے قریب مکان بنا لیتے تھے اور آیت سے مراد یہاں مکان ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اس فعل سے منع کیا کہ لہو و لعب کیلئے فالتو مکان نہ بنایا کرو۔ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے ایک دفعہ حضرت رسالتمآبؐ شہر سے باہر نکلے تو ایک بلند مکان پر آپؐ کی نگاہ پڑی۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَإِنَّ

تحقیق اس میں البتہ نشانی ہے اور نہیں ان کے اکثر ایمان لانے والے اور تحقیق تیرا

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾ ع كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾

رب البتہ وہ غالب مہربان ہے جھٹلایا قوم عاد نے رسولوں کو

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

جب کہ کہا ان کو ان کے بھائی ہود نے کیا تم نہیں ڈرتے ؟ تحقیق میں تمہارے لئے رسول

أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

امین ہوں پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور میں نہیں مانگتا اس پر تم سے کوئی

أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ

اجرت کیونکہ نہیں میری اجرت مگر اوپر رب العالمین کے کیا بناتے ہو ہر بلند مقام پر مکان کہ

یہ کس کا گھر ہے تو لوگوں نے جواب دیا۔ فلاں انصاری کا ہے۔ پس آپؐ ٹھہر گئے۔ اتنے میں وہ انصاری آیا اور اس نے سلام کیا لیکن حضورؐ نے منہ پھیر لیا چنانچہ اس نے چند بار ایسا کیا پس اس کو حضورؐ کی ناراضگی کا احساس ہوا اور ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نے حضورؐ کے چہرہ پر ملال کے آثار دیکھے ہیں نہ معلوم مجھ سے کونسی غلطی ہوئی ہے۔ آخر لوگوں نے کہا کہ ایک دن حضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے اور تیرے مکان کے متعلق آپؐ نے پوچھا تھا کہ کس کا ہے اور بتایا گیا کہ یہ فلاں کا ہے پس وہ انصاری اسی وقت اٹھا۔ اور جاکر مکان کو گرادیا اور زمین کو ہموار کر کے واپس آگیا پھر ایک دن حضورؐ کا اس جانب سے گذر ہوا تو پوچھا وہ مکان کہاں گیا لوگوں نے سارا ماجرا سنادیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ ہر مکان اپنے مالک کے لئے وبال جان ہوگا۔ بروز محشر سوائے اس کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو مَصَانِعَ مصنع کی جمع ہے اس کا معنی ہے پختہ مکان اور موجودہ اصطلاح کے مطابق عالیشان کوٹھیاں ہائے اگر اس زمانہ کے مسلمانوں کی حالت کو حضورؐ دیکھتے کہ ایک طرف غرباء طبقہ کے لوگ کچی جھونپڑیوں کے لئے ترستے ہیں اور دوسری طرف امراء کا دل نہیں بھرتا جب تک ہر بڑے شہر میں عالیشان کوٹھی نہ ہو یقیناً حضورؐ ایسے مسلمانوں سے بیزار ہیں بلکہ ایسے لوگوں کے لئے اسلام کا دعویٰ کرنا باعثِ ننگ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی سے کوتاہی کریں اور غرباء کے خون کے گارے سے اپنی قصر امارت کو تعمیر کریں ایسے لوگوں کے دل میں رائی برابر بھی خوف خدا نہیں ہوتا۔ اللہ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق دے تاکہ سب مسلمان بھائیوں کی سی زندگی گذار کر عالم انسانیت کو اسلام کا پیغام دینے کے اہل ہوسکیں۔

Presented by www.ziaraat.com

آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَ

بے فائدہ کام کرتے ہو اور بناتے ہو پختہ محلات شاید تم نے ہمیشہ رہنا ہے اور

إِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۳۱﴾

جب کسی کی گرفت کرتے ہو تو گرفت کرتے ہو جبار بن کر پس ڈرو خدا سے اور میری اطاعت کرو

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ

اور ڈرو اس سے جس نے تم کو عطا کیا جو تم جانتے ہو اس نے تم کو عطا کئے چوپائے

وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

اور بیٹے اور باغات اور چشمے تحقیق میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے

خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾ اس کی کئی تاویلیں ہیں (۱) جس طرح تجھ سے پہلے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو بھی ان جیسا ہے (۲) شہر سے باہر تفریح کے لئے کوٹھیاں بنگلے اور عمدہ محلات تعمیر کرنا وغیرہ پہلے سے چلا آیا ہے کوئی ہمارا نیا دستور نہیں ہے (۳) جس طرح ہم سے پہلے لوگ گذرے ہیں کہ ایک وقت تک جینا ہے پھر مرنا ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی قیامت ہے نہ حساب نہ سزا اور نہ جزا۔ پس ہم بھی اُسی سابق دستور پر ثابت قدم ہیں۔ جناب رسالت مآبؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر تیری قوم تجھ سے ایسی باتیں کرے تو غم زدہ نہ ہو۔ کیونکہ کفار کا انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی دستور رہا ہے نبی کا کام ہے کہ تبلیغ کے کام کو جاری رکھے اور اس بارے میں کسی کی تردید و تکذیب کی پرواہ نہ کرے۔

قوم ہود کا قصہ سورہ ہود میں جلد نمبر ۶ ص ۲۲۵ تا ص ۲۲۷ پر گذر چکا ہے۔ اور آیات کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد نہایت سرکش قوم تھی۔ امراء و رؤساء طبقہ غرباء کو انسان نہیں سمجھتا تھا اور ضرورت سے زائد کوٹھیوں اور بنگلوں کی ابتداء اور عیاشی کا رواج اسی قوم سے ہوا ہے جو بالآخر اپنے اعمال بد کے نتیجے میں گرفتار عذاب ہوئے سابقہ اقوام کے قرآنی قصص سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

رکوع نمبر ۱۲ حضرت صالحؑ کا ذکر

كَذَّبَتْ ۔ حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ہے ان کا مفصل قصہ جلد نمبر ۶ میں ص ۴۹ تا ص ۵۶ ذکر ہو چکا ہے اور جلد ۷ میں ص ۲۲۲ و ص ۲۲۳ پر بھی ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ نیز جلد نمبر ۸ ص ۱۸۹ پر بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ آیات کی تشریح رکوع نمبر ۱ میں گذر چکی ہے۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

أَتُتْرَكُونَ ۔ آپ نے اپنی قوم کو نصیحت فرمائی کہ ان نعمات خداوندی پر دھوکا نہیں کھانا چاہیے یہ ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتیں اگر اس وقت وافر ہیں تو ان کے زوال کا خوف رکھو اور اس اللہ کی معرفت حاصل کرو جس نے یہ عطا فرمائی ہیں اور اس کا شکر ادا کرو اور اس کے بعد ان نعمات کا شمار کیا جو ان کے پاس تھیں پھلدار باغات شیریں چشمے کھیتیاں اور عمدہ کھجوریں جن کے شگوفے خوشنما ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾

عذاب سے کہنے لگے برابر ہے ہم پر وعظ کرو یا وعظ نہ کرو

إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ

نہیں ہے یہ مگر دستور پہلے لوگوں کا اور نہیں ہم معذب ہونے والے پس انہوں نے اس

فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

کو جھٹلایا پس ہم نے ان کو ہلاک کیا تحقیق اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے مومن

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾

اور تحقیق تیرا پروردگار البتہ غالب مہربان ہے جھٹلایا قوم ثمود نے رسولوں کو

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾

جب کہ کہا ان کو ان کے بھائی صالح نے کیا نہیں تم ڈرتے ؟ تحقیق میں تمہارے لئے رسول امین ہوں

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور میں نہیں مانگتا اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں میری اجرت مگر

هَضِيمٌ[۲۰۹] چھریرے اور ہلکے پھلکے بدن والے انسان کو ہضیم کہا جاتا ہے اس جگہ بعضوں نے ترو تازہ اور بعضوں نے بغیر گٹھلی والے پھل مراد لئے ہیں۔

أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ[۲۱۰] حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں نو آدمی تھے جنہوں نے ناقہ کو زخمی کیا تھا وہ اس قوم کے رئیس و زمیندار تھے اور اپنی قوم میں من مانی کاروائی کرتے تھے۔ تند اور متکبر مزاج تھے آپ نے قوم کو ان کی خوشامد و اطاعت سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔

بشریت و رسالت

الْمُسَحَّرِينَ[۲۱۱] یعنی تیرا دماغ خراب ہو چکا ہے تجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے جس طرح کسی پر بار بار جادو ہو چکا ہو۔ بعضوں نے اس کا معنی فریب خوردہ کیا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے ہم جیسا کھانے پینے والا انسان اور آپ کی نبوت کو بشریت کے منافی سمجھ کر بشر ہونے کا اعتراض بھی کیا ہے جس طرح باقی امتوں کا عام دستور ہے۔ اور آج تک ہے اور ہر زمانہ کے پیٹ لٹ مولوی لوگ عوام میں یہی تاثر پیدا کرتے ہیں کہ جو بشر ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ پس انہوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی بشریت کا انکار نہیں فرمایا بلکہ ان کو ناقۃ اللہ کا معجزہ دکھایا گویا عمل سے ثابت کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ

رب العالمین پر کیا تم چھوڑے جاؤ گے اس جگہ کی نعمتوں میں با امن باغات

جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ

اور چشموں میں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جس کے شگوفے خوشنما ہیں اور تراشتے ہو

مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا

تم پہاڑوں سے اپنے گھر مہارت سے پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور نہ

تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا

اطاعت کرو اسراف کرنے والوں کے حکم کی جو فساد کرتے ہیں زمین میں اور اصلاح

یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ

نہیں کرتے کہنے لگے سوائے اس کے نہیں تو جادو شدہ لوگوں میں سے ہے تو نہیں مگر ہم جیسا بشر

مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ

پس لے آ کوئی نشانی اگر ہے تو سچا فرمایا یہ اللہ کی ناقہ ہے

لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ

اس کے لئے باری ہے پانی کی اور تمہارے لئے باری مقرر دن کے لئے اور نہ چھوؤ اس کو برائی سے ورنہ پکڑے گا

عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ

تم کو بڑے دن کا عذاب پس انہوں نے اس کو پے کیا پس ہو گئے پشیمان پس پکڑ لیا

کہ بشریت اور رسالت ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔ خدا جس بشر کو چاہتا ہے عہدہ نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے اور اسے صاحب اعجاز کر دیتا ہے تاکہ عوام کو مطمئن کیا جاسکے ہم نے نبیوں کی بشریت کے متعلق پہلی جلدوں میں بھی اور اسی جلد میں بھی کافی بحث کی ہے

شرب۔ تقسیم کے بعد ایک حصہ کا اسم شرب ہوتا ہے جس طرح حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں سمندر کے پانی کی تقسیم کے بعد ہر کنارہ کو فرق کہا گیا۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ روئے زمین پر پانی کا پہلا چشمہ وہی ہے جو حضرت صالحؑ کے لئے ظاہر کیا گیا جس کا پینا ایک دن ناقہ کے لئے اور دوسرے دن لوگوں کے لئے معین ہوا لیکن ان بدبختوں نے ناقہ کو پے کر کے عذاب الٰہی کو پسند کیا پس تباہ کر دیئے گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ

ان کو عذاب نے تحقیق اس میں البتہ نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لاتے اور تحقیق

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾

تیرا رب البتہ غالب مہربان ہے جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾

جب کہ کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے کیا تم نہیں ڈرتے تحقیق میں تمہارا رسول امین ہوں

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ

پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو اور میں نہیں مانگتا اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں میری اجرت مگر

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ

رب العالمین پر کیا تم آتے ہو لڑکوں پر عالمین میں سے اور چھوڑتے ہو وہ

مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا

جو پیدا کی تمہارے لئے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں بلکہ تم ظالم لوگ ہو کہنے لگے

رکوع نمبر ۱۳ حضرت لوط کا ذکر كَذَّبَتْ - آیات کی تشریح رکوع نمبر ۱ میں گذر چکی ہے۔

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ - وہ چونکہ لڑکوں کے ساتھ لواطہ کرنے کے عادی تھے آپ نے ان کو اس فعل بد سے روکا اور فرمایا خدا نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں پس اس غلط روی کو ترک کرو اور صحیح و حلال طریقہ سے اپنی عورتوں سے خواہش نفسانی کی پیاس بجھاؤ پس جھوٹے اور لاجواب انسانوں کی طرح دھمکی پر اُتر آئے کہ ہم تم کو نکال دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں پہلے سے ہی تمہارے اس فعل سے تنگ آچکا ہوں اور اس شہر کی سکونت کو ترک کرنے کے لئے بہانہ تلاش کر رہا ہوں۔

إِلَّا عَجُوزًا - حضرت لوط بمعہ اہل خانہ کے گرفتِ عذاب سے بچ گئے صرف ان کی عورت پیچھے رہی جو قوم کے غنڈوں کو آپ کے پاس آنے والے مہمانوں کو اطلاع دیا کرتی تھی دمجمع، پس ان کی زمین کے تختہ کو اُلٹ دیا گیا اور جو باقی اِدھر اُدھر بچ گئے ان پر آسمان سے پتھر بھیجکر تباہ کیا گیا۔ قصہ کی تفصیل جلد ۶ کے صفحہ ۵۷ پر اور جلد ۷ کے صفحہ ۲۲۸ تا صفحہ ۲۳۱ پر ملاحظہ ہو نیز جلد ۸ صفحہ ۱۸۶ پر بھی مختصراً واقعہ گذر چکا ہے۔

رکوع نمبر ۱۴ حضرت شعیب کا ذکر - أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ - ایکہ گھنے درختوں والی گھاٹی کو کہتے ہیں گویا یہ لوگ ایسے مقام پر آباد تھے جہاں درخت

Presented by www.ziaraat.com

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ

اگر تو باز نہ آیا اے لوط تو تجھے نکال دیا جائے گا فرمایا میں تمہارے کرتوت کو

الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ

برا سمجھتا ہوں اے رب مجھے نجات دے اور میرے اہل کو اس سے جو وہ عمل کرتے ہیں پس ہم نے اس کو بچایا اور اس کے

اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾

پورے خاندان کو مگر ایک عورت پیچھے رہنے والوں میں سے ہوئی پھر ہم نے ہلاک کیا باقیوں کو

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور برسائی ان پر بارش پس بڑی بارش تھی کافروں پر تحقیق اس میں نشانی ہے

لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

حالانکہ نہیں اکثر ان کے ایمان لاتے اور تیرا رب البتہ غالب مہربان

الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ

ہے جھٹلایا ایکہ والوں نے رسولوں کو جب کہ کہا ان کو

لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

شعیب نے کیا نہیں تم ڈرتے ؟ تحقیق میں تمہارے لئے رسول امین ہوں پس ڈرو اللہ سے

بکثرت موجود تھے۔ بعضوں نے اسے مدین کہا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مدین اور ایکہ دو الگ الگ مقام ہیں اور حضرت شعیبؑ دونوں کے لئے رسول مبعوث ہوئے۔

کَذَّبَ۔ آیات کی تشریح رکوع نمبر ۱ میں گذر چکی ہے۔ خداوند کریم نے ہر نبی کی دعوت کی حکایت ایک ہی لفظ سے فرمائی اور تمام کا کلمہ ایک ہی ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیا کی دعوت کا محوری و مرکزی نقطہ ایک تھا اور وہ ہے توحید کی معرفت اور اللہ کا تقویٰ۔ چنانچہ سب نبی معرفت کا درس ادلہ و براہین سے اور اس کی نعمات کے ذکر سے دیتے رہے اور عمل میں تقویٰ اختیار کرنے کی تبلیغ میں سعی بلیغ کرتے رہے اور سب نبیوں کی تبلیغ ایک جیسی تھی اور سب انبیاء کی اکھڑ و جاہل اُمتوں کا جواب بھی ایک جیسا تھا جیسا کہ آیات کے الفاظ سے

Presented by www.ziaraat.com

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾

اور میری اطاعت کرو اور میں نہیں مانگتا تم سے کوئی مزدوری نہیں میری مزدوری مگر رب العالمین پر

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ

پورا کرو ناپ کو اور نہ ہو نقصان دینے والوں میں سے اور تولو ساتھ ترازو صحیح

الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

کے اور نہ خسارہ دو لوگوں کو ان کی چیزوں میں اور نہ پھرو زمین میں

مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا

فساد کرتے ہوئے اور ڈرو اس سے جس نے تم کو پیدا کیا اور پہلے لوگوں کو کہنے لگے

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ

سوائے اس کے نہیں کہ تو جادو شدہ لوگوں میں سے ہے اور تو نہیں مگر ہم جیسا بشر اور تحقیق ہم تجھے جھوٹا

سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شعیبؑ کی امت تول وناپ میں غدّاری کرتی تھی۔ پس ان کو صحیح تولنے اور ٹھیک پیمائش کرنے کا آپ نے حکم خداوندی سنایا۔

اَلْقِسْطَاسِ۔ وہ ترازو جس کے درمیان میں وزن صحیح بتلانے کی ایک سوئی لگی ہوئی ہوتی ہے یہاں مقصد صحیح اور پورا تولنا ہے۔

اَلْجِبِلَّةَ۔ اس کا لغوی معنی عادت وخصلت جو فطرت انسانیہ میں سپرد کی جاتی ہے اور یہاں مقصد صرف انسان ہے یعنی اس اللہ نے تم کو پیدا کیا اور ان تمام انسانوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ پس وہ اللہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کرو اور اس کی بازپرس سے ڈرو۔

قَالُوْٓا۔ اس کی تشریح رکوع نمبر۱ کی تفسیر میں بشریت ورسالت کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ یہ انتہائی لاپرواہی کا جواب ہے کہ تو نے جو آسمان کا ٹکڑا ہم پر گرانا ہے گرادے۔ ہم تیری باتوں پر کان دھرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب قوم حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ کو ٹھکرا چکی اور ان سے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی تو خدا نے ان پر عذاب بھیجا۔ پس پہلے سات دن تک ان کو سخت گرمی کا عذاب دیا گیا کہ ہوا بحکم خدا بالکل بند ہو گئی پھر ان کے سروں پر ایک بادل نے سایہ کیا وہ سمجھے کہ اس سے بارش برسے گی، پس اس امید سے گرمی کی شدت سے تنگ آ کر وہ گھروں سے

Presented by www.ziaraat.com

لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۱۸۶﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ

سمجھے ہیں پس گرا ہم پر ٹکڑا آسمان سے اگر تو ہے

الصَّادِقِينَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ

سچا فرمایا میرا رب بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو پس انہوں نے اس کو جھٹلایا پس پکڑا

عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۸۹﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

ان کو عذاب نے جو بادل کے دن تھا تحقیق وہ سخت دن کا عذاب تھا تحقیق اس میں نشانی

لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

ہے حالانکہ ان کے اکثر نہیں ایمان لاتے اور تحقیق تیرا رب البتہ غالب رحم کرنے والا

الرَّحِيمُ ﴿۱۹۱﴾ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ

ہے اور تحقیق یہ تنزیل رب العالمین کی طرف سے ہے اتار ہے اس کو

الْأَمِينُ ﴿۱۹۳﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ

روح الامین ہے تیرے دل پر تاکہ تو ہو ڈرانے والا ساتھ زبان عربی

نکل کھڑے ہوئے تو خدا نے ان پر آگ برسادی اور سب کے سب جل کر کوئلہ ہو گئے اور دنیا میں عذاب خداوندی کے لحاظ سے یہ دن سخت ترین دن تھا اس لئے خدا نے اس کو یوم عظیم کہا ہے اور حضرت شعیبؑ کا ذکر تفسیر کی جلد ۶ میں ص۵۸، ص۵۹ پر اور جلد نمبر ۷ میں ص۲۲۲ تا ص۲۲۴ پر ہو چکا ہے اور قوم شعیبؑ پر عذاب کی کیفیت ج ۶ میں ص۶۱ تا ص۶۵ پر ملاحظہ ہو۔

رکوع نمبر ۵ ولایت علیؑ

اِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ: ظاہری مصداق کے لحاظ سے اس سے مراد قرآن مجید ہے اور باطنی تاویل کے لحاظ سے اس سے مراد ولایت حضرت علی علیہ السلام ہے چنانچہ روایات اہل بیتؑ میں تواتر سے منقول ہے اور صحف انبیاء میں بھی اس کا ذکر موجود ہے چنانچہ بروایت کافی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ ولایت علی تمام انبیاء کی کتابوں میں درج ہے۔ وَلَمْ یَبْعَثِ اللّٰہُ رَسُوْلًا اِلَّا بِنُبُوَّۃِ مُحَمَّدٍ وَوِلَایَۃِ وَصِیِّہٖ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب۔ یعنی خدا نے کسی کو عہدہ رسالت نہیں عطا فرمایا مگر نبوت محمدؐ اور ولایت علیؑ کے ساتھ۔ (برہان)

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ: صافی میں بروایت علل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے کوئی کتاب و وحی نہیں بھیجی مگر زبان

Presented by www.ziaraat.com

مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ

مبین کے اور تحقیق اس کا ذکر گذشتہ انبیاء کی کتابوں میں ہے کیا ان کے لئے یہ بات دلیل نہیں کہ اس کا

يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾

علم بنی اسرائیل کے علماء کو بھی ہے اور اگر اس کو ہم اتارتے اوپر کسی عجمی کے

فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ

پس وہ ان پر پڑھتا تو وہ ایمان لانے والے نہ ہوتے اسی طرح چلایا ہم نے اس کو کفار کے

قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

دلوں میں (اور وہ) ایمان نہ لائیں گے اس پر یہاں تک کہ دیکھیں دردناک

الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ

عذاب پس آئے گا ان پر اچانک کہ ان کو پہلے خیال بھی نہ ہوگا پس کہیں گے کیا ہیں

عربی میں لیکن اسے ہر نبی اپنی قومی زبان میں سنتا تھا۔ اور حضرت رسالت مآبؐ کے کانوں میں وحی اپنی قومی زبان عربی میں آتی تھی۔ پس جب اپنی قوم سے باتیں کرتے تھے تو زبان عربی کو استعمال کرتے تھے اور جب کوئی آدمی حضورؐ سے کسی دوسری زبان میں باتیں کرتا تھا تو حضورؐ کے کانوں میں وہ عربی بن کر پہنچتا تھا کیونکہ خداوند کریم کی جانب سے جبریل فریضۂ ترجمانی ادا کرتا تھا۔

اَوَلَمْ يَكُنْ ۔ یعنی علماء بنی اسرائیل کو کتب سماویہ کی پیشین گوئیوں کے ذریعے سے حضورؐ کی آمد کا علم تھا اور اسی وجہ سے یہودی لوگ عربوں کے مظالم سے تنگ آکر حضورؐ کی آمد کے لئے دعائیں مانگتے تھے اور یہی چیز اوس وخزرج کے لئے ایمان کی محرک بنی تھی تو حضورؐ کی صداقت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء آپؐ کی آمد سے مطلع تھے۔

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ ۔ یعنی عربوں کی سرشت میں تکبر و کج مزاجی اور ہٹ دھرمی کی بدعادات کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ لہذا اگر یہ قرآن ہم کسی عجمی پر نازل کرتے تو یہ قطعاً نہ مانتے اسی لئے ہم نے انہی میں سے ایک شریف ترین خاندان کے شریف ترین فرد پر نازل کیا جو تمام فصحاء عرب سے فصیح ترین تھا تاکہ ان کی کشش کا سبب ہو اور وہ تدبر و تفکر کی منازل طے کر کے اس کی تصدیق کریں اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

اَفَرَءَيْتَ ۔[۲۱۵] تفسیر صافی و برہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے بنی امیہ کو خواب میں منبروں پر سوار دیکھا کہ وہ لوگوں کو راہ حق سے برگشتہ کرتے ہیں آپؐ صبح کو غمزدہ اُٹھے تو جبریل حاضر ہوا اور اس نے غم و اندوہ کا سبب

Presented by www.ziaraat.com

نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ

مہلت دی جائے گی کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی چاہتے ہیں ؟ دیکھئے اگر ہم ان کو دنیاوی نفع دیں

سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

چند سال پھر آجائے ان پر وہ (عذاب) جس کا وعدہ کئے گئے ہیں تو نہیں بچائے گا ان کو وہ جو

مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾

نفع دیئے گئے اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر اس کو پہلے ڈرانے والے تھے

ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا

از روئے نصیحت اور ہم نہیں ظلم کرنے والے اور نہیں اتارا اس (قرآن) کو شیطانوں نے (جیساکہ کافر کہتے ہیں) اور نہ ان کی یہ

يَنْۢبَغِىْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

شان ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں تحقیق وہ تو بات سننے سے بھی ہٹائے گئے ہیں

پوچھا۔ آپؐ نے خواب بیان فرمایا۔ پس جبریلؑ واپس گیا اور تھوڑی دیر کے بعد یہ آیت لایا کہ اگر چند سال انہوں نے منافع دنیاویہ سے فائدہ اٹھایا تو آخر ہماری گرفت ان کو کس طرح چھوڑے گی اور پھر سورۂ قدر نازل ہوا کہ خدا نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے کہ یہ ایک رات بنی اُمیہ کے ایک ہزار مہینوں کی حکومت سے افضل ہے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ۔ قریش نے کہا تھا کہ آپ پر معاذ اللہ شیاطین القا کرتے ہیں تو خدا نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ نہ وہ کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں بلکہ وہ سننے سے دُور کئے گئے ہیں کہ شہاب ثاقب آسمان پر جانے سے ان کو روکتے ہیں۔

فَلَا تَدْعُ ۲۱۳ خطاب حضورؐ سے ہے اور مُراد ساری اُمت ہے۔

دعوت عشیرہ۔ وَاَنْذِرْ ۲۱۴ اپنے قریبیوں کو ڈرانے کا حکم ہوا تاکہ پوری اُمت پر یہ راز کھل جائے کہ عذاب خدا کسی کی رعایت سے نہیں ٹل سکتا بلکہ عمل خیر ضروری ہے اور اللہ کی نافرمانی سے گریز کرنا واجب ہے کیونکہ اگر کسی قرابت داری یا میل ملاپ سے جان بخشی ہوتی تو حضورؐ اپنے نہایت قریبی رشتہ داروں کو کیوں سختی سے احکام خداوندی کی پابندی کا حکم دیتے۔ پس جب دین خدا میں رسولؐ کے قریبیوں کو رعایت نہیں مل سکتی تو کسی دوسرے سے کیا رعایت ہو گی نیز یہ بھی بدیہی اور واضح امر ہے کہ خیر خواہی کا پہلا حق قرابت داروں کو حاصل ہے۔ اور اسلام کی دعوت سے بڑھ کر اور کوئی خیر خواہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حکم خداوندی ہوا کہ نعمت اسلام کو پہلے اپنے رشتہ داروں پر پیش کیجئے بہر کیف روایات شیعہ و سنی میں یہ بات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ آیت مجیدہ مکہ میں نازل ہوئی تو حضورؐ نے اولاد عبدالمطلب کو جمع کیا اور اس وقت وہ چالیس مرد تھے کہ ان میں سے ہر ایک کی خوراک ایک بکرا سالم اور دودھ کا مشکیزہ تھا آپؐ نے اپنی حیثیت کے مطابق مختصر سا کھانا تیار کیا۔ چنانچہ سب

نے اسی سے سیر ہو کر کھایا۔ تو ابولہب نے فوراً کہہ دیا کہ محمدؐ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ پس لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن پھر ایسا ہوا۔ پھر تیسرے دن جب کھانا کھا چکے تو ابولہب کے کہنے سے پہلے آپؐ نے تقریر شروع کر دی کہ تم میں سے کون ہے جو میرا وصی وزیر میرے وعدوں کو پورا کرنے والا اور میرے قرضے کا ضامن ہوگا۔ تو حضرت علیؑ نے جو سن و سال میں سب سے چھوٹے تھے اور مال و دولت میں بھی کمزور تھے عرض کی حضورؐ میں حاضر ہوں۔ واقعہ کو مفصل تفسیر برہان میں مجالس شیخؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ مجھے اپنے خاندان کو تبلیغ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ لہٰذا تم تین سیر کے قریب کھانا تیار کرو اور بکرے کی ایک ران پکا لو اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ بھی ساتھ رکھو اس کے بعد تمام اولادِ عبدالمطلب کو مدعو کرو تاکہ میں حکم پروردگار کو پہنچا سکوں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے تعمیل حکم میں سب کچھ کر لیا جو آپؐ نے فرمایا تھا اولاد عبدالمطلب میں آپؐ کے چچا ابوطالب، عباس، حمزہ اور ابولہب بھی تھے اور سب چالیس کے قریب مرد جمع ہو گئے۔ آپؐ کے حکم سے میں نے کھانا پیش کیا تو سب سے پہلے حضورؐ نے بنفسِ نفیس ایک گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور دندانِ مبارک سے تھوڑا سا کاٹ کر کھا لیا باقی برتن میں رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ چنانچہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ حالانکہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ان میں سے ہر ایک آدمی اس سارے کھانے کے برابر کھا سکتا تھا۔ پھر میں نے دودھ پیش کیا تو وہ سب سیر ہو گئے حالانکہ بخدا اس قدر دودھ تو ایک ایک آدمی پی سکتا تھا۔ پس جب حضورؐ نے بات کرنی چاہی تو ابولہب نے پہلے کہنا شروع کر دیا یہ تو بڑا جادوگر ہے۔ پس سارے آدمی اٹھ کر چلے گئے اور حضورؐ کوئی بات نہ کر سکے۔ پھر دوسرے دن مجھے حکم دیا کہ اے علی اُس (ابولہب) نے ایک بات کہہ کر لوگوں کو منتشر کر دیا اور مجھے بات کرنے کا موقع نہ دیا آج پھر حسبِ سابق کھانا تیار کرو اور دعوت دیکر سب کو بلاؤ۔ چنانچہ جب سب کے سب کھانے پینے سے فارغ ہو چکے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے اولادِ عبدالمطلب! عرب میں کوئی جوان اپنی قوم کے لئے اس سے زیادہ بہتر پیغام نہیں لایا ہوگا جو میں تمہارے لئے لایا ہوں کہ اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی فلاح کا راز مضمر ہے اور مجھے اپنے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی دعوت دوں۔ فَاَیُّکُمْ یُؤْمِنُ بِیْ وَ یُوَازِرُنِیْ عَلٰی اَمْرِیْ فَیَکُوْنَ اَخِیْ وَوَصِیِّیْ وَوَزِیْرِیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اَھْلِیْ مِنْ بَعْدِیْ۔ یعنی پس تم میں سے کون مجھ پر ایمان لاتا ہے اور میرے معاملہ میں میرا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ وہی میرا بھائی میرا وصی میرا وزیر اور میرے بعد میری اہل میں میرا خلیفہ ہو یہ سُن کر سب خاموش ہو گئے اور گھبرا گئے تو میں اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ سن و سال میں سب سے چھوٹا تھا میں نے عرض کی حضورؐ میں حاضر ہوں۔ آپؐ کے اُمورِ رسالت میں شریک کار رہنے کو تیار ہوں۔ پس حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا یہ میرا بھائی میرا وصی و وزیر اور میرا خلیفہ ہوگا تم میں پس اس کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا یہ سُن کر سب لوگ ہنستے ہوئے اٹھے اور ابوطالب سے کہہ رہے تھے سنا ہے؟ اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

دوسری روایت میں ابورافع سے منقول ہے کہ حضورؐ نے شعب میں اولادِ عبدالمطلب کو مدعو کیا کہ وہ اس وقت چالیس آدمی تھے۔ ایک بکرے کی ران تیار کی اور ثرید بنا کر اُوپر شوربا ڈالا اور اُوپر گوشت رکھ کر ان کے آگے رکھا۔ چنانچہ جب سب سیر ہو گئے، پھر ایک بڑے پیالے سے سب کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب نے دیکھا تو کہنے لگا۔ بخدا ہم میں سے ایک ایک آدمی کے لئے بھی یہ کھانا اور دودھ

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ

پس نہ پکارو اللہ کے سوا کسی معبود کو ورنہ ہو جاؤ گے عذاب کئے جانے والوں میں سے اور ڈرا

عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

اپنے قریبی رشتہ داروں کو اور جھکا دے اپنا پہلو اس کے لئے جو تیری اتباع

ناکافی تھا۔ انہوں نے ہمیں ایک ران بکرے اور ایک کاسۂ دودھ میں سب کو سیر کر دیا یہ کوئی جادو ہی ہے۔ بات ختم ہو گئی اور لوگ چلے گئے۔ پھر دوبارہ ان کی دعوت کا انتظام کیا گیا تب حضرتؐ نے پیغام خداوندی سنایا اور بعد میں فرمایا کہ خدا نے جس قدر نبی مبعوث فرمائے ہر ایک کے خاندان سے ہی ان کا بھائی وارث وزیر اور وصی مقرر فرمایا تم میں سے کون ہے جو اٹھ کر میری بیعت کرے۔ تاکہ وہ میرا بھائی وزیر وارث وصی اور میری اہل میں میرا خلیفہ ہو اور اس کی منزل مجھ سے وہی ہو جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی۔ پس حضرت علیؑ نے اٹھ کر سب کے سامنے آپؐ کی بیعت کی آپ نے فرمایا۔ میرے قریب ہو جب حضرت علیؑ قریب ہوئے تو فرمایا منہ کھول۔ پس اپنا لعاب وحی اس میں ڈالا اور کندھوں کے درمیان اور سینہ پر بھی لعاب ملا۔ ابولہب حسد و بغض کی آگ میں پہلے سے جل رہا تھا کہنے لگا تو نے اپنے چچیرے بھائی سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس نے تیری دعوت کو قبول کیا تو نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔ آپؐ نے نہایت متانت اور حوصلے سے جواب دیا یہ نہیں جو تو سمجھا ہے بلکہ میں نے اس کو علم حکمت اور فقہ سے پُر کر دیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں معمولی اختلاف کے ساتھ یہی واقعہ تفسیر ثعلبی سے منقول ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت مجیدہ کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور ایک بلند آواز دی۔ چنانچہ یہ سُن کر سب قریشی جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ صبح یا شام کو تمہارے اُوپر ایک دُشمن حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا میری بات مان لو گے ہم کہنے لگے بے شک ہم ضرور مان لیں گے تو آپؐ نے فرمایا میں تم کو آنے والے سخت ترین عذاب سے ڈرانے کے لئے آیا ہوں۔ پس ابولہب نے کہا تبًا لک۔ یعنی تو ہلاک ہو جائے کیا اسی لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا ہے۔ پس اس کے جواب میں خُدا نے تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ۔ بھیجی۔

سیرت حلبیہ اور نہایہ ابن اثیر سے بھی روایت اسی طرح منقول ہے کہ پہلے دن تو ابولہب نے بات کاٹ دی اور مجمع کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن دوسرے دن آپؐ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں توحید پروردگار کا اعلان کیا اور اپنی نبوّت کا اظہار بھی کیا پس حضرت ابوطالب نے کھڑے ہو کر عرض کی ہم آپ کے مددگار ہیں اور آپ کے قول کی تصدیق کرنے والے ہیں بے شک آپؐ کو جو حکم ہوا ہے اسے پورا کیجئے۔ بخدا میں آپؐ کا جانثار رہوں گا اور آپ کی پوری حفاظت کروں گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ابن اثیر نے کہا ہے ابوطالب کی باتیں سُن کر ابولہب بپھرا لیکن ابوطالب نے جھڑک کر اسے خاموش کر دیا اور فرمایا جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم

Presented by www.ziaraat.com

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱۵﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۱۶﴾

کرے مومنین میں سے پس اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے تحقیق میں بیزار ہوں اس سے جو تم کرتے ہو

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۲۱۸﴾

اور توکل کر اوپر اس غالب کے جو مہربان ہے جو دیکھتا ہے تجھے جب کہ تو اٹھتا ہے

وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿۲۱۹﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ

اور تیرا تقلب سجدہ کرنے والوں میں تحقیق وہ سننے جاننے والا ہے کیا میں

أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ

تمہیں بتاؤں کہ کن پر اترتے ہیں شیاطین؟ اترتے ہیں اوپر ہر جھوٹے گنہ گار

اس کی ضرور حفاظت کریں گے۔ اور سیرت حلبیہ میں ہے کہ یہ دعوت ہی سرے سے حضرت ابوطالب کے گھر میں ہوئی تھی۔ طبری نے ابن الاعرابی سے نقل کیا ہے کہ دوسرے روز بھی ابولہب نے اپنی بدباطنی کے اظہار کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت ابوطالب نے نہایت تند و تیز لہجہ میں فرمایا او یک چشم اخاموش۔ پھر مجمع سے فرمایا کہ خبردار کوئی نہ اٹھنے پائے۔ پس سب اپنی جگہ پر جمے رہے تو ابوطالب نے عرض کی۔ میرے سردار کھڑے ہو کر جو ارشاد فرمانا ہو فرمایئے سب سننے کے لئے موجود ہیں۔ بے شک اپنے پروردگار کی رسالت کو پہنچایئے کیونکہ آپ صادق و مصدق ہیں۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ۔ یعنی جو ایمان لے آئے تو اس کے لئے نرمی اور حسن اخلاق سے سلوک کیجئے۔

آبائے نبی کا اسلام

وَتَقَلُّبَكَ۔ مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آبائی سلسلہ حوا و آدم تک سب کا سب مسلمان تھا اور آیت مجیدہ اس پر صاف دلالت کر رہی ہے۔ آیت مجیدہ سے اگرچہ یہ معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ سجدہ کرنے والوں کے زمرہ میں تیرا سر بسجود ہونا اور عبادت کی حالات قیام رکوع سجود قعود میں تقلب اللہ کو معلوم ہے لیکن یہ معنی اس امر سے نہیں روکتا کہ اس سے دوسرا معنی بھی مراد لیا جائے جب کہ جمع ممکن ہو اور روایات بھی بکثرت اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تیرا نور ہمیشہ ساجدین میں منتقل ہوتا رہا ہے۔ پس آدم سے لے کر تا دم ولادت پاکیزہ ارحام اور طاہر اصلاب اس نور کے حامل رہے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تو ہمیشہ موحدین کی صلبوں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے الحدیث۔ اور آپ نے جماعت میں شریک ہونے والے صحابہ سے ارشاد فرمایا مجھ سے پہلے نہ سر رکھا کرو اور نہ اٹھایا کرو۔ کیونکہ میں تم کو پیچھے سے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

تفسیر برہان میں ابن بابویہ سے سند متصل کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ سے دریافت کیا گیا۔ جب آدم جنت میں تھا تو آپ کہاں تھے ؟ آپؐ نے فرمایا میں اس کی صلب میں تھا وہ زمین پر تشریف لائے تو میں اس کی صلب میں تھا۔ حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے تو میں اس کی صلب میں تھا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو میں اس کی صلب میں تھا۔ میرے آبائی سلسلہ میں کبھی زنا نہیں ہوا۔ اور خدا ... مجھے اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ کی طرف منتقل کرتا رہا درحالیکہ میں ہادی و مہدی رہا ہوں مجھ سے خدا نے نبوت و اسلام کا میثاق لیا ہے اور اس نے میری ہر صفت کو واضح کیا ہے۔ تورات و انجیل میں میرا ذکر کیا ہے اور مجھے آسمانوں پر بلند کیا ہے اور میرا نام اس نے اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے۔ میری اُمت حماد ہے وہ محمود ہے۔ اور میں محمدؐ ہوں (ابن بابویہ فرماتے ہیں یہ روایت طرق کثیرہ سے وارد ہوئی ہے۔) حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نے بگوش ہوش جناب رسالتمآبؐ سے سنا ہے۔

خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِب مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔ یعنی میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے عرش کے پاس اللہ کی تسبیح کرتے رہے جب آدم کو پیدا کیا گیا تو یہ نور اس کی صلب میں ودیعت ہوا وہ جنت میں تھا تو ہم اس کی صلب میں تھے۔ حضرت نوحؑ کشتی پر سوار ہوئے تو ہم اس کی صلب میں تھے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو ہم اس کی صلب میں تھے پس خدا ہمیں پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف ہمیشہ منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب تک پہنچا پس اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا مجھے خدا نے صلب عبداللہ میں رکھا اور علی کو صلب ابوطالب میں ودیعت کیا مجھ میں نبوت و برکت رکھی اور علی میں فصاحت و شجاعت رکھی ہمارے نام بھی اس نے اپنے ناموں سے مشتق کئے وہ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔

امالی میں شرف الدین سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کی۔ حضور ہم آپ کے مرتبہ کے تو قائل ہیں لیکن آپ کے والد کو دوزخ کا عذاب ہوگا۔ آپ نے فوراً فرمایا خاموش خدا تیرا منہ توڑے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو برحق مبعوث کیا ہے اگر میرا باپ پوری زمین کے گنہ گار لوگوں کے حق میں شفاعت کرے تو سب کے سب بخشے جائیں گے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ میرا باپ دوزخ میں جائے حالانکہ میں قسیم النار ہوں۔ پھر فرمایا مجھے قسم ہے اللہ کی جس نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو مبعوث برسالت کیا ہے۔ حضرت ابوطالب کا نور بروز محشر تمام مخلوق کے نور پر غلبہ حاصل کرے گا سوائے نور محمدؐ کے اور میرے نور فاطمہ و حسنین کے نور اور آئمہ اطہار کے انوار کے کیونکہ اس کا نور ہمارے نور سے ہے۔ جس کو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے خلق فرمایا۔ ہم نے حضرت ابوطالب کے ایمان اور ان کے فضائل کے متعلق تفسیر ہذا کی پانچویں جلد میں ص۲ سے ص۲۱ تک مفصل بیان قلم بند کیا ہے۔

وَھَلْ اُنَبِّئُکُمْ۔ کفار قریش چونکہ کہتے تھے کہ اس پر شیطان القا کرتے ہیں تو اس کا خدا نے جواب دیا ہے کہ ہم بتائیں شیاطین کیسے لوگوں پر اترتے ہیں وہ ہر جھوٹے فاسق و فاجر اور بدکردار انسان پر اُترتے ہیں۔ لہٰذا کہہ دیجئے کہ مجھ پر شیطان نہیں اُترتے کیونکہ میں نہ کاذب ہوں نہ فاسق بلکہ میرے اُوپر ملائکہ کا نزول رہتا ہے۔

یُلْقُوْنَ السَّمْعَ ۔ یعنی شیاطین سنی ہوئی باتیں کاہن اور جھوٹے لوگوں پر القاء کرتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہوا کرتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

هُمْ ضمیر کا مرجع کاہن بھی ہوسکتے ہیں اور شیاطین بھی ہوسکتے ہیں۔ اور دونو مراد لیے جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔
اَلشُّعَرَاءُ (۲۲۴) تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اس سے شعراء مشرکین مراد ہیں جنہوں نے حضور رسالتمآبؐ کی ہجو کی، اور ناشائستہ کلمات اپنے اشعار میں نظم کئے اور جاہلوں سے داد وتحسین حاصل کی۔ خداوند کریم انہی کی مذمت میں ارشاد فرماتا ہے کہ شاعر لوگوں کے پیچھے گمراہ لوگ چلتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس مقام پر شعراء سے تمام وہ شاعر مراد ہیں جو شاعری میں حد درجہ انہماک کریں حتیٰ کہ قرآن وسنت کو بھول جائیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جگہ شعراء سے مراد وہ شاعر ہیں جو جذبات کے تابع ہوں۔ جب غصہ میں ہوں گالیاں دینے لگ جائیں اور جب نظم کریں تو جھوٹ کو استعمال کریں اور زیادہ رجحان ان کا گمراہی کی طرف ہو۔ چنانچہ عام شعراء کا دستور یہی ہے کہ شعروں کی ابتداء عشقیہ مضامین سے کرتے ہیں اور تعریف طمع کے لئے کرتے ہیں اور جاہلانہ غیرت وحمیت کی بناء پر وہ ہجو کرنے لگ جاتے ہیں اور بعضوں کا خیال ہے مطلق قصہ خوان لوگ مراد ہیں جو جھوٹے افسانوں سے لوگوں میں مقام حاصل کرتے ہیں اور اسی کو کمائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اور تفسیر قمی میں ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی خواہشات سے دین کا حلیہ بگاڑتے ہیں پس جہلاء ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم وفہم سے کورے ہونے کے باوجود علم کا لباس پہن بیٹھتے ہیں اور لوگ ان کو عالم سمجھ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے عوام کو بھی گمراہ کیا اور خود بھی گمراہ ہوئے اور تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اِنَّمَا عَنٰی هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءَ وَالَّذِیْنَ یُشْعِرُوْنَ قُلُوْبَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ یعنی اس سے مراد وہ فقیہ لوگ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں باطل کا بیج بوتے ہیں۔ الخ

بہر کیف اگر شعراء سے مراد ایک عام مفہوم لیا جائے (یعنی منشاء خداوندی کے خلاف بولنے والا) تو سب اس کے ضمن میں آ جائیں گے۔ خواہ شاعر ہوں یا خطیب ومقرر ہوں۔

وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ (۲۲۶) عام شعراء کا دستور ہے کہ ایسی مبالغہ آمیز باتیں منہ سے نکال جاتے ہیں جن پر عمل کرنا ناممکن ہوتا ہے اور خود بھی جو کچھ کہتے ہیں اس پر عامل نہیں ہوتے اسی طرح اگر اس سے مراد علماء سو ہوں تو وہ بھی کہتے کچھ اور ہیں اور عمل کچھ اور کرتے ہیں۔

اِلَّا الَّذِیْنَ (۲۲۷) شعراء میں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو ایماندار ہیں جنہوں نے جناب رسالتمآبؐ کی مدح وثنا کی۔ اور قلب و لسان سے آپ کی نصرت کا فرض ادا کیا۔ چنانچہ حسان بن ثابت کو آپ نے دعا بھی فرمائی تھی۔ بہر کیف وہ شعراء جن کے اشعار خدا اور رسولؐ واہل بیت کی تعریف میں ہوں اور درس معرفت دینے والے ہوں۔ جنت کی تشویق اور جہنم کی تخویف پر مشتمل ہوں یا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مرثیہ خوانی اور مصائب کو متضمن ہوں وہ اس مذمت سے مستثنا ہیں بلکہ وہ قابل مدح ہیں اور ان کے وہ اشعار جو دین خدا کی نصرت میں ہوں قابل اجر جزیل اور شکر جمیل ہیں اور انہی شعراء کے متعلق فرماتا ہے وَانْتَصَرُوْا یعنی وہ شعراء جنہوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد رسول خدا اور مومنین کا انتقام لیا وہ قابل تعریف ہیں۔ یعنی جس طرح مشرک شاعروں نے حضور اور مومنین کی شعر کے ذریعے سے مذمت کی تھی۔ ان مومن شاعروں نے اس کا ان سے بدلہ لیا کہ حضورؐ کی تعریف کی اور کفار کی انہوں نے ہجو کی۔ لہذا شاعر ہونا قابل مذمت نہیں بلکہ فضول کلامی اور یاوہ گوئی قابل مذمت و

Presented by www.ziaraat.com

أَثِيمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ

کے — القا کرتے ہیں اپنی سنی ہوئی چیزیں (کاہنوں پر) اور اکثر ان کے جھوٹے ہوتے ہیں — اور شاعر لوگوں کی اتباع کرتے ہیں

الْغَاوُونَ ﴿۲۲۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۲۲۵﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا

گمراہ لوگ — کیا دیکھتے نہیں تحقیق وہ ہر وادی میں سرگردان ہوتے ہیں — اور تحقیق وہ کہتے ہیں جو

نفرت ہے خواہ اشعار کے رنگ میں ہو یا نثر کے لباس میں ہو۔

تفسیر صافی میں بروایت عیون حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ **مَنْ قَالَ فِيْنَا بَيْتَ شِعْرٍ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ**۔ یعنی جو شخص ہمارے حق میں شعر کا ایک بیت کہے خدا اس کو جنت کا بیت (گھر) عطا فرمائے گا۔ نیز فرمایا۔ **مَا قَالَ فِيْنَا قَائِلٌ شِعْراً حَتّٰى يُؤَيَّدَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ**۔ یعنی جس شاعر نے بھی ہمارے حق میں ایک شعر کہا اس کی روح القدس سے تائید کی گئی۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کعب بن مالک نے حضور رسالت مآبؐ سے سوال کیا کہ حضورؐ آپؐ شعراء کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا مومن تلوار کے ذریعے جہاد کرتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ شاعر لوگ (جو دین کی ترجمانی میں اشعار لکھیں) ان کو تیر مارتے ہیں۔ آپؐ نے حسانؓ سے فرمایا تھا کہ ان کی ہجو کیا کرو۔ روح القدس تیرے ساتھ ہوگا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ۲۲۷ تفسیر برہان میں قمی سے منقول ہے کہ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کئے اور جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا جو شخص میرے دین سے تمسک رکھنا چاہے اور میری کشتی نجات پر سوار ہونا چاہے وہ علی کی اقتدا کرے اور اس کے دشمن سے دشمنی کرے اور اس کے دوست سے دوستی رکھے اور علی میرا وصی اور میری اُمت پر خلیفہ ہے میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی۔ وہ ہر مسلم و مومن کا میرے بعد امیر ہے۔ اس کا حکم میرا حکم اس کی نہی میری نہی۔ اس کا تابع میرا تابع اور اس کا ناصر میرا ناصر ہے۔ پس جس نے اس کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ پس فرمایا جس نے علی کو چھوڑا قیامت کے دن نہ وہ مجھے دیکھے گا اور نہ میں اسے دیکھوں گا۔ اور جو علیؑ کا مخالف ہوگا اللہ نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے اور جو علی کی مدد کو ترک کر دے خدا اس کی کوئی بات نہ سنے گا۔ جب اس کے پیش ہوگا۔ اور جو علیؑ کی مدد کرے گا خدا اس کی مدد کرے اور یوم جزا اس کو اپنی حجت تعلیم کرے گا۔

پھر فرمایا حضرت حسنؑ اور حسینؑ اپنے باپ کے بعد لوگوں کے امام ہوں گے اور جوانانِ جنت کے یہ دونو سردار ہیں اور ان کی ماں عالمین کی عورتوں کی سردار ہے اور ان کا باپ تمام اوصیاء کا سردار ہے اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے نو امام ہیں جن کا نواں قائم مہدیؑ ہوگا۔ ان سب کی اطاعت میری اطاعت ہے۔

اللہ کی طرف شکایت کرتا ہوں ان لوگوں کی جو ان کی فضیلت کا انکار کریں گے اور ان کے حق کو میرے بعد ضائع کریں گے۔ اللہ ولی و مددگار ہے میری عترت کا اور میری اُمت کے آئمہ کا اور وہ انتقام لے گا ان سے جو ان کے حق کا انکار کریں گے ——————

Presented by www.ziaraat.com

يَفْعَلُونَ ﴿۲۲۶﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا

کرتے نہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے اور ذکر کیا اللہ کا بہت اور انتقام لیا انہوں

مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۵

نے بعد اس کے کہ ظلم کئے گئے اور عنقریب جان لیں گے ظالم لوگ کہ کونسی بازگشت کی طرف انہوں نے پلٹنا ہے

پس اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۹ء ۷ مگھر ۲۰۲۶ب

شب یک شنبہ ساڑھے سات بجے شام سورۂ شعراء کی تفسیر ختم ہوئی۔

والحمد للہ

سُورۂ نمل

یہ سورہ مکیہ ہے اس کی آیات کی تعداد ۹۳ ہے اور بسم اللہ کے ساتھ ۹۴ ہے

تفسیر مجمع البیان میں ہے جو سورہ طٰسٓ (نمل) کو پڑھے تو حضرت سلیمان و ہود و شعیب و صالح و ابراہیم علیہم السلام کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی۔ اور بروز محشر قبر سے کلمہ توحید پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر اپنے گھر میں رکھے تو سانپ، بچھو، کیڑا، چوہا، باولا کتا اور بھیڑیا غرضیکہ کوئی موذی جانور اس کی منزل کے قریب نہ آئے گا۔ ایک روایت میں مچھر کا نام بھی درج ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص بوقت شب اس کو ہرن کی جھلی پر لکھے اور اس کو رنگے ہوئے چمڑے میں بند کرے جس سے کچھ کاٹا نہ گیا ہو، اور اس کو صندوق میں رکھ دے تو سانپ، بچھو اور مچھر غرضیکہ کوئی موذی شی اس کے گھر کے قریب نہ آئیگی

Presented by www.ziaraat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۱ هُدًى وَّبُشْرٰى

طٰسٓ یہ آیتیں قرآن کی اور کتاب مبین کی ہیں ہدایت اور خوشخبری

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

مومنوں کے لئے ہے جو قائم کرتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ کو اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۳ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ

آخرت پر یقین رکھتے ہیں تحقیق جو لوگ نہیں ایمان لاتے قیامت پر زینت دی

اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ

ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال کو پس وہ سرگردان ہیں وہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے بدترین عذاب ہوگا اور

هُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۵ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ

قیامت میں خسارہ پانے والوں میں ہوں گے اور تحقیق تم دیا جاتا ہے قرآن حکیم و

لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۶ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

علیم خدا کی طرف سے جب کہا موسٰے نے گھر والی سے تحقیق میں نے دیکھی ہے آگ

رکوع نمبر ۱۶

طٰسٓ - اس کی تفسیر و تشریح اسی جلد میں گذر چکی ہے صفحہ ۱۹

تِلْكَ - یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو پہلے وعدہ کیا گیا تھا۔

اٰيَاتُ الْقُرْاٰنِ - قرآن اور آیات قرآن دونو ایک چیز ہیں البتہ یہاں قرآن اور کتاب دونو کو ذکر کرکے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دونو سے مراد ایک ہے صرف اتنا فرق ہے کہ قرآن کا لفظ قرأت کو ظاہر کرتا ہے اور کتاب کا لفظ کتابت کو نمایاں کرتا ہے یعنی یہ لکھی اور پڑھی جانیوالے چیز ہے پس یہ بمنزلہ اس ناطق (بولنے والے) کے ہے جو لکھ بھی سکتا ہو اور پڑھ بھی سکتا ہو۔ بنا بریں اس کو مُبین کی صفت سے موصوف کرنا اس کی ناطق سے تشبیہ کو مزید پختگی دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن کے مضامین و مطالب اس قدر واضح اور مبرہن ہیں گویا کہ یہ کتاب

Presented by www.ziaraat.com

سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝٧

عنقریب لاؤں گا تمہارے پاس اس سے کوئی پتہ یا لاؤں گا شعلہ آگ کا تاکہ تم تاپ سکو

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ

پس جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ برکت دیا گیا جو آگ کے اندر ہے اور جو اس کے باہر ہے پاک ہے

اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٩

اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے اے موسیٰ تحقیق میں اللہ غالب حکمت والا ہوں

وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ

اور ڈال دے اپنا عصا پس جب اس کو دیکھا کہ حرکت کر رہا ہے مثل چھوٹے سانپوں کے تو پیچھے دوڑا اور مڑ کر

يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٠

بھی نہ دیکھا اے موسیٰ نہ ڈر تحقیق میرے پاس رسول نہیں ڈرا کرتے

خود اپنے مقام پر بولتا ہوا معترف ہے جو مطالب و مقاصد کو نہایت سلجھے ہوئے انداز سے بیان کرتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ اسی لئے اس کو بعض جگہ بیان کی صفت سے بھی متصف کیا گیا ہے۔

هُدًى وَّبُشْرٰى ص ۲۱۳ - یعنی اپنے بیان برہان اور اعجاز کے لحاظ سے ہدایت ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے جنت کی بشارت ہے پس اس کا محل اعراب رفع ہے کیونکہ خبر واقع ہے اور ہادیاً و مبشراً کی تاویل میں اس کو منصوب بنا پر حالیت کے بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

زَيَّنَّا لَهُمْ - یعنی بوجہ کفر و شرک کے ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں پس ان کے لئے ان کے وہی کفریہ اعمال مزین کئے گئے ہیں اور وہ انہی پر خوش ہیں۔ پس توفیق ایمان سے محروم ہیں۔ اور گمراہی کی تاریکی میں سرگرداں ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا ذکر

اِذْ قَالَ مُوْسٰى ص ۲۱۳ - حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کرنے کے بعد جب وہاں رہنے کی مقررہ مدت ختم ہوئی تو مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ تفسیر کی جلد ۹ ص ۱۶۳ و ص ۱۶۷ پر واقعہ مفصل درج ہو چکا ہے۔ سردی زوروں پر تھی رات کا وقت تھا اندھیرا چھا چکا تھا راستے کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا قریب کہیں جلتی ہوئی آگ دکھائی دی تو طبیعت میں سکون پیدا ہوا اور اپنی اہلیہ سے فرمایا۔

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ - ایناس چونکہ انس سے ہے لہذا اس کا معنی ہے چیز کا دیکھنا جس میں انس و محبت اور اطمینان و سکون کی خوشبو ہو گویا فرمایا کہ میں ایک ایسی آگ دیکھ رہا ہوں جو ہمارے لئے سکون نفس کی موجب ہے کی لہذا تم یہاں ٹھہر جاؤ میں وہاں سے رستہ کا سراغ دریافت کروں گا یا آگ کا شعلہ لاؤں گا تاکہ اسے تاپ کے سردی کی تکلیف سے نجات ہو چنانچہ ہاتھ میں خشک گھاس مٹھی بھر لے

Presented by www.ziaraat.com

لیا تاکہ جلتی ہوئی آگ سے ایک شعلہ (لمبا) لاکر سردی کا علاج کریں۔ جب قریب پہنچے تو قدرت خالق کا عجیب وغریب منظر دیکھا کہ ایک سرسبز وشاداب درخت کی پُررونق شاخوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں جونہی آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں اتنا ہی درخت کی تازگی ورونق میں اضافہ ہوتا ہے نہ آگ درخت کی رونق کو برباد کرتی ہے اور نہ درخت کی سبزی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں پر اثر انداز ہوتی ہے پس دریائے حیرت میں غوطہ لگانے کے بعد اپنے مطلب کی فکر میں مٹھی بھر خشک گھاس کو آگ کی طرف بڑھایا تاکہ جلتا ہوا آگ کا شعلہ واپس اہلیہ کی طرف لے جائیں جونہی آپ آگے بڑھے آگ ان کی طرف بڑھی فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ جب دوبارہ سہ بارہ یہی ماجرا پیش آیا تو فرط حیرت میں ایک تماشائی بن کر قدرت پروردگار کا نظارہ دیکھنے کے لیے رک گئے۔ اتنے میں نہایت شیریں وپُرکیف لہجے میں آگ کے اندر سے ایک رُوح پرور آواز آئی جس سے لمبے سفروں کے تھکے ماندے مسافر نبی کو سرور محسوس ہوا۔ محبت آمیز اور پیارے انداز سے خوش آمدید یوں ہوئی نُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا یعنی مبارک ہے وہ جو آگ کے اندر ہے اور مبارک ہے وہ اس کے پاس آیا یہ قدرت کی زبان سے تحیہ واکرام کے وہ الفاظ تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ کے قلب وجگر میں محبت کی ایک لہر پیدا کردی اور مزید پیاری گفت گو کے لیے فکر لاحق سے بے نیاز ہو کر ہمہ تن گوش ہوگئے۔ کہتے ہیں یہ ندائے وحی تھی جس نے آگ کے اندر والے فرشتوں اور باہر کھڑے ہوئے حضرت موسیٰ کو مبارکباد کا پیغام تہنیت وتحیۂ وحدت سنایا۔ روشن فضا کے اندر فرشتے محو تسبیح وتقدیس پروردگار تھے اور حضرت موسیٰ اس کے باہر دل آفریں منظر اور پیاری آوازوں میں محو حیرت تھے اتنے میں پھر آواز آئی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی پاکیزہ ہے ہر عیب سے وہ اللہ جو عالمین کا پروردگار ہے۔ اب حضرت موسیٰ کا دل اس شیریں لب ولہجہ کے سننے کیلیے اور زیادہ بے تاب ہوگیا تو فوراً آواز آئی یَامُوْسٰی ایک دوست اپنے دوست کو نام لے کر پکارے تو جو سرور کی کیفیت دوست کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ کوئی دوسرا انسان نہیں کرسکتا۔ جب زبان توحید سے حضرت موسیٰ نے اپنے نام کی پکار سُنی تو جوشِ محبت اور ولولہ عقیدت میں منتظر تھے کہ کیا پیغام آتا ہے اور یہ اللہ کا اپنے پیارے کلیم سے کلام کا پہلا موقع تھا جس کی چاہت نے حضرت موسیٰ کے دل سے عیال ومال کا خیال نکال دیا تھا پس تعارف کے انداز میں ارشاد فرمایا اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ میں وہ اللہ ہوں جو غالب اور حکمت والا ہوں۔

كَاَنَّهَا جَانٌّ۔ جانٌ چھوٹے سانپ کو کہا جاتا ہے اور سورۂ اعراف میں ثعبانٌ مبین کہا ہے یعنی اژدہا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ تھا تو اژدہا لیکن تیزی سے اِدھر اُدھر اس طرح حرکت کرتا تھا جس طرح چھوٹے ہلکے پھلکے سانپ کیا کرتے ہیں۔ اس لیے یہاں فرمایا اس طرح حرکت کرتا تھا۔ كَاَنَّهَا جَانٌّ جس طرح گویا کہ چھوٹا سانپ ہے اور دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ جب پہلی دفعہ عصا زمین پر پھینکا تھا تو اسوقت چھوٹا سانپ تھا جیسا کہ اس مقام پر ہے اور جب فرعون کے سامنے پھینکا تو اژدہا بن گیا تھا یہی وجہ ہے کہ ہر دو دفعہ خود بھی ڈر گئے۔ پہلی دفعہ اگرچہ چھوٹا سانپ تھا لیکن اس لیے ڈرے کہ واقعہ نیا اور پہلی دفعہ کا تھا اب اگر دربارِ فرعون میں بھی اسی طرح چھوٹا سانپ بنتا تو یقیناً حضرت موسیٰ کے دل میں خوف پیدا نہ ہوتا کیونکہ پہلے آزما چکے تھے کہ میرے پکڑنے سے ویسے کا ویسا سانپ ہی بن جائیگا۔ لیکن جب اس کو بڑا اژدہا بنا ہوا دیکھا تو دل پر خوف طاری ہوگیا اور اس میں مصلحت کارفرما تھی اور چند فائدے تھے۔

(۱) جب جادوگروں نے اپنی رسیوں کو پھینکا اور جادو کرکے انہیں سانپ ظاہر کیا تو حضرت موسیٰ خود گھبرا گئے۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں

ارشاد ہے۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی۔ یعنی موسیٰؑ نے بھی دل میں گھبراہٹ محسوس کی اور اس کی وجہ یہی تھی کہ جس طرح انہوں نے رسیوں کے چھوٹے چھوٹے سانپ بنا دیئے ہیں اگر میں عصا کو پھینکوں تو وہ بھی اسی طرح ایک چھوٹا سا سانپ ہی بنے گا۔ پس لوگوں کے لیے حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو جائے۔ پس ارشاد قدرت ہوا۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ یعنی گھبرا نہیں کیونکہ تو ہی غالب رہے گا۔ پس اس دفعہ جو عصا کو پھینکا تو پہلے کی طرح چھوٹا سانپ نہیں تھا جس طرح پر پہلی ملاقات خداوندی کے موقعہ پر بنا تھا بلکہ ایک بہت بڑا اژدہا تھا جس کی وضاحت تفسیر کی جلد ۹ صفحہ ۱۷۶ پر اور جلد ۶ ص۹۸ پر اور اسی جلد میں صفحہ ۱۹۶ پر گذر چکی ہے۔ چنانچہ اس نے جادوگروں کے تمام مصنوعی سانپوں کو اپنا لقمہ بنا لیا۔ اگر یہ بھی خود چھوٹا سا سانپ ہوتا اور ان مصنوعی سانپوں کو کھاتا تو جادوگروں کا ذہن مطمئن نہ ہوتا بلکہ وہ حضرت موسیٰؑ کو بڑا جادوگر ہی سمجھتے نبی نہ مانتے کیونکہ ایک حجم کے جانور کا اپنے برابر کے ایک جانور کو کھانا بھی ظاہراً ممکن نہیں تھا چہ جائیکہ اپنی جسامت کے ہزاروں جانوروں کو کھا جائے۔ پس وہ حضرت موسیٰ کے سانپ کو جادو کہتے۔ اور حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا دیا گیا ہے کہ ہمارے سانپ غائب ہو گئے ہیں ورنہ اس حجم کے سانپ کے لئے ناممکن ہے کہ حقیقتاً اپنے حجم کے ہزاروں سانپوں کو کھا جائے۔ پس خدا نے اس دفعہ اس کو ایک بڑے اژدہا کی شکل دیدی تاکہ جادوگر مطمئن ہو جائیں کہ یہ جادو نہیں بلکہ قدرت خداوندی کا مظہر ہے کیونکہ جادو والی چیز دوسری آنکھوں کو دھوکا دے سکتی ہے لیکن اس کے لیے کھانا اور دیگر آثار زندگی مترتب ہونا جادو نہیں قدرت خدا ہے۔

(۲) اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر پہلے کی طرح چھوٹا سانپ ہوتا تو حضرت موسیٰؑ اس کے عادی ہونے کی وجہ سے خوف نہ کرتے اور دربار فرعون میں جادوگروں کے سامنے ان کا خوف نہ کرنا جادوگروں کو شک میں ڈال دیتا کیونکہ جادوگر اپنے جادو سے نہیں ڈرا کرتا۔ پس وہ سمجھتے کہ جس طرح ہمارا جادو ہے وہ بھی جادو ہے کیونکہ جس طرح ہم اپنے سانپوں سے نہیں ڈرتے وہ بھی نہیں ڈرتا۔ اس لئے خدا نے اس کو اژدہا کی شکل دے دی جس سے ابھی تک حضرت موسیٰؑ خود بھی مانوس نہ تھے پس اژدہا کی شکل اور ڈراؤنی حالت دیکھ کر حضرت موسیٰ بھی دوسرے ڈرنے والوں کی طرح ڈر گئے جس سے جادوگر سمجھے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ کیوں کہ جادوگر اپنے جادو سے نہیں ڈرا کرتا۔

(۳) اور اس میں تیسرا فائدہ یہ بھی تھا کہ اگر حضرت موسیٰؑ خود نہ خوف کرتے تو فرعون کی خدائی کا بھانڈا تو پھوٹ چکا تھا۔ جب اس نے اژدہا کو اپنی طرف متوجہ دیکھا اور اس کا پاخانہ بھی خوف کے مارے نکل گیا پس جادوگروں نے تو یہ سمجھ لیا کہ فرعون یقیناً خدا نہیں جو ایک اژدہے سے خوف کھا رہا ہے لیکن جس نے عصا کو اتنا بڑا اژدہا بنا دیا ہے وہ ضرور خدا ہے۔ پس حضرت موسیٰؑ کو خدا مان کر وہ مشرک ہو جاتے اور تبلیغ کا مقصد فوت ہو جاتا کیونکہ جس طرح فرعون کی خدائی کا دعویٰ غلط ثابت کرنا تھا اسی طرح اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ توحید پروردگار کے قائل ہوں۔ پس خدا نے اس کو اژدہا کی شکل دے کر موسیٰ کے دل میں خوف پیدا کر دیا تاکہ لوگ فرعون کی خدائی کو باطل سمجھ کر موسیٰؑ کو خدا تسلیم کریں جو عصا کو اژدہا بنانے پر قادر ہے پس وہ سمجھ گئے کہ موسیٰ یقیناً اس فعل پر قادر نہیں ہے ورنہ خود اس سے خوف نہ کرتا۔ پس خدا وہ ہے جس نے موسیٰؑ کو یہ معجزہ دیکر بھیجا ہے اور یہ اس کا رسول برحق ہے اور ہم نے اس مطلب کو

Presented by www.ziaraat.com

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١﴾

مگر جو ظلم کرے پھر تبدیل کرے نیکی بعد برائی کے تو تحقیق میں بخشنے والا مہربان ہوں

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ

اور داخل کر اپنا ہاتھ گریبان میں نکلے گا نورانی سفید بغیر عیب کے نو دوسرے معجزوں کے ساتھ

آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا

(جا) طرف فرعون کے اور اس کی قوم کے تحقیق وہ ہیں فاسق پس جب

جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا

پہنچیں ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں تو کہنے لگے یہ صاف جادو ہے اور انہوں نے

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

انکار کیا ان کا حالانکہ مانتے تھے ان کو ان کے دل از راہ ظلم و تکبر پس دیکھ کیا انجام ہوا فساد

الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾ ع وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ

کرنے والوں کا اور تحقیق ہم نے دیا داؤد و سلیمان کو علم دونوں نے کہا حمد ہے اللہ کے لئے

جلد ۶ صفحہ پر سوال و جواب کے رنگ میں قدرے واضح کیا ہے۔ نیز اس سے یہ بات خوب واضح ہوئی کہ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جو نبی یا امام کے ہاتھوں پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ پس اللہ معجز ہے اور انبیاء و آئمہ معجز نما ہیں۔

اِلَّا مَنْ - یہ سابق سے مستثنےٰ منقطع ہے۔ اور اس کا پہلے مطلب کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔

فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ - یہاں فی مع کے معنی میں ہے یعنی اس کے علاوہ نو معجزات اور عطا فرمائے جن کا ذکر جلد ۹ صفحہ ۸۰ تا ۸۳ پر گذر چکا ہے

مُبْصِرَۃً - یعنی اس قدر واضح کہ کثرت سے دیکھی جا سکے اور مُفْعِلَۃٌ کا وزن کثرت کو ظاہر کرتا ہے جس طرح اَرْضٌ مَضَبَّۃٌ وہ زمین جس میں سوسمار زیادہ ہوں مُفْعَاۃٌ جس میں افعی (اژدہا) زیادہ ہوں مُحَیَّاۃٌ جس میں سانپ زیادہ ہوں۔

رکوع نمبر ۲ حضرت سلیمان کا قصہ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا - یعنی ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا کیا اور اس علم سے مخصوص علم مراد ہے کیونکہ علم نبوت و رسالت تو باقی نبیوں اور رسولوں کو بھی عطا ہوا ہے اور علم کے بغیر تو کوئی نبی یا رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ پس علم سے مراد علم قضا یعنی رعایا میں فیصلوں کا علم۔ پس وہ اپنے زمانہ کے حکمران و سلطان

Presented by www.ziaraat.com

الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِہِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ وَرِثَ

جس نے ہم کو فضیلت دی اپنے بہت سے مومن بندوں پر اور وارث ہوا

سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَ

سلیمان داؤد کا اور کہا اے لوگو ہمیں سکھائی گئی بولی پرندوں کی اور

بھی تھے اور مملکت کے چیف جسٹس بھی۔ اس کے علاوہ پرندوں اور دیگر حیوانات کی بولی بھی جان سکتے تھے۔ (مجمع البیان نقلاً عن ابن عباس)

فَضَّلَنَا۔ یعنی خداوندکریم نے ہمیں باقی لوگوں سے امتیازی شرف عطا فرمایا کہ ہمیں اس نے نبوت دی اور صاحب اعجاز بنایا۔ نیز علم مخصوص عطا فرمایا اور ہمارے لئے لوہے کو نرم کیا اور شیاطین وجن وانس کو ہمارا تابع فرمان بنایا۔

وراثتِ انبیاء

وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ۔ آیت مجیدہ میں صاف اعلان ہے کہ حضرت سلیمانؑ اپنے باپ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے۔ حکومت سلطنت تخت بخت جائداد جاگیر اور محلات ومکانات غرضیکہ اس کی جملہ متروکہ اشیاء کے وارث ہوئے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ نبیوں کے مال کی اولاد وارث ہوتی ہے۔ جس طرح دوسرے لوگوں کی وارث ان کی اولاد ہوا کرتی ہے اور نبی اپنے آباء کے وارث ہوتے ہیں۔ جس طرح دوسرے لوگ اپنے آباء کے وارث ہوا کرتے ہیں اور خانوادۂ رسالت واہل بیت عصمت سے اسی طرح مروی ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس جگہ مراد یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ اپنے باپ حضرت داؤدؑ کے علم ونبوت اور ملک وسلطنت کے واحد وارث ہوئے۔ اور اس میں حضرت داؤد کی دوسری اولاد شریک نہ تھی۔ خاتونِ جنت کے مقدمۂ فدک میں جو حدیث پیش کر کے خلیفۂ وقت نے بی بی کا دعویٰ خارج کیا تھا درحقیقت وہی پیش کردہ مفروضہ حدیث ہی آیاتِ وراثتِ انبیاء کے معانی کی توڑ پھوڑ کی موجب بنی ہے اور خلیفہ وقت کے کاسہ لیسوں نے یہی تاویل پیدا کی کہ سلیمان اپنے باپ دادا کے علم ونبوت وملک کا وارث تھا۔ اسی طرح حضرت زکریاؑ کی دعا میں جہاں یہ الفاظ ہیں یَرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ۔ یعنی مجھے وہ لڑکا عطا فرما جو میرا اور آلِ یعقوب کا بھی وارث ہو۔ وہاں بھی انہوں نے وراثتِ نبوت مراد لے لی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علم ونبوت حقیقت کے اعتبار سے قابل وراثت امور نہیں ہیں ورنہ ہر نبی کی ہر اولاد نبی ہوتی اور دنیا میں کوئی آدمی اس صورت میں غیر نبی نہ رہتا۔ کیونکہ سب کے سب کم از کم حضرت آدمؑ نبی کی تو اولاد ہیں ہی۔ اسی طرح دنیا کا کوئی فن قابلِ وراثت نہیں ہوتا ورنہ ہر صاحبِ فن کی اولاد صاحبِ فن ہوتی پس وراثت کا تعلق مُورث کے متروکہ مال واسباب جاگیر وجائداد اور زر ودولت پر ہوتا ہے جن کی ملکیت قابل نقل وانتقال ہو۔ اور یہ ہے وراثت کا حقیقی اطلاق جس پر احکامِ وراثت مترتب ہوتے ہیں۔ البتہ علوم وفنون وصفات وکمالات وغیرہ ناقابل انتقال امور واشیاء پر وراثت کا اطلاق مجازاً ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کسی عالم کا بیٹا خواہ باپ سے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو بلکہ کہیں دُور دراز کے سفر طے کر کے تحصیلِ علوم کرے اور عالم بن جائے تو باپ کے مرنے کے

Presented by www.ziaraat.com

بعد کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے باپ کا صحیح وارث ہے۔ حالانکہ باپ نے اپنے علم سے اس کو ایک حرف بھی تعلیم نہیں کیا تھا اسی طرح ڈاکٹر کا بیٹا ڈاکٹر ڈاکٹری میں بھی باپ کا وارث کہلائے گا اگرچہ باپ سے نہ بھی سیکھا ہو اور جملہ فنون بلکہ صفات انسانیہ کا یہی حال ہے اور صفات رذیلہ و ناقصہ میں بھی یہ اطلاق جاری ہوا کرتا ہے اور یہ وراثت کا مجازی اطلاق ہے اور اس کا انکار بداہت کا انکار ہے۔

اب سوچنا چاہیے کہ کیا حضرت زکریاؑ کی دعا کہ لے پروردگار مجھے اپنا وارث عطا کر اسی مجازی اطلاق کے پیش نظر تھی تو یقیناً عقل صحیح اس کی تردید کرے گی کیونکہ کسی باپ کو کیا وثوق ہو سکتا ہے کہ میرا بیٹا میرے فنون و علم و کمالات کا وارث ہو گا یا نہیں اور حضرت زکریا کو معلوم تھا کہ اس سے قبل جس قدر انبیاء کی اولادیں گذری ہیں وہ نبوت میں اپنے آباء کی وارث نہیں ہوئیں پس وہ خود کس طرح اللہ سے ایسی دعا کر سکتے تھے۔ نیز حضرت زکریا کی مناجات میں یہ الفاظ بھی صراحت سے مذکور ہیں۔ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ۔ یعنی مجھے دوسرے وارثوں کا ڈر ہے کہ اگر میرا اپنا لڑکا نہ ہوا تو وہ میری وراثت پر قبضہ کر لیں گے۔ حالانکہ حضرت زکریا صاف جانتے تھے کہ نبوت ایسی چیز نہیں جس پر کوئی دوسرا غیر مستحق قبضہ کر سکے۔ پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ وارث سے مراد وارث مال و ترکہ ہے نہ کہ وارث علم و نبوت۔ ویسے بھی قاعدہ یہ ہے کہ جہاں لفظ کو حقیقی یا مجازی معنی پر محمول کرنا مساوی احتمال رکھتا ہو اور قرینہ مجازی معنی پر کوئی نہ ہو تو لفظ کو حقیقی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے لیکن اگر قرینہ بھی موجود ہو جو مجازی معنی کی نفی اور حقیقی معنی کی تائید کرتا ہو تو ایسی صورت میں مجازی معنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضرت زکریا کی دعا میں اگر حقیقی و مجازی دونوں معنوں کا برابر احتمال بھی ہوتا تب بھی چونکہ قرینہ نہیں لہذا حقیقی معنی مراد لیا جائے گا بلکہ مجاز کا مخالف قرینہ موجود ہے (اور یہ کہ آپ نے عرض کی کہ مجھے دوسرے وارثوں کا ڈر ہے اور یہ ڈر نبوت و علم کے متعلق ہو نہیں سکتا) پس ضروری ہے کہ وراثت مالیہ مراد لی جائے نہ کہ علمیہ۔ علاوہ ازیں آپ نے دعا میں یہ عرض بھی کی وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ یعنی اے اللہ اس کو رضی (پسندیدہ و برگزیدہ) بھی بنا تو اگر وارثِ نبوت کی دعا مانگ رہے ہوتے تو بعد میں اس کی برگزیدگی کی دعا بے محل تھی۔ کیونکہ جو نبی ہوتا ہے وہ تو برگزیدہ ہوتا ہی ہے۔ البتہ مالی وارث کے سوال کے ساتھ جس طرح دیگر وارثوں کا خطرہ ظاہر کرنا برمحل ہے۔ اسی طرح اس کی برگزیدگی کی دعا بھی بجا و برمحل ہے۔ اس کی تحقیق جلد ۹ صفحہ ۱۳۷ و ص ۱۳۹ پر گذر چکی ہے۔

اب رہا آیت مجیدہ میں سلیمان کی وراثت کا معاملہ تو اس میں شک نہیں کہ معنی مجازی کے لحاظ سے حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے علم و نبوت و ملک و سلطنت کے واحد وارث تھے اور اس میں ان کی دوسری اولاد شریک نہیں تھی لیکن آیت مجیدہ میں اس امر کی ضمانت کہاں ہے کہ حضرت داؤدؑ کی مالی وراثت باقی اولاد پر تقسیم ہوئی اور اس سے حضرت سلیمانؑ کو حصہ نہ دیا گیا۔ اولاً تو جو مفروضہ روایت مقدمہ فدک کی رد میں پیش کی گئی تھی۔ اس میں یہ شق بھی ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا لہذا حضرت داؤدؑ کی اولاد جو سلیمان کے علاوہ تھی وہ آپ کی کسی چیز کی وارث نہ ہوگی۔ کیونکہ ملک و سلطنت اور نبوت و علم میں ان کے واحد وارث حضرت سلیمانؑ تھے اور باقی جائداد قاعدہ کے لحاظ سے بیٹوں کو مل نہیں سکتی تھی لہذا وہ یکسر محروم ہونے چاہییں اور ثانیاً اگر کوئی گنجائش نکال کر دوسروں کو وارث بنایا گیا اور حضرت سلیمانؑ کو باقی مالی وراثت سے محروم کیا گیا کیونکہ یہ نبی تھا اور نبی وارث نہیں ہوا کرتے تو اس کو آیت کے کس لفظ سے ثابت کیا جائے گا۔ پس زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کی مالی جائداد کے وارث سب لڑکے لڑکیاں تھے اور حضرت سلیمانؑ ان میں شریک تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

اُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَ

عطا کیا گیا ہمیں ہر اس چیز میں سے (حصہ) تحقیق یہ البتہ فضل ظاہر ہے اور

حُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ

جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور انسانوں اور پرندوں میں سے پس وہ

يُوزَعُونَ ﴿١٧﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ

روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب پہنچے وادی نمل پر (تو سنا) کہ ایک چیونٹی نے کہا

لیکن علم ونبوت و ملک کا وارث باقی برادری سے امتیازی صورت میں صرف حضرت سلیمان ؑ تھے اس لئے حضرت سلیمان ؑ کا آیت میں مخصوص طور پر ذکر کیا گیا کہ وہ داؤد کے وارث ہوئے۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے جب کہ آپ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ بچپنے میں کیسے امام بن گئے تو آپ نے فرمایا جب خدا نے حضرت داؤد پر وحی کی کہ اپنا جانشین نامزد کرو اور حضرت سلیمان کو اپنا ولی عہد قرار دو تو وہ ابھی تک عالم بچپنے میں تھے اور دنبیاں چرایا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے عابد و زاہد لوگوں نے اور علماء نے اس کی کم سنی پر اعتراض کیا تھا لیکن خدا نے داؤد پر وحی کی تھی کہ حضرت سلیمان ؑ کا عصا اور دوسروں کے عصا لے کر ایک کمرے میں بند کر کے رکھ دو اور مہر کر دو۔ پس جس کا عصا صبح کو تر و تازہ اور ثمر آور ہو جائے تو اسی کو خلیفہ مقرر کر دو۔ پس قوم اس پر رضامند ہو گئی اور صبح کو دروازہ کھولا گیا تو حضرت سلیمان ؑ کا عصا تر و تازہ تھا اور اس پر پھل بھی لگا ہوا تھا پس وہ نامزد ہو گئے اور تفسیر کی جلد نمبر ۹ صفحہ ۲۴۱ پر اس کی دوسری وجہ مذکور ہے۔

مَنطِقَ الطَّيْرِ۔ اہل لغت کے نزدیک نطق کا اطلاق صرف بنی آدم پر ہی ہو سکتا ہے اور باقی جانوروں پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے کیونکہ نطق کلام کے معنی میں ہے اور باقی جانور کلام پر قادر نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے تفسیر کی تیسری جلد صفحہ ۱۳۲ پر ثابت کیا ہے کہ کلام اس ذریعہ و واسطہ کا نام ہے جس کی بدولت انسان اپنا مافی الضمیر دوسروں تک پہنچائے اگر انسان مدنی الطبع نہ ہوتا اور رہن سہن میں معاشرہ کا محتاج نہ ہوتا تو کلام کی ضرورت ہی پیش نہ آتی پس حرفوں اور لفظوں سے مرکب ہونے والی آواز کو کلام کا نام دے دیا گیا اور حیوان چونکہ حروف و الفاظ کے بغیر مہمل آوازوں سے یا اشاروں سے یا آنکھوں یا دوسرے مخصوص ذرائع سے ایک دوسرے کو اپنا مطلب سمجھا لیتے ہیں لہذا ان کا وہ مخصوص انداز کلام کہا جا سکتا ہے پس موجودات کی ہر نوع و صنف کا کلام ان کی حقیقت و کیفیت و حیثیت کے لحاظ سے جدا جدا نوعیت کا ہو گا۔ لہذا جس کلام کی تعریف اہل لغت کرتے ہیں کہ لفظوں اور حرفوں سے مرکب ہونے والے بامعنی و مفید آوازوں کا نام کلام ہے یہ صرف کلام انسانی کی تعریف ہے نہ کہ مطلق کلام کی۔ بنا بریں پرندوں اور حیوانوں کی آوازیں جو افہام و تفہیم کو اپنے اندر لیے ہوئے ہوں ان کا کلام کہی جا سکتی ہیں اور وہی ان کی بولی ہوتی ہے بلکہ بعض شعراء عرب نے تو غیر جاندار اشیاء کی ہیئت کذائیہ کو بھی کلام کہا ہے جو کسی بات پر دلالت کرتی کر رہی ہو۔ چنانچہ ایک عرب شاعر متنبیؔ کہتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَذَكِيَّ رَائِحَةِ الرِّيَاضِ كَلَامُهَا ۔ يَبْغِي الثَّنَاءَ عَلَى الْحَيَا فَتَفُوحُ

باغات کی پاکیزہ خوشبوان کا کلام ہے وہ بارش کا شکر ادا کرنا چاہتے ہیں تو مہک اُٹھتے ہیں

وَاُوْتِيْنَا۔ مقصد یہ ہے کہ نبوت اور حکومت کے لیے جس قدر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ۔ تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ حضرت سلیمان بن داؤدؑ کو مشرق و مغرب یعنی پوری روئے زمین پر حکومت دی گئی اور سات سو برس اور چھ ماہ انہوں نے حکومت کی۔ ان کی حکومت جنوں، انسانوں، شیطانوں، حیوانوں اور درندوں، پرندوں وغیرہ کی جملہ اصناف پر تھی ہر قسم کی ضروریات کا علم ان کو دیا گیا اور ہر جنس کی بولی ان کو تعلیم کی گئی۔ ان کے دورِ سلطنت میں عجیب و غریب صنعتیں رونما ہوئیں۔ تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خداوند کریم نے دیگر علوم کے علاوہ اس زمانے کی مروجہ تمام زبانوں کی معرفت بھی عطا فرمائی تھی بلکہ وہ پرندوں، درندوں اور جملہ حیوانوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔ علاوہ ازیں جب کسی دشمن سے لڑتے تھے تو زبان فارسی استعمال کرتے تھے۔ جب حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں، کارکنوں اور فوجی افسروں سے خطاب کرتے تھے تو رومی (انگریزی) زبان بولتے تھے خانگی اور گھریلو معاملات میں سریانی و نبطی زبان استعمال کرتے تھے جب محراب عبادت میں خالق بے نیاز کے سامنے عبادت و مناجات کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو عربی زبان کو استعمال فرماتے تھے اور جب بیرونجات سے وفود ملنے کے لیے آتے یا چیف جسٹس کی کرسی پر رونق افروز ہوتے تو اس وقت عبرانی زبان میں بات کرتے تھے۔ اور یہی گویا اس زمانہ کی عام مروجہ زبانیں تھیں۔

تفسیر صافی میں بروایت بصائر الدرجات منقول ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ابن عباس سے فرمایا تحقیق اللہ نے ہمیں بھی پرندوں کی بولیاں تعلیم کی ہیں۔ جس طرح حضرت سلیمان بن داؤدؑ کو تعلیم کی تھیں اور ہمیں ہر حیوان کی بولی کا علم دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے خواہ (بحری ہو یا بری)

اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ انسانوں پرندوں، حیوانوں بلکہ کسی ذی روح کا کلام امام سے مخفی نہیں ہوتا یعنی جو شخص جس بولی اور جس لہجے میں بات کرے امام اس کو سمجھ سکتا ہے اسی طرح وہ جملہ ذی روح جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتا ہے اور فرمایا جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ امام نہیں ہے بہرکیف اس باب میں روایات کثیرہ موجود ہیں کہ آئمہ طاہرین حیوانات کی بولیاں جانتے تھے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ۔ تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی فوجی چھاؤنی کا رقبہ ایک سو فرسخ یعنی تین سو میل کی حدود میں پھیلا ہوا تھا۔ اس میں پچیس فرسخ انسانوں کے لیے پچیس قوم جن کے لیے پچیس وحشی جانوروں کے لیے اور پچیس فرسخ پرندوں کے لئے مخصوص تھے اور آپ کی رہائش کے محلات اور رہائشی مکانات ایک ہزار کی تعداد میں تھے جو شیشے سے بنے ہوئے تھے اور ان کے نیچے لکڑی لگی ہوئی تھی۔ آپ کی منکوحہ عورتیں تین سو اور کنیزیں سات سو تھیں جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تھے تو تخت اس قدر وسیع تھا کہ اس پر ہر صنف کا ایک ایک گروہ بیٹھتا تھا پس ہوا کو حکم دیتے تھے تو تخت کو فضا میں اڑا کر چلتی تھی پہلے تیز ہوا کو حکم ہوتا تھا اور وہ آپ کے تخت کو زمین سے بلند کرتی تھی پھر نرم اور دھیمی ہوا اس کو وہاں لے جاتی تھی جہاں کا آپ ارادہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا تخت

Presented by www.ziaraat.com

يَآاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ

اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں لاشعوری کے عالم میں تم کو سلیمان

وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

اور اس کا لشکر روند نہ ڈالے پس ہنسے خوب اس کی بات سے اور

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ

کہا اے رب مجھے توفیق دے کہ شکر کروں تیری نعمت کا جو تو نے مجھ پر کی ہے اور

دوش ہوا پر سوار تھا اور آپ فضائے آسمانی میں اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ پورے شاہانہ ٹھاٹھ سے جلوہ گر تھے کہ پروردگار کی جانب سے وحی ہوئی کہ میں نے تیری حکومت میں ایک اور اضافہ کر دیا ہے اور وہ یہ کہ مخلوق میں کوئی بھی کہیں بات نہیں کرے گا مگر ہوا ہر ایک کی ہر آواز کو تیرے کانوں تک پہنچا دے گی۔

يُوْزَعُوْنَ[۱۷] یعنی پرندے اوپر پر پھیلائے دوش بدوش فضا میں کھڑے رہتے تھے اور بقدرت خداوہ ایک جگہ رُکے رہتے تھے اور اِدھر اُدھر منتشر نہ ہوتے تھے۔

حضرت سلیمان کے تخت کے اُوپر جو قالین بچھایا جاتا تھا وہ طول وعرض میں ایک ایک فرسخ (۳) میل تھا جو ریشم کے ساتھ سنہری تاروں کا بُنا ہوا تھا اور جنّوں نے تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ درمیان میں آپ سنہری منبر پر جلوہ گر ہوتے اور ارد گرد تین ہزار سنہری و روپہلی کرسیاں رکھی جاتی تھیں جن میں سنہری کرسیوں پر انبیاء اور روپہلی کرسیوں پر علماء تشریف فرما ہوتے تھے ان کے اردگرد باقی لوگ بیٹھتے اور ان کے ارد گرد قوم جنات و شیاطین کو جگہ دی جاتی اور اوپر فضا میں پرندے پر پھیلائے ہوئے سر پر سایہ فگن رہتے تھے تاکہ آپ پر دھوپ نہ پڑے۔ صبح سے شام تک دوش ہوا پر تخت سلیمانی ایک ماہ کی مسافت طے کرتا تھا اور شام سے صبح تک بھی اسی رفتار و انداز سے سفر طے ہوتا تھا۔

اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ[۱۸] ایک دن حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا میں پرواز کرتا ہوا وادیٔ نمل کے اُوپر سے گذر رہا تھا کہ ہوا نے ایک چیونٹی کی بات آپ کے کانوں تک پہنچا دی جو دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ۔ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر لاشعوری کے عالم میں تم کو روند نہ ڈالیں اور اس چیونٹی کا نام مُنذرہ بتایا گیا ہے۔

علامہ طبرسی نے اس آیت کے ماتحت یہ نظریہ پیش فرمایا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دن حضرت سلیمانؑ کا تخت فضائے آسمانی میں نہیں تھا بلکہ زمین پر لشکر سمیت پیدل سفر کر رہے تھے اور غالباً اس وقت ہوا کو ان کے زیر فرمان نہیں کیا گیا تھا اسی لئے تو چیونٹی نے روند جانے کا خطرہ ظاہر کیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کو تو جانوروں کی بولیوں کا علم دیا گیا تھا لیکن چیونٹی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ حضرت

Presented by www.ziaraat.com

عَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ

جو تونے میرے والدین پر کی اور یہ کہ عمل کروں نیک جس پر تو خوش ہو اور مجھے داخل فرما اپنی رحمت سے

فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا

اپنے نیک بندوں میں اور پڑتال کی پرندوں کی پس فرمایا کیا بات ہے کہ

سلیمانؑ اور اس کا لشکر آرہے ہیں اس کا جواب علامہ طبرسی نے یہ دیا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کو تمام جانوروں پر حق حکومت دیا گیا تو اس کا لازمہ ہے کہ جانوروں کو بھی شعور دیا جائے تاکہ وہ سلیمان اور غیر سلیمان میں فرق کر سکیں ورنہ اپنے حکمران کی اطاعت صحیح معنوں میں نہ کرسکیں گے اور چیونٹیاں اپنے اندر پہلے سے ایک فطری شعور رکھتی ہیں چنانچہ وہ جس قدر دانے اپنے سوراخوں میں جمع کرتی ہیں ان کو دو حصوں میں توڑ کر رکھتی ہیں کیونکہ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ نمی پڑنے سے اُگ نہ جائیں اور دھنیا چونکہ نصف بھی اُگتا ہے۔ لہٰذا دھنیا کے دانے کو دو چار حصوں میں توڑ کر رکھتی ہیں لیس جس پروردگار نے ان کو یہ شعور دیا ہے وہ یہ شعور بھی دے سکتا ہے کہ کون ہمیں روند سکتا ہے اور کون نہیں روند سکتا اور سلیمان وغیر سلیمان میں ان کو امتیاز کرنے کی طاقت بھی دے سکتا ہے اور بعضوں نے اس امر کو حضرت سلیمانؑ کا خارق عادت معجزہ قرار دیا ہے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چیونٹی کی بات جب حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچی تو رک گئے، اور لشکر کو بھی پیشقدمی سے روک دیا۔ تاکہ وہ سب کی سب اپنے سوراخوں میں گھس سکیں۔ اور حضرت سلیمان کے ہنسنے کی وجہ بھی یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ اپنے عادلانہ رویّے پر خوشی محسوس کر کے ہنسے کہ چیونٹی تک چھوٹے سے چھوٹے اور کمزور سے کمزور حیوان بھی مجھے اپنا عادل حکمران تسلیم کرتے ہیں اور وُہ بھی میرے عدل کے قائل ہیں چنانچہ چیونٹی بھی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی ہے کہ سوراخوں میں گھس جاؤ تاکہ لاشعوری کے عالم میں سلیمانؑ کا لشکر تم کو روند نہ دے وہ یہ سمجھتی ہے کہ دیدہ دانستہ عادل بادشاہ ہمیں ہرگز نہ روندے گا پس خوشی سے ہنسے اور اس کے بعد بارگاہِ ربوبیت میں نعمتِ پروردگار کا شکریہ ادا کیا اور عرض کی مجھے اپنے شکر کی مزید توفیق مرحمت فرما۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ اور آپ کا لشکر پیدل نہیں بلکہ فضائے آسمانی میں وادی نمل سے تین میل کی بلندی پر تھا اور ہوا نے چیونٹی کی آواز کو ان کے کانوں تک پہنچا دیا۔ جب کہ وہ دوسری چیونٹیوں کو جلدی سوراخوں میں گھسنے کا مشورہ دے رہی تھی پس اس کی ہوشیاری اور پھرتی سن کر ہنسے۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا میں پرواز کرتا ہوا آرہا تھا کہ چیونٹی نے بات کہی اور ہوا نے حضرت سلیمان کے کانوں تک پہنچادی (البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پروگرام وادیٔ نمل میں اترنے اور قیام کرنے کا ہو اور اس کو چیونٹی باذنِ پروردگار بھانپ گئی ہو کہ لشکر نے یہاں اترنا ہے پس اپنی قوم کو متنبہ کر دیا ہو) یہ بات سُن کر حضرت سلیمانؑ نے لشکر کو قیام کا حکم دیا اور تخت زمین پر آگیا، پس حکم دیا کہ اس چیونٹی کو میرے پیش کیا جائے۔ چنانچہ جب وہ لائی گئی تو آپ نے فرمایا کیا تو مجھے نبی نہیں سمجھتی اور کیا میں عادل نہیں ہوں؟ چیونٹی نے عرض کی حضور میں آپ کو نبی بھی سمجھتی ہوں اور عادل بھی جانتی ہوں آپ

Presented by www.ziaraat.com

أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا

میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا کیا وہ غیر حاضر ہے؟ اس کو ضرور سزا دوں گا

شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ

سخت یا اس کو ذبح کر دوں گا مگر یہ کہ لائے میرے پاس دلیل (عذر) واضح پس زیادہ

نے فرمایا پھر تو نے اپنی قوم کو میرے ظلم سے کیوں خوفزدہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی حضور! وہ عبادتِ خدا کرتی تھیں اور توحید پرست تھیں اگر آپ کا تختِ وتاج بخت واقبال اور شان وشوکت دیکھ لیتیں تو معمولی شعور رکھنے والی مخلوق آپ کو خدا سمجھ بیٹھتی اور خدا کی عبادت سے اعراض کر کے آپ کی عبادت کرنے لگتی، اور مشرک ہو جاتی میں نے اس بہانہ سے ان کو شرک سے بچایا ہے کہ نہ یہ شان وشوکت دیکھیں اور نہ ان کا عقیدہ خراب ہو۔ پس عبادتِ پروردگار میں کسی کو شریک نہ کرنے پائیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ۔ تفقد کا معنی ہوتا ہے پڑتال کرنا کہ سب حاضر ہیں یا کوئی ان میں غیر حاضر بھی ہے۔

مَالِيَ لَا أَرَى۔ درحقیقت مَالَهُ لَا أَرَاهُ ہونا چاہیئے اس کو کیا ہو گیا ہے کہ نظر نہیں آتا لیکن محاورۂ عرب میں ایسی ترکیبوں میں ازراہ تعجب نسبت متکلم کی طرف دی جاتی ہے جس طرح کسی کو غمناک دیکھ کر کہا جاتا ہے۔ مَالِيَ أَرَاكَ كَئِيبًا۔ حالانکہ کہنا چاہیئے۔ مَا لَكَ أَرَاكَ كَئِيبًا۔ یعنی تجھے کیا ہوا ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں۔

الْهُدْهُدَ۔ پنجابی میں اس کو ورکھان پکھی کہتے ہیں۔ تفاسیر میں اس کی دو وجوہ ذکر کی گئی ہیں ایک تو یہ کہ جب آپ تخت پر اہل دربار سمیت جلوہ گر ہوتے تھے تو پرندے اوپر صف بستہ رکے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی گود میں دھوپ کا نشان ہوا تو فوراً سر اٹھا کر دیکھا تو ہدہد غائب تھا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو سفر میں پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کو پانی تلاش کرنے کیلئے حکم دینا تھا کیونکہ یہ زمین کے اندر پانی کو اس طرح دیکھ سکتا ہے جس طرح ہمیں شیشے سے نظر آتا ہے۔ بروایت عیاشی ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت سلیمانؑ کی ہدہد کو طلب کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا ہدہد زمین سے پانی کو اس طرح دیکھ سکتا ہے جس طرح تم لوگ شیشی میں تیل کو دیکھتے ہو۔ یہ سن کر ابوحنیفہ اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر ازراہِ تمسخر ہنسنے لگا۔ آپ نے پوچھا۔ اے ہنستا کیوں ہے؟ کہنے لگا۔ آج میں نے جیت لیا ہے۔ فرمایا وہ کیسے؟ تو کہنے لگا جو پرندہ پانی کو زمین کے اندر سے دیکھ سکتا ہے وہ زمین کے اوپر بچھے ہوئے جال کو کیوں نہیں دیکھ سکتا کہ پھنس جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اے نعمان، تجھے معلوم نہیں جب تقدیر آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جایا کرتی ہیں۔

لَأُعَذِّبَنَّهُ۔ یعنی میں اس کو اس غیر حاضری کی اور بلا رخصت چلے جانے کی سزا دوں گا یا تو اس کے پر نوچ کر اس کو دھوپ میں ڈال دوں گا۔ یا اس کے کسی دشمن پرندے کے ہمراہ اس کو پنجرے میں قید کر دوں گا۔ چونکہ آپ کی حکومت کا دائرہ وسیع تھا اور پرندے بھی ان کے زیرِ حکومت تھے لہذا قانون شکنی اور فریضہ سے غیر حاضری کی سزا نظامِ حکومت کو قائم رکھنے کے

Presented by www.ziaraat.com

لئے ضروری تھی پس ہر جنس کی سزا اس کی اپنی حیثیت کے مطابق تجویز ہوا کرتی تھی چنانچہ ہدہد کی سزا پر نوچ کر دھوپ میں ڈالنا یا دشمن کے ساتھ ایک پنجرے میں قید ہونا یا ان دونوں سے سخت سزائے موت دینا تھی چنانچہ فرمایا اَوۡلَاَ۟ اذۡبَحَنَّهٗۤ یا اس کو ذبح کردوں گا چونکہ پوری مملکت میں آپ چیف جسٹس تھے۔ لہٰذا معمولی سزا دیتے یا سخت سزا تجویز کرتے یا سرے سے معاف کر دیتے۔ ان کے اختیار میں تھا۔

اَوۡ لَیَاۡتِیَنِّیۡ۔ یا یہ کہ وہ میرے پاس عذر واضح لائے اور اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کرے پس سزا معاف کردوں گا۔

تفسیر برہان میں کافی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حضرت محمد مصطفیٰ ص تمام نبیوں کے وارث تھے ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ حضورؐ اس سے اعلم تھے۔ سائل نے پوچھا۔ حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو باذنِ پروردگار زندہ کرتے تھے۔ اور حضرت سلیمان بن داؤدؑ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے ؟ کیا حضورؐ بھی یہ کام کرسکتے تھے آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ نے جب ہُدہُد کو غائب پایا تو ناراض ہو کر فرمایا میں اس کو اس کی غیر حاضری کی سزا دوں گا کیونکہ وہ پانی کے متعلق صحیح خبر دیا کرتا تھا۔ تو گویا اس پرندہ کو وہ چیز عطا کی گئی جو حضرت سلیمانؑ کو عطا نہ ہوئی۔ بے شک ہوا چیونٹیاں جن و انس اور شیاطین وغیرہ سب اس کے اطاعت گذار تھے لیکن ہوا میں پرواز کرنے کے باوجود اُسے پانی معلوم نہ ہوسکتا تھا (اور اس بات میں وہ ایک پرندے کا محتاج تھا) اور اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ قرآن کے ذریعے پہاڑ چل سکتے ہیں۔ زمینوں کے فاصلے طے کئے جا سکتے ہیں اور مردے زندہ ہوسکتے ہیں اور ہم اسی قرآن کے وارث ہیں جس میں پہاڑوں کا چلانا مسافت کا طے کرنا اور مُردوں کا زندہ کرنا موجود ہے اور ہم ہوا کے نیچے پانی کا وجود جانتے ہیں۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی غائب ایسا نہیں ہے جس کا ذکر کتاب مُبین میں نہ ہو۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ہم نے کتاب کا وارث اپنے ان بندوں کو کیا ہے جن کو ہم نے چُن لیا ہے۔ پس ہم ہی وہ ہیں جن کو اللہ نے چُنا ہے اور ہم کو ہی اس نے کتاب کا وارث بنایا ہے۔ جس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔ (ملخصاً)

وافی میں بروایت کافی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں سخت قحط ہوا پس لوگ حضرت سلیمانؑ کے پاس جمع ہوئے اور دعائے بارش کی درخواست کی آپ نے فرمایا کل صبح نماز کے بعد آجانا چنانچہ دوسرے دن نماز صبح کے بعد آپ بمع رعایا کے روانہ ہوئے۔ ایک جگہ چیونٹی کو آپ نے دیکھا کہ قدم زمین پر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے مناجات کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم تیری مخلوق تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ تو ہم کو بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ کر یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اب پلٹ جاؤ کہ دوسری مخلوق کے صدقہ میں تمہیں بھی سیراب کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور اس سال اس قدر بارش ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایک سال میں اتنی بارش نہیں ہوئی تھی (وافی باب الذنوب) اور اسی مضمون کی روایت فقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

فَمَکَثَ ص ۲۳۴۔ یعنی حضرت سلیمانؑ زیادہ نہ ٹھہرا کہ ہُدہُد پیش ہو گیا۔ اور اس نے اپنا عذر پیش کرنا شروع کیا یا یہ کہ ہُدہُد زیادہ نہ ٹھہرا غیر حاضری میں کہ آگیا اور کہنے لگا۔

Presented by www.ziaraat.com

غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ

دیر نہ گذری (کہ وہ آگیا) پس کہا میں ایک خبر لایا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں اور لایا ہوں ملک سبا سے

بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ

یقینی خبر تحقیق میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت ان پر حکمران ہے اور دی گئی اس کو

كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ

(حکومتی ضرورت کی) ہر چیز اور اس کا تخت عظیم الشان ہے اور میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا ہے پوجا کرتے ہیں

لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

سورج کی اللہ کے سوا اور مزین کیا ہے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال کو پس روک رکھا ہے

عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ

ان کو سیدھے راستے سے پس وہ ہدایت نہیں پاتے کہ نہ سجدہ کریں اللہ کا جو

اَحَطْتُ۔ میں نے اس کا احاطہ کیا ہے۔ جس کا آپ نے نہیں کیا یعنی میں وہ معلومات حاصل کر کے لایا ہوں۔ جو آپ کو نہ جنّ فراہم کر سکے اور نہ انسان۔ اور میں ایسے مقام پر پہنچا ہوں کہ آپ آج تک وہاں نہیں پہنچ پائے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ سابق انبیاء میں یہ بات ممکن تھی بلکہ واقع تھی کہ ان کی رعایا اور امت میں سے کوئی فرد ایک بات جانتا ہو اور نبی کو اس کا علم نہ ہو۔ لہذا حضرت موسیٰؑ وخضرؑ کے واقعہ میں یہ کہنا کہ ماتحت نبی کو ایسی باتیں معلوم تھیں جن کا مافوق نبی موسیٰؑ کو علم نہ تھا کیسے ممکن ہے؟ حضرت موسیٰؑ کا ماتحت انسان تو تھا بلکہ نبی بھی تھا۔ جس سے بعض معلومات حاصل کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا تھا لیکن حضرت سلیمان کا ماتحت نبی تو بجائے خود انسان بھی نہیں ایک چھوٹا سا پرندہ ہے جو ایسے معلومات لایا کہ نبی بھی ان سے بے خبر تھا۔ ہاں علوم نبوت اور احکام شریعت میں ہر نبی کا اپنے زمانہ کے اور اپنی جملہ اُمت کے افراد سے ممتاز ہونا ضروری ہے اور یہ اللہ کے راز ہیں اور وہ خود ہی ان کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

بہرکیف ہُدہُد نے جب یہ دعوےٰ کیا کہ میں ایسے معلومات لایا ہوں کہ آپ ان سے آج تک بے خبر ہیں تو حضرت سلیمان ؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور پوری توجہ سے اس کی خبروں کو سُنا۔ اس مقام پر حضرت سلیمانؑ کا یہ دعوےٰ کہ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ہم کو ہر چیز میں سے عطا کیا گیا ہے۔ اس کی حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ جو اشیاء نظام مملکت اور تدبیر سلطنت کے لئے نیز جو علوم

Presented by www.ziaraat.com

يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا

نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (عدم سے وجود کی طرف) اور جانتا ہے خفیہ و اعلانیہ

ومعارف مقامِ نبوت کے لئے ضروری ہیں ہم کو وہ عطا کئے گئے ہیں نہ کہ ہر چیز ورنہ ہدہد کی خبر سے وہ بے نیاز ہوتے۔

مِنْ سَبَاٍ۔ ہدہد نے کہا کہ میں ابھی ملک سباء سے آیا ہوں کہ وہاں ایک عورت حکمران ہے۔ بعض نحویوں نے سباء کو منصرف پڑھا ہے کیونکہ یہ ایک آدمی کا نام ہے جس کی طرف قبیلہ منسوب ہے اور بعضوں نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے کہ یہ قبیلہ کا نام ہے پس علم اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور بعض نحویوں نے اس کا منصرف پڑھنا اور غیر منصرف پڑھنا برابر قرار دیا ہے اور جنہوں نے ایک شخص کا نام قرار دیا ہے کہتے ہیں کہ یمنی لوگ سب اس کی نسل سے ہیں اور وہ سبا بن یشجب ابن یعرب بن قحطان تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ملک یمن میں واقع ہے اور اس کا دوسرا نام مارب ہے اور یہ صنعاء سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ شاید اس زمانہ میں ملک یمن کو ملک سباء ہی کہتے ہوں گے کیونکہ پایۂ تخت یہی شہر تھا۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ خداوند کریم نے سباء میں بارہ نبی بھیجے ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے حضورؐ سے سباء کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا سبا ایک آدمی کا نام تھا جس کے دس لڑکے تھے اُن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں جا بسے ان کے نام لخم جذام غسان اور عاملہ تھے اور یمنیوں کے نام کندہ اشعر ازد مذحج حمیر اور انمار ہیں اور انمار کے دو قبیلے ہیں خثعم اور بجیلہ۔ بہرکیف شہر کا نام ہو یا قبیلہ کا نام ہو یا شخص کا نام ہو۔ ان میں تضاد اس لئے نہیں کہ ایک شخص کے نام سے شہر کا نام بھی رکھا جا سکتا ہے اور وہ قبیلہ کا نام بھی بن جاتا ہے۔

بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ۔ یعنی پکی خبر اور ہر لحاظ سے مکمل خبر لایا ہوں کہ اس کا کوئی ضروری گوشہ معرضِ خفا میں نہ ہوگا اور احاطہ کا لفظ بھی اس معنی کی وضاحت کے لئے ہے کہ میں نے اس کے سارے گوشے معلوم کئے ہیں کہ ادھوری خبر نہیں لایا۔

اِمْرَاَةً۔ [ع ۲۳۶] یعنی وہاں واحد حکمران ایک عورت ہے (اس کا نام بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن ریان تھا اور مروی ہے کہ چالیس پشتوں سے ان میں حکومت چلی آرہی تھی۔ چالیسواں بادشاہ بلقیس کا والد تھا جس کا نام شراحیل یا شرحبیل منقول ہے۔)

اُوْتِیَتْ۔ یعنی تدبیر مملکت اور نظام حکومت کے لئے جن اسباب و آلات کی ضرورت ہوتی ہے اس کے پاس سب کچھ موجود ہے۔

عَرْشٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی اس کا سریر مملکت بہت بڑا ہے کہ آپ کے پاس بھی ایسا نہیں ہے جس کا سامنے کا حصہ سونے کا ہے جس پر یاقوت سُرخ اور زمرد سبز جڑے ہوئے ہیں اور پچھلا حصہ چاندی کا ہے جو گوناگوں کے ہیرے جواہر اور رنگ برنگے موتیوں سے مرصع ہے۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اس کی لمبائی چوڑائی اور بلندی تیس تیس ذراع تھی اور وہ دربارِ عام میں اس کے اوپر بیٹھ کر حکم کرتی تھی۔ رازی نے (علی مانقل عنہ) ذکر کیا ہے کہ ملحد و بے دین لوگ اس پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اوّلاً تو ہُدہُد کا کلام کرنا ناممکن ہے اور ثانیاً شام (اردن) سے یمن کی طرف جانا اور تھوڑی سی مدّت میں جا کر واپس پہنچنا بھی محالات میں سے ہے اور اس کا جواب مفصّل لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ امور خالق کل پروردگار کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ہیں۔ اس قسم کے اشکالات وہ لوگ کرتے ہیں جن کا ہاتھ دامن توحید

سے کوتاہ ہو۔ ابوالحسن شعرانی مجمع البیان کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ پرندہ کی حکایت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو قابل اعتراض ہو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے لئے امورِ غائبہ کی خبریں دینا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ نیز پرندوں کا تربیت پاکر خطوط لے جانا اور ان کا جواب لانا امورِ ممکنہ میں سے نہیں ہے۔ لہذا مفسرین نے اس بارے میں جو معلومات درج کتب کی ہیں ان کے باطل ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت وسیع ہے اور واقعہ میں ذکر کردہ امور اس کی قدرت سے بعید نہیں ہیں البتہ اگر روایات غلط طور پر نقل کی گئی ہیں تو اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایسی روایات درج کتب کی ہیں جو حقیقت سے بے تعلق ہیں (اقول) زمانہ گذشتہ میں جب کہ اسباب و ذرائع محدود تھے۔ اور رسل و رسائل کے امور پیدل کے لمبے چوڑے اسفار پر منحصر تھے شاہان وقت کے پاس پرندوں کی تربیت کا معقول انتظام ہوتا تھا جو بعض ضروری خطوط کو تربیت یافتہ پرندوں کے ذریعے سے دور دراز تک بھیجتے تھے اور جواب واپسی بھی حاصل کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت چونکہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ پرندے بھی اس کے زیر فرمان تھے تو ان کا تربیت یافتہ ہونا اور اس قسم کے امور کو انجام دینا کیا بعید ہے نیز اللہ قادر ہے کہ بعض پرندوں کو اس قدر تیزی کی توفیق دے دے اور حضرت سلیمان ع کی جانب سے ممکن ہے کہ محکمہ سراغرسانی انہی پرندوں کے سپرد ہو جس طرح کہ سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کی ڈیوٹی ہوا کے ذمہ تھی اور محکمہ تعمیرات قوم جن کے سپرد تھا اس کا بلا اطلاع چلا جانا حضرت سلیمان ع کے لئے قابل اعتراض تھا اور محکمۂ سراغرسانی کا اس کے ذمہ ہونا اس امر سے بھی منکشف ہے کہ حضرت سلیمان ع نے جب اس کی غیر حاضری پر اس کی سزا کا اعلان فرمایا تو یہ استثناء بھی ذکر کیا کہ اگر کوئی معقول عذر اور واضح چیز اس نے پیش کی (یعنی کچھ اچھے معلومات اس نے فراہم کئے) تو اس کی سزا برطرف کر دی جائے گی اور ہُدہُد کی مکمل رپورٹ اس امر کی غماز ہے کہ وہ تربیت یافتہ تھا اور اس میں عہدۂ سفارت کی اہلیت موجود تھی۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں یہ تفصیل بیان کی کہ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو سورج کی عبادت کرتا ہوا پایا ہے کہ وہ اللہ کے بجائے سورج کے پجاری ہیں اس پر بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا ہے کہ ہُدہُد جیسے پرندے کو اللہ کی معرفت سے کیا سروکار اور اسے کیا خبر کہ سورج کی عبادت اور اللہ کی عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں نہ وہ ذوی العقول میں سے تھا اور نہ اس قسم کی باتیں سمجھنے کی اہلیت رکھتا تھا کیونکہ عبادت کی تکلیف صرف جنوں اور انسانوں کے لئے ہے اور یہی معرفت حاصل کرنے کے اہل ہیں اور اس اشکال کا حل انہوں نے یہ پیش کیا ہے کہ پرندے کی خبر اس طرح تھی جس طرح انسانوں میں چھوٹے لڑکے جو بلوغ کے قریب ہوں وہ اگرچہ خود معرفت نہیں رکھتے لیکن ہمیں اللہ کی عبادت کرتا دیکھ کر کہیں اس کا الٹ دیکھیں تو اس کو باطل کہنے کو تیار ہوتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ حق و باطل میں تمیز کرنے کے اہل نہیں ہوتے اسی طرح ہُدہُد نے ادھر حضرت سلیمان ع کو اللہ کا سجدہ کرتے دیکھا تھا جب ملکہ سبا کو اس نوعیت کی مخالف عبادت میں دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ باطل ہے۔

علامہ طبرسی نے فرمایا ہے کہ یہ حل بالکل قرآن کے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ حق اور باطل یعنی توحید پرستی اور سورج پرستی میں فرق کرنا اور ایک کو اچھا سمجھنا اور دوسرے کو بُرا جاننا بغیر معرفت خداوندی کے قطعاً ناممکن ہے اسی طرح جائز اور ناجائز کا فرق بیان

Presented by www.ziaraat.com

کرنا ایک غیر عارف سے محال ہے اور اس کے بعد ان کی گمراہی کو شیطان کی طرف منسوب کرنا کہ ان کے اعمال کو شیطان نے ان کے لئے مزین کر رکھا ہے اور ان کو راہِ حق سے روک رکھا ہے یہ ایک ایسا پُر مغز اور مدلل بیان ہے کہ نہ معرفت رکھنے والا اس کو ادا نہیں کر سکتا اور اس سے صاف واضح ہے کہ ہُدہُد کے تصور میں عدلِ خداوندی کا نقشہ بھی تھا اور یہ کہ خدا فعلِ قبیح کا بھی مرتکب نہیں ہو سکتا ! اور خدا قادر ہے کہ کسی پرندہ کو اتنا شعور و ہوش عطا فرمائے کہ وہ ان معاملات کو سمجھ سکے اور بیان کر سکے۔ ہاں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس قسم کی چیزیں بعید از قیاس ہیں تو اس استبعاد سے حقیقت اشیاء بدل نہیں سکتی چنانچہ آجکل کے زمانہ ارتقار انسانی میں جب کہ فضائے آسمانی کو مسخر کرنے کے لئے انسانی ذہن بے چین ہیں اور چاند کی فتح کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔ ایک طرف دعوے کرنے والے بے دھڑک اور بانگِ دہل اخباروں میں اور ریڈیائی اطلاعات میں دھڑا دھڑ اعلان کر رہے ہیں کہ ہمارے خلا باز چاند پر اُتر گئے اور چاند کی سطح پر کچھ دیر رہ کر واپس آگئے، انہوں نے چل کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنی زبان سے بھی اعلان کیا کہ ہم گئے اُترے اور کچھ دیر تک ٹھہرے آپس میں باتیں کیں اور وہاں سے کچھ ساتھ بھی لائے اور اس سب اعلان و اشتہار و دعوے کے باوجود اس سائنسی دور میں بہت کافی انسان ایسے بھی ہیں جو اب تک یہی رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ ناممکن ہے بعید ہے غلط ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ اب دنیا کا کوئی مہذب سے مہذب انسان ان سے منوا تو دیکھے بلکہ سنا ہے بعض مولویوں نے یہ فتویٰ بھی دیا ہے کہ جو چاند پر کسی انسان کے اترنے کو صحیح مانے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یعنی وہ مُرتد ہو جاتا ہے اور اس کی مسلمان عورت اس سے فارغ ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ جو شخص کسی کی بات کو ناممکن کہنے لگ جائے اس سے منوانا بہت مشکل ہو جاتا ہے بہرکیف یہ ہُدہُد کا واقعہ جس کی قرآن نے حکایت کی ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو عقل کے مقتضا کے خلاف ہو یا اس کو ناممکن کہا جا سکے۔

اَلَّا یَسْجُدُوْا۔ اگر اَلَّا کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو پچھلی عبارت کے ساتھ متصل ہوگا اور ہدہد کی حکایت کا تتمہ ہوگا۔ یعنی شیطان نے ان کو سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا ہے لِئَلَّا یَسْجُدُوْا تاکہ وہ اللہ کا سجدہ نہ کریں۔ پس اس صورت میں یہ مفعول ہوگا۔

اور اس کی دوسری قرأت اَلَا یَسْجُدُوْا بغیر تشدید کے ہے اور اس کی اصل ہے اَلَا یَا قَوْمِ اسْجُدُوْا اس اعتبار سے یہ آیت درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ پہلی بات یعنی ہُدہُد کی حکایت ختم ہوئی کہ وہ شیطان کے پھندے میں ایسے پھنسے ہیں کہ اللہ کی عبادت کی طرف آتے ہی نہیں ہیں۔ پس ارشاد ہوا کہ اے لوگو اللہ کی عبادت کرو۔ جس نے آسمان اور زمین کی پوشیدہ اشیاء کو کتمِ عدم سے نکال کر خلعتِ وجود عطا فرمایا اور ممکن ہے کہ یہ حضرت سلیمانؑ کا مقولہ ہو لیکن پہلی تشدید والی قرأت کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ایک تو کلام متصل میں جملہ معترضہ کا فاصلہ نہیں پڑتا اور دوسرا یَسْجُدُوْا پر یاء داخل ہے ورنہ اگر اَلَا حرف تنبیہ ہوتا اور یا ء حرف ندا ہوتا تو کتابت میں یا الگ ہوتا اَلَا یَا اسْجُدُوْا امر کا صیغہ بغیر اتصال یا کے لکھا جاتا۔ دوسری قرأت کے لحاظ سے امر پر حرف تنبیہ اس لئے ہے کہ مامور کو مامور بہ کی اہمیت کا احساس دلایا جائے اور اسی بناء پر منادی کا ذکر کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا گیا اور مامور بہ کو فوری طور پہ ذکر کر دیا گیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر اَلَّا یَسْجُدُوْا پہلی قرأت کے لحاظ سے پڑھا جائے اور اس کو ماقبل کے ساتھ متصل قرار دیا جائے۔ تو آیت کے اختتام پر سجدۂ تلاوت استحباباً کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ آیت میں سجدہ کا حکم نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے، کہ

Presented by www.ziaraat.com

تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۶﴾ قَالَ

سب کا موں کو اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ جو عرش عظیم کا رب ہے فرمایا

سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۲۷﴾ اِذۡہَبۡ بِّکِتٰبِیۡ

عنقریب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا ہے تو جھوٹ بولنے والوں میں سے لے جا میرا یہ خط

ہٰذَا فَاَلۡقِہۡ اِلَیۡہِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡہُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

پس ڈال طرف ان کے پھر پوشیدہ ہو جا ان سے پس دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

قَالَتۡ یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَؤُا اِنِّیۡۤ اُلۡقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیۡمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّہٗ مِنۡ

کہنے لگی اے سردارانِ قوم میری طرف بھیجا گیا ہے ایک خط کریم تحقیق وہ سلیمان

ترک سجدہ پر مذمت کا ہونا سجدہ کی محبوبیت کو ظاہر کرتا ہے۔ بنا بریں آیت کے اختتام پر سجدہ مستحب ہے اور اس کا طریقہ پارہ نمبر۹ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔

خَبۡءَ السَّمٰوٰت۔ اس جگہ خَبۡءٌ بمعنی مخبوءٌ ہے یعنی جن اشیا کو خدا نے کتم عدم سے نکال کر منصۂ شہود پر خلعتِ وجود میں ظاہر فرمایا وہ سب مخبو یعنی پوشیدہ تھیں جن کو عالم خفا سے نکال کر عالم ظہور میں اس نے جگہ دی۔ بعضوں نے خبءٌ کا معنی غیب کیا ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آسمانوں کی پوشیدہ چیز جس کو اللہ ظاہر کرتا ہے اس سے مراد بارش ہے اور زمین کی پوشیدہ اشیا جملہ نباتات ہیں۔

قَالَ سَنَنۡظُرُ۔ جب ہُدہُد نے اپنے سفر کی رپورٹ پیش کر لی تو حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا تیری خبر کی صحت کا ہم ابھی امتحان لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک خط تحریر فرمایا اور سر بمہر کر کے ہُدہُد کے حوالے کیا اور فرمایا میرا خط ملکہ سبا بلقیس کے پاس لے جا اور اس کا جواب واپس لے آ۔

فَاَلۡقِہۡ۔ اس کو قاریوں نے تین طریقوں سے پڑھا ہے۔ اَلۡقِہۡ۔ اَلۡقِہٖ۔ اَلۡقِہَا۔ موجودہ قرآنوں میں پہلی قرأت درج ہے۔

تَوَلَّ عَنۡہُمۡ۔ یہ عبارت صاف بتلاتی ہے کہ وہ پرندہ تربیت یافتہ تھا کیونکہ حضرت سلیمان ؑ اس کو فرما رہے ہیں کہ خط دے کر ان کی نظروں سے چھپ کر رہنا اور حالات کا خوب جائزہ لیتے رہنا کہ وہ اس کے جواب میں کیا کیا تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ہُدہُد خط کو لے کر وہاں پہنچا تو اس وقت ملکہ بلقیس اپنے محل میں سیدھی سوئی ہوئی تھی اور محو خواب تھی پس اس نے اس کے سینے پر خط پھینک دیا اور اس کی کیفیت یہ بیان کی گئی ہے کہ ہُدہُد کہیں رات کے پچھلے حصہ میں پہنچا کہ اس کے پہنچنے کے بعد سورج کا طلوع ہوا اپنی چونچ میں خط کو لیکر اِدھر اُدھر موقعہ کی تلاش میں رہا ملکہ اپنے محل کے اندر تھی اس کے کمرہ میں مشرقی طرف ایک روشندان تھا کہ چڑھتے سورج کی روشنی اس

Presented by www.ziaraat.com

سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ

کی طرف سے ہے اور اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے اور یہ کہ میرے اوپر سرکشی

وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ

نہ کرو اور آجاؤ مسلمان ہو کر کہنے لگی اے سردارو! مشورہ دو مجھے میرے معاملہ میں کہ میں نہیں

سے گذر کر کمرہ کے اندر پہنچ جاتی تھی اور ملکہ اُٹھ کر سورج کا سجدہ کر لیتی تھی۔ ہدہد نے جاتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے پر مار کر روشندان کی کھڑکی کو بند کر دیا پس کمرے میں اندھیرا ہو گیا حتیٰ کہ سورج کے طلوع ہونے کا بھی ملکہ کو علم نہ ہو سکا پس وہ دن معلوم کرنے کے لئے اُٹھی تو اس نے اس کے سامنے حضرت سلیمان کا مکتوب ڈال دیا ملکہ نے خط کا مطالعہ کیا اور مضمون خط کو سمجھا پھر باہر آئی اور ارکینِ دولت ومشیرانِ حکومت اور جملہ آفیسرانِ مملکت کو بلایا اس وقت ان کی تعداد تین سو بارہ تھی پس ان کے سامنے حضرت سلیمان کے خط اور اس کے مضمون کا انکشاف کیا۔

کِتٰبٌ کَرِیْمٌ۔ خط کو کریم کہنے کی کئی وجوہ ذکر کی گئی ہیں (۱) خط بند تھا اور اُوپر مہر تھی اس لئے اس کو کریم کہا اور حضورؐ کا بھی فرمان ہے کہ خط کا اکرام یہ ہے کہ اس کو بند کر کے مہر کیا جائے (۲) بسم اللہ کی ابتدا کی وجہ سے اسے کریم کہا (۳) حسن تحریر اور عمدگیٔ بیان کی وجہ سے اس کو کریم کہا (۴) چونکہ وہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق سن چکی تھی کہ وہ جنوں، انسانوں اور پرندوں سب پر وسیع حکومت وسلطنت کا مالک ہے اس لئے ان کے خط کو کریم کا لقب دیا۔

رکوع نمبر ۱۸ ملکہ سبا کی ارکانِ دولت سے اہم گفتگو

قَالَتْ۔ ملکہ بلقیس نے جب ارکان دولت اور شجاعانِ لشکر کے سامنے حضرت سلیمانؑ کے خط کا مضمون پڑھا جس میں توحید پروردگار کا سب سے پہلے اعلان تھا۔ چنانچہ خط کا سرنامہ ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھا۔ اس کے بعد اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ میں بصورت انکار، جنگ کا اعلان اور تہدید کا پہلو بھی ظاہر تھا اور آخر میں وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ کے فقرہ میں صلح کی پیش کش تھی۔ سب نے مل کر حضرت سلیمانؑ کے خط کے تینوں پہلوؤں پر غور و خوض کیا اور جب کسی صحیح اور حتمی فیصلے پر نہ پہنچ سکے تو فوجی افسروں نے اپنی وفا شعاری اور جانبازی کا یقین دلایا کہ ہمارے ذمہ جو فریضہ ہے ہم اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ ہر بڑے سے بڑے دشمن کے سامنے کوہ گراں بن کر کھڑے ہونے کو تیار ہیں اور کٹ جائیں گے مٹ جائیں گے۔ لیکن ناموس ملک اور شرافتِ قوم کے دامن پر تا حیات داغ نہ آنے دیں گے اور سلطنت کی بقاء کی خاطر خون کا آخری قطرہ قربان کر دینے کے لئے ہم تیار ہیں۔ باقی رہا حکومتی فیصلہ تو اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اقتدار اور تخت تیرے ہاتھ میں ہے۔ پس تیرے حکم کے سامنے ہمارے سر حاضر ہیں جو حکم تمہیں بھلا معلوم ہو ارشاد کیجئے اگر اعلان جنگ کرنا ہے تو فوج باوفا سر دھڑ کی بازی لگائے کھڑی ہے اور اگر صلح کرنی ہے تو ہماری وفا شعاری میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ۔ ملکہ نے جب فوجی نوجوانوں کو آمادہ حرب و ضرب دیکھا تو کہنے لگی۔ اے میری وفادار فوج کے جانباز جیالے

مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿۳۲﴾ قَالُوا نَحْنُ أُولُوا

قطعی فیصلہ کرتی کسی معاملہ میں یہاں تک کہ تم حاضر ہو کہنے لگے ہم طاقت ور

قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿۳۳﴾

ہیں اور کافی شجاعت کے مالک ہیں اور حکم تیرے پاس ہے پس دیکھ لو جو حکم کرنا ہے

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ

کہنے لگی تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو

أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿۳۴﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم

ذلیل کرتے ہیں اور یہی دستور رہا ہے اور میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف ایک

بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ

ہدیہ پس دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں پس جب قاصد سلیمانؑ کے پاس پہنچا

نوجوانو! اور میرے ملک کے شیردل بہادرو! میں تمہارے جذبات سے کھیلنا پسند نہیں کرتی۔ ذرا جذبات سے بالاتر ہو کر سوچو اور ٹھنڈے دل سے اس کا صحیح حل تلاش کرو۔ دیکھو آگ لگانا آسان ہے لیکن اس کے پھیل جانے کے بعد اس کا بجھانا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح لڑائی کا چھیڑنا اور اعلان جنگ کر دینا آسان ہے لیکن اس کا انجام نہایت بھیانک اور دہشت ناک ہے۔ آج تک کی تاریخ کا جائزہ تو لو۔ جب بادشاہ لڑتے ہیں تو تباہی جانبین میں ہوتی ہے۔ اکثر کام کے آدمی اور فوج کے مایۂ ناز نوجوان میدان میں مارے جاتے ہیں۔ بہت سے آباد و شاد گھرانوں کی خوشیاں غمیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ خاندانوں کے خاندان اجڑ جاتے ہیں اور پھر فاتح بادشاہ جب مفتوح و مغلوب حکمران کے پایۂ تخت کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتا ہے تو پہلے شہر تباہ ہوتا ہے اور اس کے بعد کسی باعزت شہری کی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ اور یہی دستور آج تک چلا آیا ہے ان سب باتوں کو خوب سوچو اور جذبات کی رو میں جانے اور بہنے کی ہرگز کوشش نہ کرو۔

وَاِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ۔ میں اس بات کی مزید تحقیق کرتی ہوں کہ آیا وہ خدا کا بھیجا ہوا نبی ہے یا دنیا کا بادشاہ ہے۔ پس اگر نبی برحق ہو گا۔ تو ہم ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ خدا پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ پس میں ایک تحفہ اور ہدیہ بھیجتی ہوں، اگر دنیاوی بادشاہ ہو گا تو مال دنیا لے کر خوش ہو جائے گا۔ پھر اس کا مقابلہ ہم آسانی سے کر سکیں گے۔ لیکن اگر نبی ہو گا تو دنیاوی مال پر ہرگز راضی نہ ہو گا۔ پس ہم مقابلہ نہ کریں گے۔ بلکہ اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر کے خوشی خوشی دامن اسلام سے وابستہ ہو جائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

ملکہ بلقیس کی رائے سب نے پسند کی۔ اور اسی کو مجلس مشاورت کا آخری فیصلہ قرار دیا گیا۔
تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس نے پانچ چیزیں تیار کیں۔
(۱) نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکیاں اور سب کو ایک رنگ کا لباس پہنا دیا تاکہ نر و مادہ کی شناخت نہ ہو سکے۔ اور اس میں دو قول اور بھی ہیں۔
بعض کہتے ہیں کہ ہر صنف کی تعداد دو دو سو تھی اور لباس عورتوں کا لڑکوں کے لئے اور مردوں کا لڑکیوں کے لئے تجویز ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ پانچ سو کی تعداد تھی کہ لڑکیوں کو مردانہ لباس پہنایا گیا اور لڑکوں کو زنانہ لباس۔ ہاتھوں میں سونے کے کنگن گلے میں سونے کے ہار اور کانوں میں موتیوں سے جڑے ہوئے سنہری بندے پہنائے گئے۔ اور سب کو عمدہ گھوڑوں پر سوار کیا گیا جن کی لگامیں موتیوں سے جڑاؤ دار سنہری تھیں اور یہ سب کچھ بطور ہدیہ کے پیش کرنا تھا۔
(۲) اس میں دو قول ہیں۔
ایک یہ کہ اطلس و دیباج کے قیمتی کپڑوں میں سونے کی اینٹیں لپیٹ کر بھیجیں۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ سونے کی پانچ سو اینٹ۔ چاندی کی پانچ سو اینٹ اور ایک یاقوت و جواہر سے جڑا ہوا تاج شاہی بطور ہدیہ کے روانہ کرنا تجویز ہوا۔
(۳) ایک ڈبیہ میں ایک درنا سفتہ بند کیا اور اس میں ایک مہرہ بھی رکھا جس میں ٹیڑھا سوراخ تھا
(۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُس نے ہدیوں میں ایک عصا بھی بھیجا جو بعد میں حمیر کے شہنشاہوں میں بطور وراثت کے یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا۔
(۵) نیز ایک پانی کا خالی پیالہ بھی ساتھ دیا۔ پہلی روایت کے مطابق اپنی قوم کے ایک شریف آدمی منذر بن عمرو کو بلایا اور عہدۂ سفارت اس کے سپرد کر کے چند آدمی چیدہ و فہمیدہ اور بھی اس کے ساتھ کئے۔ نیز ایک خط تحریر کیا۔ جس میں حضرت سلیمانؑ سے درخواست کی گئی کہ اگر آپ اللہ کی جانب سے برحق نبی ہیں تو عورتوں اور مردوں میں امتیاز کر دیں اور یہ بتائیں کہ ڈبیہ کے اندر کیا چیز بند ہے اور درنا سفتہ میں سوراخ کر دیں۔
اور تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ سوراخ نہ لوہے سے ڈالا جائے اور نہ آگ اس کے قریب کی جائے اور ترچھے ٹیڑھے سوراخ والے مہرے میں تاگا ڈال دیں کہ تاگا ڈالنے والا نہ انسان ہو اور نہ جن ہو۔
اور دوسری روایت کے ماتحت عصا کے سر کا کنارہ اور نیچے کا کنارہ معین کر دیں اور پیالہ کو پانی سے پُر کریں جو نہ زمین کا ہو اور نہ آسمان کا ہو۔ پس یہ سب چیزیں اپنے نامزد سفیر منذر بن عمرو کے حوالہ کیں اور خط بھی ساتھ دیا۔ اور اس کو یہ بات سمجھائی کہ خیال رکھنا جب پہلی بار ان سے ملاقات ہو تو دیکھنا اگر غصہ سے بھرپور ہو کر تجھے رعب و جلال سے دیکھتا ہو تو سمجھ لینا کہ دنیاوی بادشاہ ہے۔ پس بالکل نہ گھبرانا کیوں کہ ہماری طاقت اس سے کم نہیں ہے۔ لیکن

Presented by www.ziaraat.com

اگر تجھے پیار و محبت کی نگاہوں سے دیکھے اور لطف و کرم کے انداز سے پیش آئے تو یقین کرنا کہ وہ خدا کا فرستادہ نبی ہے۔ پس ادھر سے ہدایا و تحائف لے کر ملک سبا (یمن) سے یہ لوگ روانہ ہوئے۔ اور ادھر ہُدہُد ان تمام باتوں کو نوٹ کر کے تیز پروازی سے بارگاہِ سلیمانی میں پہنچا اور جاتے ہی اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی کارگذاری اور پوری حقیقتِ حال سنا دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کی رپورٹ مکمل سن لی تو جنوں کو حکم دیا کہ سونے اور چاندی کی اینٹیں تیار کریں چنانچہ انہوں نے تعمیلِ حکم میں بہت جلدی کی پھر حکم دیا کہ قیام گاہ سے لے کر چند فرسخ تک پورا میدان صاف کر کے اس پر سونے اور چاندی کی اینٹوں کا فرش تیار کر لو۔ اور اس پورے میدان کی چار دیواری مکمل کرو۔ جس کے کنگرے سونے اور چاندی کے ہوں۔ جب یہ سب کام مکمل ہو گیا تو جنوں کو حکم دیا کہ اپنی تمام اولاد کو یہاں بلا لاؤ۔ چنانچہ سب قوم جنات اکٹھی ہو گئی تو فرمایا میدان کے دائیں بائیں ان کو کھڑا کر دیا جائے۔ پس درمیان میں اپنے شاہی تخت پر حضرت سلیمان علیہ السلام خود جلوہ افروز ہوئے۔ اور چار ہزار کرسی، تخت کے دائیں طرف اور چار ہزار کرسی تخت کی بائیں طرف نہایت اچھی ترتیب اور سلیقے سے رکھی گئی۔ شیاطین کو حکم دیا کہ صف بستہ چند فرسخ تک راستے پر کھڑے ہو جاؤ اور دوسری طرف انسانوں کو صف بستہ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ وحشی جانوروں درندوں حشرات الارض اور پرندوں کو نہایت خوشنما انداز میں صف بستہ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ راستے کے دائیں بائیں بہت دور تک حضرت سلیمانؑ کی مختلف الاجناس فوج صف بستہ حکم شاہی میں پابند اور چاک و چوبند انتظار میں کھڑی ہو گئی۔ ادھر سے جب ملکہ بلقیس کے قاصد سامان ہدیہ لے کر اس میدان کے قریب پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا شاہی ضبط اور فوجی نظم و نسق اور مختلف الاجناس رعایا کا سلیقہ و ڈسپلن ملاحظہ کیا تو ان کے سانس پھول گئے۔ اور حیرت و اضطراب کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ پس شرم کے مارے ہدیے اور تحفے جو ساتھ لائے تھے وہ میدان کی چار دیواری کے باہر پھینک کر اندر آ گئے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاہی دربار میں پہنچ کر آپ کا آداب شاہانہ سے سلام کیا آپ نہایت خندہ پیشانی اور ہنس مکھی سے پیش آئے اور رسمی خوش آمدید کے بعد فرمایا سناؤ کس مطلب کے لئے آئے ہو تو انہوں نے اپنا سارا پروگرام پیش کر دیا۔ منذر بن عمر و سارے وفد کا سربراہ تھا اس نے ملکہ کا خط پیش کیا آپ نے فرمایا وہ ڈبیہ کہاں ہے؟ چنانچہ انہوں نے پیش کی تو آپ نے اس کو حرکت دی اور فرمایا اس میں درِ ناسفتہ ہے اور ایک مہرہ ہے جس کا سوراخ ٹیڑھا ہے۔ بلقیس کے سفیر نے عرض کی کہ حضور دُرِ ناسفتہ میں سوراخ کرنا ہے اور مہرے میں تاگا ڈالنا ہے۔ آپ نے دیمک کو بلوایا اور حکم دیا۔ پس اس نے باریک تاگا منہ میں لیا اور درِ ناسفتہ کی ایک طرف سے دوسری طرف نکل گئی۔ پھر فرمایا۔ اس مہرے میں تاگا کون ڈالے گا تو ایک سفید رنگ کے باریک کیڑے نے عرض کی حضور یہ کام میں انجام دوں گا۔ پس اس نے باریک تاگا منہ میں لیا اور مہرے کی ایک جانب سے دوسری جانب تک پار ہو گیا

قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ

تو آپ نے فرمایا کیا تم میری مدد کرتے ہو مال سے حالانکہ جو کچھ مجھے اللہ نے دیا ہے۔ بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم

پھر لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان امتیاز کا مسئلہ سامنے رکھا گیا تو آپ نے سب کو ہاتھ منہ دھونے کا حکم دیا تو دیکھا کہ لڑکیاں اپنی فطرت کے مطابق منہ دھونے کے لئے ایک ہاتھ میں پانی ڈال کر دوسرا ہاتھ ساتھ ملاتی تھیں اور منہ پر پانی ڈالتی تھیں اور لڑکے ہاتھ میں چلّو لے کر منہ پر ڈال دیتے تھے ہاتھ دھونے کے لئے لڑکیاں کہنیوں کے اندر پانی ڈالتی تھیں۔ اور لڑکے کہنیوں پر ڈالتے تھے اسی طرح پانی ڈالنے میں بھی فرق تھا کہ لڑکیاں کہنیوں کے باطن پر یک بار پانی ڈال لیتیں پھر ملتی تھیں۔ اور لڑکے پانی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اوپر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ ان علامتوں سے آپ نے لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ کر دیا۔ اور دوسری روایت کے ماتحت عصا کو اوپر کی طرف پھینکا اور فرمایا جو کنارہ پہلے زمین پر واپس آئے اس کو سر سمجھنا۔ پھر گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا جب پسینہ پسینہ ہو گئے تو فرمایا پیالے ان کے پسینے سے بھر لو یہ پانی نہ آسمان کا ہے اور نہ زمین کا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ۔ یعنی جب ملکہ سبا بلقیس کا قاصد منذر بن عمرو ہدیے لے کر پہنچا تو حضرت سلیمان ع نے ہدیوں کو دیکھ کر فرمایا کیا تم لوگ مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو۔ حالانکہ میرے پاس اللہ کا دیا ہوا مال کافی ہے۔ تم اپنا مال واپس لے جاؤ۔

بَلْ اَنْتُمْ۔ یعنی تم لوگ ایک دوسرے کے ہدیوں کے محتاج ہوتے ہو اور ہدیہ ملنے سے خوش ہوتے ہو لیکن میں اس مال دنیا کو حقیر سمجھتا ہوں۔

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ۔ پھر قاصد سے فرمایا کہ ملکہ سے جا کر کھلے اور واضح الفاظ میں میرا پیغام دے دینا کہ اسلام کے علاوہ میں تمہاری اور کسی چیز کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں پس اسلام کو قبول کرو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور یقین رکھو جنگ تمہیں مہنگا پڑے گا۔ کیونکہ تمہارے بس میں نہیں کہ میری ان دیو پیکر فوجوں کا مقابلہ کر سکو۔ لہذا بہتر ہے کہ ذلّت و خواری سے بچو اور اسلام کے دامن میں با امن و امان داخل ہو جاؤ۔

پس جب ملکہ بلقیس کا سفیر واپس پہنچا تو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت نظام ملک عظمت و شوکت اور فوج و لشکر کے متعلق اپنے آنکھوں دیکھے حالات سنائے اور ہدیے بھی واپس لوٹا دیئے اور سب سوالات کے جوابات صحیحہ بھی پیش کئے۔ تو ملکہ اور اس کی رعایا کو یقین ہو گیا کہ وہ نبی مرسل ہیں دنیاوی حکمران نہیں ہیں لہٰذا ان سے جنگ کرنا غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو قبول کر کے اسلام کے حلقہ بگوش ہو کر بارگاہِ سلیمانی میں نیاز مندی کے اظہار کے لئے روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ اور آخر کار رختِ سفر باندھ کر اپنی شانِ شاہانہ کے ساتھ وہاں سے شام کی طرف سفر اختیار کیا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا۔ اِدھر حضرت جبرئیلؑ نے حضرت سلیمان ع کو اطلاع دے دی کہ ملکہ سبا بلقیس یمن سے روانہ ہو کر آ رہی ہے۔ پس آپ نے ارکین دولت مشیرانِ حکومت اور سرداران لشکر کو خصوصی پیغام بھجوا کر ایک مخصوص مجلس مشاورت قائم

Presented by www.ziaraat.com

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا

لوگ اپنے ہدیوں سے خوش ہوتے ہو ان کی طرف واپس جا پس ہم لائیں گے ان کے پاس ایسے لشکر کہ وہ ان کا

قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾

مقابلہ نہ کرسکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے نکال دیں گے ذلیل کر کے کہ وہ خوار ہوں گے

کی۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے اجتماع کی غرض سے سب کو آگاہ کیا کہ ملکہ سبا مجھے اللہ کا رسول تسلیم کر کے بہر ملاقات یمن سے روانہ ہو چکی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں پہنچ جائے لہذا تم میں سے کوئی ہے جو میری اس غواہش کو پورا کر سکے۔ اور ملکہ کے تخت کو منگوانے کی کئی وجوہ مفسرین نے ذکر کی ہیں (۱) تخت بلقیس کی تعریف سن کر آپ اس کو دیکھنے کے لئے بے تاب تھے اور چونکہ آپ کے سئے اس کے اسلام کو قبول کرنے کے آثار ظاہر ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ اس کی آمد سے قبل اس کے تخت کو منگوانا چاہتے تھے (۲) ملکہ کی عقل و دانش کے امتحان کے لئے ایسا کرنا چاہا تاکہ اس کا حلیہ تبدیل ہونے کے بعد وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہ (۳) اپنی نبوت کی صداقت پر ملکہ کو اعجاز دکھانا چاہتے تھے تاکہ اس کا ایمان زیادہ مضبوط ہو جائے۔ کیونکہ وہ اس کو اپنے دارالحکومت میں پولیس و فوج کے پہرہ کے نیچے محلات شاہی میں مقفل کر کے آئی تھی، پس اس کا اس سے پہلے پہنچ جانا خالی از اعجاز نہ تھا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان بہت بارعب اور صاحب جلال انسان تھے خود پہلے کلام نہ کرتے تھے جب تک کوئی دوسرا سوال نہ کرتا تھا۔

پس ایک دن اپنے تخت حکومت پر اپنی شانِ شاہانہ سے جلوہ گر تھے کہ نزدیک غبار دکھائی دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے ؟ تو جواب ملا کہ حضور ملکہ سبا بلقیس آ رہی ہے اور اب فلاں مقام پر قیام پذیر ہے اس وقت آپ کوفہ اور حیرہ کے درمیان موجود تھے اور اس کا قیام وہاں سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر تھا پس آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی ہے جو اس کا تخت اس کے مسلمان ہو کر پہنچ جانے سے پہلے پیش کرے ایک دیو بولا میں مجلس برخواست ہونے سے پہلے پیش کروں گا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام دربار شاہی میں مقدمات سننے اور فیصلہ کرنے کے لئے صبح سے دوپہر تک بیٹھا کرتے تھے جب دیو نے کہا کہ مجلس برخواست ہونے سے پہلے لاؤں گا تو آپ نے فرمایا اس سے بھی جلدی چاہیئے۔

لَقَوِيٌّ أَمِينٌ۔ قوی اس لئے کہا کہ اپنی طاقت پر اس کو بھروسہ تھا کہ میں اس قدر دیر میں لا دوں گا اور امین کہہ کر ظاہر کیا کہ تخت پر جڑے ہوئے موتیوں اور جواہر کا نقصان نہیں کرونگا اور پوری امانت داری سے یہ فریضہ انجام دوں گا۔

الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ۔ اس سے مراد حضرت آصف بن برخیا ہیں جو حضرت سلیمان کے بھانجے بھی تھے اور ان کے پاس وہ اسم اعظم تھا کہ اس کے ذریعے سے ہر دعا مستجاب ہوتی تھی اور بعضوں نے اس کا نام بلیخا۔ اسطوم۔ خضر بھی لکھا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جبریل امین ؑ تھے کہ خدا نے اس کو حضرت سلیمان ؑ کا تابع کر دیا تھا اور کتاب سے باختلاف

Presented by www.ziaraat.com

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ

فرمایا (سلیمان نے) اے سرداران قوم کون اس کا تخت میرے پاس لائے گا قبل اس کے کہ وہ پہنچیں میرے پاس

مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ

مسلمان ہوکر کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں اس کو لاؤں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے

مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ

اٹھیں اور میں اس بات پر قدرت رکھنے والا امین ہوں کہا اس نے جس کے پاس کچھ علم تھا

نظر یات لوح محفوظ، جنس کتب سماویہ یا کتاب سلیمان مراد لی گئی ہے۔

قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ - یعنی میں پلک جھپکنے سے پہلے لا دوں گا۔ پس حضرت سلیمان ع نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی جب نیچے کی طرف دیکھا تو تختِ بلقیس حاضر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت آصف نے سجدہ کیا اور اسمِ اعظم کے ذریعہ سے دعا کی پس تخت بلقیس یمن کے دار الحکومت سبا سے غائب ہو کر حضرت سلیمان ع کے پاس اسی وقت آموجود ہوا۔ جب سلیمان نے کہا لاؤ تو آصف نے کہا یہ لیجئے حاضر ہے اور تخت بلقیس کے فوراً آجانے کی کیفیت میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کی مسافت کو لپیٹ لیا گیا۔ پس طیّ الارض کے ذریعے سے تخت بلقیس پہنچ گیا۔

اسم اعظم تفسیر صافی میں بصائر الدرجات اور کافی سے منقول ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم تہتر حرفوں پر تقسیم ہے اور آصف کے پاس ان میں سے صرف ایک حرف تھا پس اسنے زبان پر جاری کیا تو تخت بلقیس کے نیچے سے زمین کھچ گئی اور آصف نے اس کو پکڑ لیا پھر زمین اپنی حالت پر چشم زدن میں پلٹ گئی اور ہمارے پاس اسم اعظم کے بہتر حرف ہیں اور ایک حرف باقی اللہ کے لئے مخصوص ہے۔

بروایت عیاشی حضرت علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کا مصداق آصف بن برخیا ہے لیکن حضرت سلیمان خود بھی اس اسم اعظم سے عاجز نہ تھے لیکن وہ چاہتے تھے کہ جن وانس پر یہ بات واضح کر دیں کہ میرے بعد تم پر حجت خدا یہ ہیں اور یہ بھی حضرت سلیمان کا ہی علم تھا جو انہوں نے آصف کو تعلیم کیا تھا باذنِ پروردگار اور اس کو اللہ نے فہم عطا فرمائی تاکہ بعد میں اس کی امامت میں اختلاف نہ رہے جس طرح حضرت داؤد ع کی زندگی میں خدا نے فیصلے کی فہم حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی تاکہ داؤد ع کے بعد ان کی امامت و نبوت میں کسی کو شک کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ تفسیر کی جلد نمبر ۹ ص ۲۴۱ پر ہم نے اس کی وضاحت کی ہے اور حضرت سلیمان کی حکومت پر بھی وہاں ایک مختصر نوٹ آیات متعلقہ کے ذیل میں سپرد قلم کیا ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت بصائر الدرجات امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ ع کے پاس اسم اعظم

Presented by www.ziaraat.com

کے دو حرف تھے۔ حضرت موسیٰ ؑ کے پاس چار حرف تھے۔ حضرت ابراہیم ؑ کے پاس آٹھ حرف تھے۔ حضرت نوح ؑ کے پاس پندرہ حرف تھے اور حضرت آدم ؑ کے پاس پچیس حرف تھے لیکن خداوند کریم نے وہ سب حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کو عطا فرمائے اسم اعظم کے تہتّر حروف ہیں۔ جن میں سے بہتر حبیبؐ خدا کو عطا فرمائے اور ایک مخصوص طور پر اللہ نے اپنے پاس رکھا اور فرمایا خدا کی قسم ہمارے پاس ساری کتاب کا علم ہے۔ ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا۔ حضرت سلیمان ؑ کے پاس ایک اسم اعظم تھا کہ اس کے ذریعے سے وہ سوال کرتے تھے اور ان کا سوال پورا کیا جاتا تھا اور جب کوئی دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی۔ اگر آج موجود ہوتے تو ہمارے محتاج ہوتے۔ سید رضی کی کتاب خصائص سے منقول ہے۔ ایک دن حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مسجد میں رونق افروز تھے کہ دو شخص مقدمہ لے کر داخل ہوئے ان میں سے ایک خارجی تھا اور فیصلہ اس کے خلاف ہوا تو کہنے لگا آپ نے فیصلہ درست نہیں کیا اور عدل کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ پس خدا کے نزدیک آپ کا یہ فیصلہ قطعاً پسندیدہ نہیں ہے۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰہِ۔ اے دشمن خدا دفع ہو جاؤ۔ (اِخْسَأْ کتے کو بھگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے) فوراً وہ شخص سیاہ کتا بن گیا اور حاضرین نے دیکھا کہ اس کے کپڑے اس کے بدن سے الگ ہو کر ہوا میں چلے گئے۔ راوی کہتا ہے۔ پس وہ آپ کے سامنے عاجزی کرنے لگا۔ اور اس کی دونو آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے آپ کو اس پر رحم آ گیا پس آسمان کی جانب دیکھا اور لب ہائے مبارک کو کچھ حرکت دی کہ ہم نہ سُن سکے۔ بخدا ہم نے دیکھا کہ وہ دوبارہ انسان بن گیا اور اس کے کپڑے ہوا سے پلٹ کر واپس اس کے جسم پر آ گئے۔ پس وہ پاؤں گھسیٹتا اور کانپتا ہوا مسجد سے باہر چلا گیا اور ہم ازراہِ حیرت واستعجاب آپ کی جانب دیکھنے لگے۔ فرمایا کیوں فرطِ تعجب سے میری طرف دیکھتے ہو؟ ہم نے عرض کی حضور! کیسے تعجب نہ کریں حالانکہ ہم آپکا اعجاز دیکھ چکے ہیں۔ پس فرمایا حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کے وصی جناب آصف بن برخیا نے بھی ایک ایسا کام کیا تھا جس کا قصّہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اس کے بعد آیات قرآن کی تلاوت کی جن میں ملکہ بلقیس کے تخت کو لانے کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا کیا تمہارا نبی افضل ہے یا سلیمان بن داؤدؑ؟ سب نے جواب دیا کہ ہمارا نبی افضل ہے آپ نے فرمایا پھر تمہارے نبی کے وصی کو سلیمانؑ کے وصی سے یقیناً افضل ہونا چاہیئے۔ حضرت سلیمانؑ کے وصی کے پاس صرف ایک اسم اعظم تھا کہ اس کے ذریعے سے اس نے اللہ سے سوال کیا۔ پس خدا نے اس کے اور تختِ بلقیس کے درمیان سے زمین کو لپیٹ لیا۔ پس اُس نے تخت کو پکڑ کر چشم زدن میں پیش کر دیا اور ہمارے پاس اسم اعظم کے بہتر حرف ہیں اور باقی ایک حرف ذاتِ پروردگار کے لئے مخصوص ہے یہ سُن کر حاضرین مجلس نے عرض کی کہ حضور! اگر یہ بات ہے تو معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے آپ فوجی بھرتی کے لئے لوگوں کو کیوں حکم دیتے ہیں تو فرمایا۔ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کے اطاعت گذار بندے ہیں اس کی مشیت سے سبقت نہیں کر سکتے بلکہ اس کے امر کے ماتحت اقدام کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو اس لئے دعوت دیتا ہوں تاکہ خدا کی جانب سے حجت تام ہو جائے اور امتحان پورا ہو لے اگر یہ بات درمیان میں نہ ہوتی تو کوئی دیر نہ لگتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جس رنگ میں چاہے آزماتا ہے۔ پس آپ ہم سے اُٹھے حالانکہ آپ کے اعجاز کی عظمت ہمارے دلوں میں جاگزین تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

اختصاص مفید سے منقول ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا آصف نے صرف اس قدر دیر لگائی کہ ایک مرتبہ پیچھے دیکھا اور پھر سامنے تاحدِ نگاہ نظر کی۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر تخت بلقیس سامنے رکھ دیا اور دوسری روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس نے انگلی کا اشارہ کیا اور تخت بلقیس کو سامنے پایا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ آصف کے محتاج نہ تھے کیونکہ آصف کا علم بھی بحکم پروردگار حضرت سلیمانؑ کے علم سے ماخوذ تھا صرف اپنی اُمت کو اس کی اہمیت دکھلانا چاہتے تھے تاکہ بعد میں اس کی امامت میں اختلاف نہ ہو۔ اب اس اعتراض کی اہمیت ہی کوئی نہیں رہی کہ اتنی جلدی میں تخت بلقیس کیسے لایا جاسکتا ہے کیونکہ دورِ حاضر کی سائنسی ایجادات نے اہل دُنیا سے منوا لیا ہے کہ خزائن ارضیہ میں سے انسان اپنے خداداد دماغ کی بدولت ایسے عجائب وغرائب اُمور حاصل کر سکتا ہے کہ کوتاہ بین لوگ اس کے تصور سے بھی قاصر ہوتے ہیں کسی زمانہ میں اس قسم کی تیزی لوگوں کیلئے باعثِ تعجب تھی۔ لیکن دورِ حاضر میں یہ استعجاب حماقت کا دوسرا نام بن گیا ہے۔ ہوائی جہازوں کی فضا میں پرواز لوگوں کے لئے باعث حیرت تھی جب قدم اس سے بھی آگے بڑھا تو پچھلا استعجاب معمول بن گیا اور نئی ایجاد نے مقامِ حیرت لے لیا۔ اب راکٹوں کا سلسلہ اور آسمانی بلندیوں کے طے کرنے کا پروگرام اور چاند کی فتح کا مسئلہ وغیرہ سابق انبیاء کے معجزوں کی تصدیق کا پہلو دامن میں لئے ہوئے ہیں اور یہ یاد رہے کہ سائنس کی ترقیاں نت نئے روپ بدل کر اپنے سابق نظریات کو جھٹلا سکتی ہیں لیکن اسلامی نظریات کو تاقیامت غلط نہیں کہا جا سکتا اور ہر آنے والا دن اُن کی تصدیق کے مواد لے کر طلوع ہوتا ہے اور سائنس دن بدن اسلامی نظریات کے قدموں میں جھکتی چلی جارہی ہے جن لوگوں نے حضورؐ کے معراج جسمانی کو ناممکن کہا تھا کیونکہ علم ہیئت جو پرانے زمانے کی سائنس تھی آسمانوں کے خرق والتیام کو محال کہتی تھی اور کرۂ نار اور کرۂ زمہریر جو بلندی میں ہوا سے اوپر فرض کرلئے گئے تھے ان سے گذرنے کو ناممکن قرار دیتی تھی اب نئی ترقیات اور تازہ ترین ایجادات جو سائنسی ترقی کے اہم کرشمے ہیں انہوں نے سابق سائنس کے نظریات کو خیالات فرسودہ قرار دے دیا اور خرق والتیام کی محالیت کو غلط ثابت کردیا۔ نیز کرۂ زمہریر و کرۂ نار کے مفروضوں کو عمل سے غلط ثابت کر کے رکھ دیا اور آسمانی فضاؤں کو تسخیر کائنات کے امکان کے تحت چیرتے ہوئے چاند پر اپنا علم جا لہرایا اور ابھی تک اس کی للچائی ہوئی نظریں بہت دُور تک پڑ رہی ہیں۔ کہ آنے والا زمانہ اس کا فیصلہ کرے گا۔ بہرکیف انہوں نے ثابت کردیا ہے کہ مادی طاقتوں کے بل بوتے پر انسان فضا و خلا سے پار ہو سکتا ہے اور ملکوت سماویہ تک رسائی پا سکتا ہے تو قدرتِ خداوندی کے ماتحت پیغمبر کا قاب قوسین تک پہنچنا کیا مشکل ہے اور اس لحاظ سے پھر ملکہ بلقیس کے تخت کو یمن سے شام تک چشم زدن میں حاضر کرنا کیا بعید ہے۔ جب مادی طاقتیں سابق کے ناشدنی امور کو واقع کا لباس پہناتی چلی جارہی ہیں تو روحانی طاقتیں اور خدائی قدرتیں یقیناً اس سے بہت زیادہ کر سکتی ہیں اور جس طرح مادی طاقتوں کی چشم دید بلند پروازی کو غلط کہنا حماقت ہے۔ اسی طرح روحانی کرشموں اور نبوتی معجزوں کو محل استعجاب قرار دینا بھی کور باطنی اور حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔

قَالَ نَكِّرُوا۔ صدا ۲۵۔ جب تخت بلقیس حضرت سلیمانؑ کے سامنے آیا اور اُدھر ملکہ کی آمد آمد ہوئی تو آپ نے حکم جاری کیا کہ

Presented by www.ziaraat.com

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ

کتاب سے میں لاؤں گا اس کو قبل اس کے کہ پلٹے تیری طرف تیری پلک پس آپ نے اس کو اپنے

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫

پاس ٹھہرا ہوا پایا تو کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ کیا میں اس کا

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

شکر کرتا ہوں یا کفر کرتا ہوں اور جو شکر کرے تو وہ شکر کرتا ہے اپنی ذات کے لئے اور جو کفر کرے

ملکہ کے تخت میں کچھ تبدیلی کردی جائے تاکہ ہم اس کی عقل کا امتحان لیں آیا وہ تبدیلی کے بعد بھی اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہ ہے یا یہ امور اس کی ہدایت ایمانی کے باعث ہو سکتے ہیں یا نہیں ہے کیونکہ اعجاز سے تخت کا چشم زدن میں اس کی آمد سے پہلے پہنچنا قدرت خدا کا منظر تھا اور حضرت سلیمانؑ کی نبوت کی تصدیق کا پیش خیمہ تھا۔ پس اس کی عقل و دانش کا جائزہ لینے کی خاطر اس میں سے جڑے ہوئے موتی اکھیڑ لئے گئے۔ اور ان کی ترتیب میں ردّ و بدل کرکے سُرخ کی جگہ سبز اور زرد کی جگہ سرخ اور سبز کی جگہ سفید وغیرہ دوبارہ جڑ دیئے گئے اور ملکہ کی آمد پر اسی تخت کے اوپر دعوت استقبالیہ کا انتظام کیا گیا۔

فَلَمَّا جَآءَتْ ۲۵۱ جب ملکہ پہنچی اور شان شاہانہ کے مطابق اس کا پرتپاک استقبال کیا گیا تو چونکہ شاہی تخت پر اس کو جگہ دی گئی تھی لہٰذا آپ نے اس سے دریافت فرمایا اَهٰكَذَا عَرْشُكِ۔ کیا تیرا تخت بھی اس جیسا ہے۔ پس ملکہ نے فوراً عقامت و تدبر کے دریا میں غوطہ لگا کر جواب میں ایسے جواہر ریزے پیش کئے کہ علم و دانش کی بارگاہ سے صدائے آفرین و تحسین گونج اٹھی کہا كَاَنَّهٗ هُوَ نہ اثبات نہ انکار۔ اثبات اس لئے نہ کیا کہ اس میں تغیر رونما تھا اور انکار اس لئے نہ کیا کہ جو کچھ اس کے تخت میں تھا وہ اس میں موجود تھا صرف تبدیلی و تغیر تھا نیز یہ بھی خیال تھا کہ اس کو اپنے پایۂ تخت میں فوج و پولیس کے پہرہ میں چھوڑ آئی ہوں اور اس قدر مختصر مدت میں اتنی دوری سے اس کا لایا جانا بھی قدرت بشر سے باہر ہے۔ البتہ مافوق البشر طاقت اس کو لا سکتی ہے اور اس کی انتہائی دانائی ہے کہ هُوَ هُوَ (یعنی یہ وہی ہے) نہیں کہا کہ مبادا وہ نہ ہو اور جھوٹ بن جائے اور لَيْسَ هُوَ (یعنی یہ وہ نہیں) بھی نہیں کہا کہ ممکن ہے وہی ہو اور جھوٹ بن جائے پس بین بین جملہ کہہ کر مطلب کو ادا کیا۔ كَاَنَّهٗ هُوَ یعنی گویا یہی وہی ہے یا ایسا لگتا ہے کہ یہی وہی ہے۔ پس اس کو تسلی دلائی گئی کہ یہ تیرا وہی تخت ہے جس کو تو اپنے محل کے سات دروازے مقفل کرکے اندر چھوڑ آئی ہے اور یہ قدرت پروردگار کا کرشمہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔

وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ۔ اس میں تین قول ہیں (۱) ملکہ بلقیس نے جب سُنا کہ یہ وہی میرا تخت ہے جو قدرت خدا سے باعجاز یہاں پہنچا ہے تو کہنے لگی ہمیں پہلے سے تیری نبوت کا علم ہو گیا تھا جب کہ ہمیں اپنے سفیر نے پلٹ کر مفصّل رپورٹ پیش کی تھی۔ پس

Presented by www.ziaraat.com

فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ

پس تحقیق میرا رب غنی کریم ہے فرمایا متغیر کردو اس کے تخت کو ہم دیکھیں گے کیا پہچانتی ہے یا

اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ

ان لوگوں میں سے ہے جو پہچان کی توفیق نہیں پاتے پس جب آئی تو کہا گیا کہ

اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ

تیرا تخت اس طرح ہے؟ کہنے لگی گویا یہی وہی ہے اور ہم کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا اور

كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ہم تسلیم کر چکے تھے اور روکا اس کو اس نے جس کی عبادت کرتی تھی اللہ کے سوا

ہم اللہ کی قدرت اور اس کی توحید کا اسی وقت سے اقرار کر چکے تھے اور ہم مسلمان ہو چکے تھے بلکہ اندازِ گفتگو سے بھانپ گئی کہ میری عقل و دانش کا امتحان لیا جا رہا ہے اور اظہارِ معجزہ سے ایمان توحید و ایمان نبوت کے لئے اختبار مقصود ہے تو جواب دیا کہ میں آپ کی نبوت اور توحیدِ پروردگار کی معرفت پہلے سے حاصل کر چکی ہوں لیکن عبادتِ خدا سے مجھے یہ چیز مانع رہی ہے کہ میرا گذارا قوم کفار کے ساتھ ہے (۲) یہ حضرت سلیمان کا کلام ہے جب ملکہ بلقیس سے سوال و جواب ہو چکا تو فرمایا ہمیں توحیدِ پروردگار اور اس کی بے پایاں قدرت و صنعت و حکمت کا پہلے علم دیا جا چکا ہے اور ہم اس کے حکم کے سامنے تسلیم کرنے والے بندے ہیں (۳) سلیمان و بلقیس کی باہمی گفتگو سن کر یہ جملہ قوم سلیمانؑ نے کہا۔

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ جب ملکہ سبا پہنچ چکی تو حضرت سلیمانؑ نے قوم جن کو حکم دیا ایک عالی شان محل تیار کریں جس کا فرش شیشے کا بچھایا جائے اور اس کے نیچے پانی کا بہت بڑا حوض ہو جس میں مچھلیاں مینڈک اور دوسرے بحری جانور چھوڑ دیئے جائیں اور اس کی دیواروں پر بھی آئینہ کاری ہو۔ اور مروی ہے کہ جنوں اور شیطانوں نے جب ملکہ بلقیس کی ملک سبا سے آمد کی خبر سنی تھی تو ان کو یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ مبادا حضرت سلیمانؑ اس سے شادی کر لے ورنہ ہم کو ہمیشہ اس کا اور اس کی اولاد کا تابع فرمان رہنا پڑے گا کیوں کہ ملکہ بلقیس کی ماں قوم جن کی عورت تھی لہٰذا انہوں نے ملکہ کا غلط تعارف کرایا ہوا تھا کہ اس کی عقل میں فتور ہے اور اس کے پاؤں گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ آزمائشی طریقے اختیار فرمائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں پر بال کثرت سے تھے۔ حسب الحکم قوم جن نے عالی شان محل تعمیر کیا اور فرش شیشے کا بنایا اور نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کرکے اس میں مچھلیاں اور دیگر دریائی جانور چھوڑ دیئے، پس حضرت سلیمانؑ نے نو تعمیر شدہ محل میں اپنا عالی شان تخت نصب کرایا اور

Presented by www.ziaraat.com

إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَٰفِرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا

کیونکہ وہ کافر قوم میں سے تھی کہا گیا داخل ہو صحن میں پس جب

اور ملکہ کو اندر آنے کی پیش کش کی جب ملکہ قریب پہنچی تو پانی کو موجزن دیکھ کر گھبرا گئی۔ کیا ابن داؤدؑ کو میری سزائے موت کے لئے پانی میں غرق کرنے کے علاوہ اور طریقہ کار کوئی نہیں سوجھا۔ اب بُزدلی کر کے پیچھے ہٹنا شانِ شاہی کے خلاف تھا لہذا پاؤں سے کپڑے کا دامن بلند کر کے آگے قدم رکھا اِدھر حضرت سلیمانؑ محل کے اندر سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے فرمایا یہ محل ہے یا محل کا فرش ہے جو شیشے سے تیار کیا گیا ہے پانی نہیں ہے (صَرْحٌ کا معنی صحن اور محل دونوں کئے گئے ہیں) پس اندر داخل ہوئی اور حضرت سلیمانؑ کو قوم جنات کی غلط بیانی کا علم ہو گیا البتہ ملکہ کے پاؤں پر بال بکثرت تھے جس کے لئے قوم جنات نے لورہ وہڑتال سے ایک بال صفا نسخہ تیار کیا اور یہ انہی کی ایجاد ہے جو استعمال کے لئے ملکہ کو دیا گیا۔

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ۔ اس کی دو تاویلیں ہیں (۱) جب صحن کو پانی سمجھا اور غلط فہمی میں مبتلا ہوئی تو اس کے لئے معافی مانگی کہ میں بدگمانی کر کے اپنے نفس پر ظلم کر چکی ہوں اے اللہ مجھے معاف کر اور میں سلیمانؑ کے ساتھ اسلام لا چکی ہوں (۲) جب محل میں اندر داخل ہوئی اور سلیمان کی شاہانہ شان و شوکت اور تخت کی عظمت کا ملاحظہ کیا اور ان کے معجزات کا تصور کیا تو معرفت توحید و نبوت کا فانوس اس کے دل میں فروزاں ہوا۔ پس اپنے کفر سے توبہ کرتے ہوئے یہ کلمات زبان پر جاری کئے اور مروی ہے کہ اندر پہنچتے ہی حضرت سلیمانؑ نے اس کو دعوتِ اسلام دے دی۔ اور معجزات تو پہلے دیکھ کر تسلّی کر چکی تھی پس یہ کلمات کہہ کر اسلام کا اظہار کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کی اور حکومت ملک سبا اس کے حوالے کر دی اور مروی ہے کہ زولعہ نامی ایک جن کو حکم دیا جو وزیر اُمورِ جنّات تھا کہ یمن میں پہنچ کر ملکہ بلقیس کے لئے ضروری اُمور کی انجام دہی کرے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں مصر اور فلسطین کے علاقوں میں صنعتی ترقی بہت زیادہ ہوئی چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر اور اہرام مصر میں بہت بڑے پتھروں کا استعمال جو دَورِ حاضر میں بغیر مشینوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا صرف مشکل نہیں بلکہ محال ہے یہ قوم جن کی تسخیر کا نتیجہ تھا۔ نیز فراعنہ مصر کے جسموں کا آج تک باقی رہنا انہی کی ایجاد کردہ ادویہ کے نتیجہ میں ہے جن کی حقیقت سے دَورِ حاضر کے مفکر بھی ناآشنا ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کا ایک مچھلی کو دعوت دینا سورہ نور کی تفسیر میں عظمت پروردگار کے عنوان میں مذکور ہے ص۱۴۹

رکوع نمبر ۱۹ حضرت صالح کا ذکر

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا۔ حضرت صالحؑ اور اس کی قوم کا ذکر جلد ۶ صفحہ ۴۹ تا صفحہ ۵۶ اور اسی جلد میں سورہ شعراء صفحہ ۲۰۷ میں بیان ہو چکا ہے۔ نیز جلد ۷ ص۲۲۲ و جلد ۸ ص۱۸۹ پر بھی مذکور ہے

فَرِيقَانِ۔ یعنی کچھ ایمان لائے اور زیادہ کفر پر رہے۔ اور ان دونو کے درمیان جھگڑا رہتا تھا۔

يَٰقَوْمِ۔ وہ کہتے تھے کہ جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ جلدی لے آ۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کو عذاب طلب کرنے سے روکتے تھے کہ ایسا نہ کرو بلکہ رحمت مانگو۔

Presented by www.ziaraat.com

رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ

اس کو دیکھا تو خیال کیا پانی کی لہر اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا فرمایا (سلیمان نے) یہ صحن ہے جس پر فرش کیا گیا

مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ

ہے شیشے کا کہنے لگی اے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اب اسلام لائی ہوں ساتھ سلیمان

سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلٰى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ

کے اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے اور تحقیق ہم نے بھیجا طرف قوم ثمود کے ان کے بھائی صالح

صٰلِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ

کو کہ عبادت کرو اللہ کی پس وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے (صالح نے) کہا

يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ

اے قوم کیوں جلدی کرتے ہو عذاب کی بجائے رحمت کے کیوں نہیں تم معافی مانگتے اللہ

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ

سے تاکہ تم رحم کئے جاؤ کہنے لگے بدشگونی حاصل کی ہم نے تیری وجہ سے اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے

طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ

فرمایا تمہاری شگون بد اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسی قوم ہو جن کا امتحان لیا گیا اور تھے شہر میں نو آدمی جو

تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوْا

فساد کرتے تھے زمین میں اور نہ اصلاح کرتے تھے (انہوں نے آپس میں) کہا کہ قسمیں کھاؤ اللہ کی کہ

اَطَّیَّرْنَا۔ خدا نے ان کو قحط کے عذاب میں مبتلا کیا تو کہنے لگے ہماری یہ بدبختی تیری اور تیری جماعت کی وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بدبختی تمہارے اعمال بد کے نتیجہ میں تم پر اللہ نے بطور امتحان کے بھیجی ہے۔

تِسْعَةُ رَهْطٍ۔ ابن عباس سے ان کے نام یہ منقول ہیں (۱) قدار بن سالف (۲) مصدع (۳) دھمی (۴) دھیم (۵) دعمی (۶) دعیم (۷) اسلم (۸) اقبال

Presented by www.ziaraat.com

بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا

اس کو رات میں قتل کرو اور اس کے گھر والوں کو پھر ہم اس کے وارث کو کہیں گے ہمیں نہیں معلوم اس کو اور اس کی اہل کو کس نے قتل کیا ہے

لَصٰدِقُوْنَ ۴۹ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۵۰ فَانْظُرْ كَيْفَ

اور ہم سچے ہیں اور انہوں نے مکر کی تجویز کی اور ہم نے جواب مکر کی تجویز کی اور ان کو کوئی پتہ نہ تھا پس دیکھ کس طرح ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۵۱ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ

انجام ان کے مکر کا تحقیق ہم نے ان کو تباہ کر دیا اور ان کی ساری قوم کو پس یہ ان کے گھر خراب پڑے

خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۵۲ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ

ہیں بوجہ ظلم کے تحقیق اس میں نشانی ہے اس قوم کے لئے جو جانے اور ہم نے نجات دی ایمان

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۵۳ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ

والوں کو اور وہ جو تھے ڈرتے اور بھیجا ہم نے لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا کرتے ہو تم بے حیائی دانستہ طور

تُبْصِرُوْنَ ۵۴ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ

پر کیا تم پوری کرتے ہو مردوں سے شہوت بغیر اپنی عورتوں کے بلکہ تم جاہل

قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۵۵ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ

لوگ ہو پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے نکال دو آل لوط کو

(۹) صداف۔ انہوں نے علیحدہ مشورہ کیا اور قسم کھائی کہ رات کے اندھیرے میں حضرت صالحؑ اور اس کے سب گھر والوں کو قتل کردیں گے۔ یہ جس شہر میں تھے اس کا نام حجر تھا۔ اس لئے ان کو سورہ حجر میں اصحاب الحجر بھی کہا گیا ہے۔ اور یہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع تھا اور جس وادی میں یہ شہر تھا اس کو وادی قری کہتے ہیں اور آپس میں طے یہ ہوا کہ اس کو قتل کرکے اس کے وارثوں سے کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم خود موجود تھے اور نہ ہمیں پتہ ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ انہوں نے یہ مکر کی تجویز بنائی اور اللہ نے اپنے مقام پر ان کو سزا دینے کی تجویز کی۔ چنانچہ حضرت صالحؑ کو رات کے وقت قتل کرنے کے لئے گئے تو خدا نے فرشتوں کو بھیجدیا اور انہوں نے پتھر برسا کر ان کو فی النار کر دیا اور یہ واقعہ ناقہ کے قتل کرنے کے بعد کا ہے کیونکہ ناقہ کے قاتل بھی یہی لوگ تھے۔ بعض محرک اور

Presented by www.ziaraat.com

مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ

اپنی بستی سے تحقیق یہ لوگ پاکیزگی چاہتے ہیں پس ہم نے ان کو نجات دی اور اس کی اہل کو مگر اس کی عورت کہ

قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ

مقدر کیا ہم نے اس کو پیچھے رہنے والوں میں اور برسایا ہم نے ان پر مینہ پس بُرا تھا مینہ ڈرائے ہوئے لوگوں کا کہہ دے

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

حمد ہے اللہ کی اور سلام اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے چن لیا کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو وہ شریک بنا رہے ہیں؟

بعض فاعل اور دوسری روایت میں ہے خدا نے حضرت صالح ؑ کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ پس ان کو گرفتارِ عذاب کر کے مار دیا۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ حضرت صالح ؑ کو قتل کرنے جا رہے تھے کہ پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے۔ پس اللہ نے ان کے اوپر اس پہاڑ کو گرا دیا اور وہ دب کر ہلاک ہو گئے اور ان کے گھر خراب و خالی ہو گئے۔

تفسیر صافی میں ہے کہ حجر میں حضرت صالح علیہ السلام نے دامنِ کوہ میں ایک مسجد بنائی تھی جس میں نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ نے ان کو گرفتاریِ عذاب کے لئے تین دن کا چیلنج کیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ تین دن تک یہ سب مر جائیں گے اور میں ان سے فارغ ہو جاؤں گا۔ آؤ تین دن کے اندر اندر ہم ہی اُس سے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ اسی مسجد کی طرف روانہ ہوئے جس میں آپ نماز میں مشغول تھے تو پہاڑ کی چوٹی سے ایک بہت بڑا پتھر گرا۔ اور وہ سب کے سب اسی کے نیچے دب گئے جو باقی پیچھے موجود تھے ان پر صیحہ کا عذاب آیا جو پہلی جلدوں میں مذکور ہو چکا ہے اور تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ کے لفظ میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ وہ وجودِ خدا کے منکر نہ تھے بلکہ اس کے قائل تھے لیکن شرک کے مرض میں مبتلا تھے کہ غیر اللہ کو اپنا حاجت روا سمجھ کر ان کے سامنے جھکتے تھے چنانچہ وہ حضرت صالح ؑ سے صاف کہتے تھے کہ تیرے کہنے سے کیونکہ ہم ان کی عبادت کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں۔

وَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا اس آیت مجیدہ میں اس امر پر واضح دلالت موجود ہے کہ جو ظالم ہو، بالآخر اس کے نتیجے میں اس کا گھر تباہ ہوتا ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں ایک آیت موجود ہے جو پتہ دیتی ہے کہ ظالم کا گھر تباہ ہوا کرتا ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی اور حضرت صالح علیہ السلام ان کو لے کر حضرموت کی طرف گئے اور وہاں آپ ؑ کی رحلت ہو گئی اس بنا پر اس جگہ کا نام حضرموت ہو گیا۔

حضرت لوط ؑ کا ذکر

وَلُوطًا تفسیر کی جلد ۶ ص ۵۶ جلد ۷ ص ۲۲۸ جلد ۸ ص ۱۸۶ اور اسی جلد میں سورہ شعراء صفحہ ۲۱۰ پر حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اس سے مُراد اصحابِ محمدؐ ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ پوری اُمتِ محمدیہ مُراد ہے۔ لیکن تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس سے مُراد آلِ محمد علیہم السلام ہیں اور وہی اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

Presented by www.ziaraat.com

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْبَتْنَا بِهٖ

کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی پس اگائے اس

حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

کے ذریعے باغات رونق دار تمہارے بس میں نہیں تھا کہ اگاتے اس کا پودا کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ (۶۰) أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ

بلکہ وہ لوگ (راہ حق سے) عدول کرتے ہیں کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے قابل اور بنائیں اس کے

خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

اندر نہریں اور بنائے اس کے لئے پہاڑ اور مقرر کیا دو دریاؤں کے درمیان

حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۶۱) أَمَّنْ

پردہ کیا کوئی الٰہ ہے اس کے ساتھ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے کون

رکوع نمبرا بیان توحید

أَمَّنْ خَلَقَ- اللہ سبحانہ نے اپنے کمال لطف سے اتمام حجت کے طور پر اپنی توحید پر اس رکوع میں کافی روشنی ڈالی ہے اور ان آیات مجیدہ میں کائناتی امور میں سے پندرہ اہم افعال کا ذکر فرمایا ہے کہ ان سب کو میں نے انجام دیا ہے اور اس میں میرا کوئی شریک نہیں (۱) آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا (۲) آسمان سے پانی برسانا، (۳) سبزیوں اور باغات وغیرہ کو اگانا۔ ان میں تین اوصاف کو استفہام انکاری کے رنگ میں اپنی طرف منسوب کر کے اپنے تخلیقی کارنامے میں اپنی وحدت کا اعلان فرمایا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ ہے۔ یعنی ان سابقہ تین صفات کو کسی کی طرف منسوب کرنا اسے الٰہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ پس مقصد یہ ہے کہ میں ہی ان کا فاعل ہوں اور میں ہی واحد الٰہ ہوں (۴) زمین کو ٹھہرنے کے قابل بنانا (۵) دریاؤں نہروں کا پیدا کرنا (۶) پہاڑوں کی تخلیق (۷) دو پانیوں کے درمیان تلخ اور شیریں کی دھاروں میں پردہ کو قائم رکھنا کہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں اور اس کی قریبی اور حسی مثال انڈے کے اندر سفید اور زرد دو پانیوں کے درمیان جب کہ ظاہری کوئی پردہ نہیں۔ پس اللہ کی جانب سے قدرتی حد موجود ہے جس کی وجہ سے سفید و زرد دونو پانی ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتے۔ ان چار افعال کو شمار کر کے فرمایا کوئی ہے دوسرا الٰہ جو یہ کام انجام دے سکے اور اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے سوا کسی کو ان کاموں کا فاعل سمجھے گویا اس نے اللہ کے علاوہ الٰہ تجویز کیا (۸) مصیبت زدوں کی فریادوں کو سننا اور قبول کرنا (۹) صاحبانِ مصیبت کی مصیبت

يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ
سنتا ہے مصیبت زدہ کی فریاد جب اس کو پکارے اور دور کرتا ہے مصیبت اور کرتا ہے تم کو خلیفہ زمین

الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ
کا کیا کوئی الٰہ ہے ساتھ اللہ کے بہت کم سوچتے ہو کون ہدایت کرتا ہے

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ
خشکی اور تری کی تاریکیوں میں اور کون بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری کے لئے اپنی رحمت سے

رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا
پہلے کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ بلند ہے اللہ اس سے جو شرک کرتے ہیں کون ابتداءً پیدا کرتا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ
ہے پھر دوبارہ اٹھائے گا اور کون تم کو رزق دیتا ہے آسمان اور زمین سے کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ

کو دور کرنا اور مشکلیں آسان کرنا (۱) زمین پر نسل بعد نسل تصرفِ دنیا اور گذشتگان کا خلیفہ (جانشین بنانا) ان تین صفتوں کو ذکر کرکے پھر چیلنج کیا کہ کوئی ہے دوسرا الٰہ جو مصیبت کے ماروں کی فریادیں سنے اور ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرے اور زمین پر تمہاری نسل کو قائم رکھے۔ گویا جس نے اللہ کے سوا کسی کو فریادرس حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا اس نے اللہ کے علاوہ اس کو الٰہ قرار دیا (۱) بحر و بر کی تاریکیوں میں ہدایت کرنا (۲) بارانِ رحمت سے پہلے ٹھنڈی ہواؤں کا لانا جن میں بارش کی خوشخبری موجود ہو۔ پھر ان دو صفتوں کے بعد چیلنج کو دہرایا کہ کوئی ہے اور الٰہ جو یہ کام کر سکے یعنی جس نے غیر اللہ کو یہ کام کرنے والا سمجھا اس نے اللہ کے علاوہ اس کو الٰہ قرار دیا اور یہاں اس کا حکم بھی ذکر کر دیا کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے اور اللہ بلند و بالا ہے۔ ان مشرکانہ عقائد و خیالات سے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے (۳) مخلوق کا ابتداءً پیدا کرنا (۴) دوبارہ زندہ کرکے اُٹھانا (۵) آسمان و زمین کے وسائل سے رزق دینا۔ ان اوصاف کا ذکر کرکے پھر چیلنج کیا کہ کوئی دوسرا الٰہ ہے جو یہ کام کر سکے یعنی جو بھی ان کی نسبت اللہ کے سوا کسی اور کی طرف دے گویا اُس نے اس کو اللہ کا شریک قرار دیا حالانکہ ان امور میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور پھر ان پندرہ اوصاف و افعال کے بیان کرنے اور ان میں شریک کرنے کی نفی کے بعد یہ اعلان بھی کر دیا کہ جو لوگ ان باتوں میں میرا کسی کو شریک بناتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ ہم نے عقائد شیعہ کے موضوع پر ایک مفصّل و مدلل کتاب لمعۃ الانوار فی عقائد الابرار لکھی ہے اُس میں مسئلہ توحید کی کافی وضاحت

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي

کہدو لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو کہہ دو نہیں جانتا جو بھی آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾

اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا ۖ بَلْ هُمْ

بلکہ یقینی ہو جائے گا ان کا علم آخرت میں بلکہ وہ شک میں ہیں بلکہ وہ

موجود ہے۔ جس کو توفیق ہو اس کا مطالعہ کرے۔ بیشک ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جنہوں نے اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک قرار دے دیا۔ یہودی حضرت عزیر کو غلو کر کے اللہ کا بیٹا اور کاروبار میں اس کا شریک مان کر مشرک ہو گئے۔ اور نصرانی حضرت عیسیٰ ع کے بارے میں غلو کر کے مشرک بن گئے۔ اسی طرح بعض آل محمدؐ کے محب کہلانے والے فرطِ محبت میں غلو کر کے آلِ محمدؐ کو اللہ کا شریک قرار دے بیٹھے اور ان کی پشت پناہی میں بعض جیب تراش منبر کے ٹھیکیدار مولوی خم ٹھونک کر میدان میں اُتر آئے اور انہوں نے اعلانیہ آل محمدؐ کے دین کو مسخ کرنے اور ان کی تعلیم کو معطل کرنے کا پروگرام بنا لیا اور ادھر اُدھر کے چند رطب و یابس روایات کا سہارا لے کر محکمات سے کنارہ کش ہوتے ہوئے متشابہات سے مطلب براری کو غنیمت سمجھا۔ پس آلِ محمدؐ کو کائنات کے تکوینی نظام کا مختارِ کل ثابت کر کے اللہ کو معطل سمجھ لیا۔ علمائے حقہ کا فرض ہے کہ ایسے بدلگام مولویوں کی ہاؤ ہو سے مرعوب نہ ہوں اور عوام کی نعرہ بازی سے ہرگز نہ گھبرائیں بلکہ منہاج نبوت پر پرچم توحید کو بلند رکھنے کے لئے جرأت سے قدم بڑھاتے جائیں اور اس میں شک نہیں کہ اکثریت ہر زمانہ میں باطل پرستوں کی ہوتی ہے اور اللہ کے بندے تھوڑے ہی ہوتے ہیں نیز اکثریت ہمیشہ حق کے خلاف شور مچایا کرتی ہے لیکن دلیل و برہان میں ان کی زبان گنگ اور پاؤں لنگ ہوتے ہیں اور حق والوں کے پاس اپنی صداقت کے لئے دلیل و برہان کا مضبوط سہارا ہوتا ہے کاش لوگ قرآن کی آیات سے درس لیتے اور آل محمد کی تفسیر کے ماتحت ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

علم غیب

اَلْغَيْبُ۔ مسئلہ غیب کی وضاحت ہم نے تفسیر کی گذشتہ جلدوں میں کردی ہے۔ مثلاً جلد ۴ صفحہ ۷۸، جلد ۵ صفحہ ۲۲۱، جلد ۶ صفحہ ۱۴۸، جلد ۷ صفحہ ۲۱۹ و صفحہ ۲۴۷

وَمَا يَشْعُرُونَ۔ یعنی انہیں یہ شعور نہیں کہ ہم نے دوبارہ زندہ ہو کر اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔

بَلِ ادّٰرَكَ۔ لفظ ماضی کے ہیں اور معنی مستقبل کا ہے گویا قیامت کے یقینی وقوع کو ظاہر کرنے کے لئے صیغۂ ماضی استعمال کیا گیا ہے یعنی کفار اب دنیا میں تو عقیدۂ قیامت کا انکار کرتے ہیں لیکن بروزِ محشر ان کا علم متدارک یعنی کامل ہو جائے گا اور آنکھوں سے دیکھ لیں گے بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ وہ اس کے علم سے اندھے ہیں۔ ان کے انکار میں قوت کو ظاہر کرنے

Presented by www.ziaraat.com

مِنۡهَا عَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾ ع وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا

اس سے اندھے ہیں ۔ اور کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے کیا جب ہم اور

کے لئے بل کو لایا گیا۔ یعنی جس چیز کو اب نہیں مانتے قیامت کو تو علم یقینی اور عینی کے ساتھ ان کو ماننا پڑے گا بلکہ دنیا میں تو وہ سمجھنے اور سننے کے بعد شک کی دلدل سے نہیں نکلتے پھر ترقی کر کے کہا گیا کہ نہیں بلکہ وہ سوچنے کی جرأت سے محروم ہیں اور اس معاملے میں بالکل اندھے ہیں۔ صافی میں نہج البلاغہ سے منقول ہے۔ ایک دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بعض آنے والی چیزوں کی خبریں بیان فرمائیں تو کسی نے کہہ دیا کہ حضور آپ تو علم غیب کو جانتے ہیں آپ ہنس پڑے اور فرمایا یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک ذی علم سے سیکھی ہوئی چیز ہے۔ علم غیب قیامت کا علم ہے اور وہ امور جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ پس اللہ ہی جانتا ہے کہ مادہ کے رحم میں مذکر ہے یا مؤنث بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہوگا یا بخیل اور شقی ہوگا یا سعید۔ نیز جہنم میں کون جائے گا اور جنت میں کون جائے گا پس یہ وہ علم غیب ہے جس کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اس کے علاوہ اللہ نے اپنے نبی کو علم دیا ہے اور انہوں نے مجھے سکھایا ہے اور انہوں نے میرے لئے دعا فرمائی ہے کہ اس کو حفظ رکھ سکوں اور میرے اعضا اس پر حاوی رہیں۔

تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ۔ حضرت قائم آل محمد علیہ السلام کے حق میں ہے بخدا وہی مضطر ہے جب آئے گا اور مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کرے گا۔ اور دعا مانگے گا تو اللہ اس کی دعا کو مستجاب کر کے اس سے مصیبت کو دور کرے گا اور اسے زمین کا خلیفہ بنائے گا اور یہ اس آیت کی تاویل ہے نیز ایک طویل روایت کے ذیل میں امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ بخدا وہی حضرت قائم آل محمدؐ مضطر ہیں اور وہ پڑھا کرتے ہیں یا پڑھیں گے۔ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ الخ ہمارے قبلہ و کعبہ استاد العلماء مولانا سید محمد یار شاہ صاحب مدظلہ العالی کا یہ دستور ہے جب بھی دفع مصیبت کے لئے کسی کے حق میں دعائے خیر کریں تو کم از کم دس مرتبہ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ الخ پڑھ کر دعا کرتے ہیں اور خدا اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کی مصیبتیں دور فرما دیتا ہے اور جو بھی ان سے مصیبت کے دفع کے لئے دعا کا طریقہ دریافت کرے تو ان کو بھی یہی طریقہ تعلیم فرماتے ہیں اور حدیث سابق سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام اپنے دورِ غیبت میں اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ کا ورد کرتے ہیں یا یہ کہ بوقت ظہور اس کو پڑھیں گے۔

رکوع نمبر ۲

قَالَ الَّذِيۡنَ۔ بار بار اپنے اسی سوال کو کافر دہراتے رہے کہ مٹی ہونے کے بعد ہمیں کیونکر دوبارہ اٹھایا جائے گا یہی باتیں ہمارے باپ دادا بھی سنتے آئے ہیں اور یہ پرانی کہانیاں ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہے اور ان کو بار بار یہی جواب دیا گیا کہ جو ذات ایجاد پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے جس نے پہلی دفعہ تمہیں پیدا کیا وہی دوبارہ زندہ کر کے تم کو اٹھائیگا

وَيَقُوۡلُوۡنَ۔ یہ جھوٹے بندوں کا دستور ہے کہ ایک سوال کو چھوڑا پھر دوسرا شروع کر دیا پھر تیسرا وعلیٰ ہذا القیاس کہنے لگے اچھا تم جس عذاب کی خبر ہم کو سناتے ہو وہ کب آئے گا؟

وَاٰبَاۤؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۤؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ

ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو ہم نکالے جائیں گے قبروں سے تحقیق وعدہ کیا گیا ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے کا نہیں یہ مگر

هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

کہانیاں پہلے لوگوں کی کہہ دو سیر کرو زمین میں پس دیکھو کس طرح

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ

انجام ہوا مجرموں کا اور نہ غم کھا ان پر اور نہ ہو تنگ دل اس سے جو وہ

ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

مکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کب ہوگا وعدہ (عذاب کا) اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾

سچے کہدو شاید ہوگا قریب تمہارے لئے بعض وہ جس کی تم جلدی کرتے ہو

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

اور تحقیق تیرا رب صاحب فضل ہے لوگوں پر لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ

اور تحقیق تیرا رب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور نہیں کوئی غائب

غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

آسمان و زمین میں مگر وہ کتاب مبین میں ہے تحقیق یہ قرآن بیان کرتا

قُلْ عَسٰی۔ لغت کے لحاظ سے عسیٰ امید کے معنی میں ہوتا ہے لیکن جب خدا فرمائے تو اس میں شک کا معنی نہیں رہتا بلکہ یقین مراد ہوتا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ جس عذاب کی جلدی چاہتے ہو اس میں سے بعض کو تو عنقریب چکھ لوگے اور باقی دائمی عذاب بعد میں ہوگا قریبی عذاب سے مراد جنگ بدر میں قتل و قید کا عذاب ہے۔ اور رَدِفَ کا معنی قَرُبَ اور دَنَا یعنی قریب ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ الخ۔ یعنی قرآن مجید نے وہ باتیں فیصلہ کن بیان کیں جن میں قوم یہود اختلاف رکھتی تھی مثلاً ان کے درمیان حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے واقعہ میں اختلاف تھا اور قرآن نے اس کو مفصل بیان کر دیا اسی طرح جس نبی کی تورات میں خوشخبری دی گئی تھی بعض اس

Presented by www.ziaraat.com

يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ

ہے بنی اسرائیل پر اکثر وہ چیزیں جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور تحقیق یہ

لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ

ہدایت اور رحمت مومنوں کے لئے ہے تحقیق تیرا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾

اور وہ غالب و دانا ہے پس توکل کر اللہ پر تحقیق تو واضح حق پر ہے

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾

تحقیق تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو آواز جب وہ پیچھے پلٹ جائیں

وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ

اور نہیں تو ہدایت کر سکتا اندھوں کو ان کی گمراہی سے تو صرف سنا سکتا ہے ان کو جو ایمان لائیں ہماری

بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا

آیات پر پس وہ تسلیم کرنے والے ہوتے ہیں اور واقع ہوگا ان پر قول (عذاب) تو نکالیں گے

لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا

ہم ان کے لئے دابۃ الارض کو جو ان سے بولے گا تحقیق لوگ ہماری

سے یوشع مراد لیتے تھے اور بعض کہتے تھے کہ ابھی آنے والا ہے اور قرآن نے اس کو واضح کر دیا کہ اس سے مراد حضورؐ کی ذات اور قوم یہود کی کتابوں کا مطالعہ نہ ہونے کے باوجود ان امور کا ذکر حضورؐ کا ناقابل انکار معجزہ ہے۔

لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ جس طرح مُردے کوئی بات نہیں سنتے اسی طرح کفار بھی تیری باتوں کے لئے مردوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور اگر زندہ ہیں تو بہروں کی طرح ہیں جس طرح وہ نہیں سُن سکتے۔ خصوصاً جب پشت کر کے جا رہے ہوں اور چونکہ یہ لوگ بھی قرآن کی آواز کانوں میں پڑتے ہی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور جس طرح اندھے انسان کو راستہ دکھانا ناممکن ہے۔ البتہ اندھوں کو ہاتھ پکڑ کر منزل مقصود پر لے جایا جا سکتا ہے لیکن اس مقام پر یہ تیری ڈیوٹی نہیں ہے۔

دابۃ الارض وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ۔ یعنی جب لوگوں پر عذاب واجب ہو جائے گا کہ ان سے خیر کی توقع نہ رہے گی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجود ختم ہو جائے گا، تو اس وقت اللہ کی جانب سے فیصلہ یہ ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ ۔ یعنی ہم زمین سے دابۃ الارض نکالیں گے۔ اور یہ صفا و مروہ کے درمیان سے ظاہر ہوگا اور وہ خبر دے گا کہ یہ مومن ہے اور وہ کافر ہے۔ پس تکلیف کا زمانہ ختم اور توبہ کا دروازہ بند ہوگا اور یہ چیز علائم قیامت سے ہے وہ ہر مومن کو چھوڑے گا اور ہر کافر کو مارے گا وہ وقوف مزدلفہ کی شب کو نکلے گا جب کہ لوگ منیٰ کی طرف جا رہے ہوں گے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد دُم دار حیوان نہیں ہے بلکہ وہ صاحب ریش (مرد) ہوگا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا میں صاحب عصا ہوں اور صاحب علامت ہوں یعنی مومن کی پیشانی پر ایمان کی نشانی اور کافر و منافق کی پیشانی پر کفر و نفاق کی نشانی لگانے والا میں ہوں۔

تفسیر قمی سے منقول ہے۔ ایک دفعہ حضرت رسالت مآبؐ مسجد میں تشریف لائے دیکھا۔ حضرت علی علیہ السلام ریت کی ڈھیری اکٹھی کر کے اوپر سر رکھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ پس حضورؐ نے پیر لگا کر فرمایا قُمْ يَا دَابَّةَ الْأَرْضِ یعنی اے دابۃ الارض اٹھو۔ صحابہ میں سے ایک شخص بولا حضورؐ کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس نام سے بلا سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم یہ صرف اسی کا ہی لقب ہے اور یہی وہ ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس فرمایا اے علی۔ جب آخری زمانہ آئے گا تو خدا تجھے بہترین شکل و صورت عطا کر کے بھیجے گا۔ اور تیرے پاس میسم ہوگا (یعنی نشان لگانے کا آلہ) کہ اس کے ذریعے سے اپنے دشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگائے گا۔ الحدیث۔ نیز منقول ہے ایک شخص نے عمار بن یاسر سے کہا کہ قرآن مجید کی ایک آیت نے میرا دل خراب کر دیا ہے اور مجھے شک میں ڈال دیا ہے عمار نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے تو اس نے یہی آیت پڑھی اور دابۃ الارض کا معنی دریافت کیا۔ عمار نے جواب دیا بخدا میں کھانے پینے اور بیٹھنے سے پہلے تجھے دابۃ الارض دکھلاؤں گا۔ پس عمار اس شخص کو حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس لایا جب کہ آپ خرما اور مکھن کھا رہے تھے۔ آپ نے عمار کو دعوت دی پس وہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہو گیا۔ وہ شخص حیرت سے دیکھتا رہا جب وہاں سے اُٹھ کر واپس ہوئے تو اس شخص نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تو نے تو قسم کھائی تھی کہ کھانے پینے بلکہ بیٹھنے سے بھی پہلے تجھے دابۃ الارض دکھاؤں گا وہ وعدہ کیا ہوا، جواب دیا۔ اگر تیرے پاس عقل ہے تو میں تجھے دکھا چکا ہوں۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ دابۃ الارض میں ہوں۔

ایک دفعہ اصبغ بن نباتہ حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپ گھی اور سرکہ سے کھانا تناول فرما رہے تھے اصبغ کہتا ہے میں نے یہ آیت پڑھی اور دابۃ الارض کا معنی پوچھا آپ نے فرمایا وہ دابہ ہے جو گھی اور سرکے کے ساتھ روٹی کھاتا ہے۔

ایک دفعہ معاویہ نے اصبغ پر اعتراض کیا کہ تم شیعہ لوگ حضرت علیؑ کو دابۃ الارض کہتے ہو۔ اصبغ نے جواب دیا کہ اس کے یہودی لوگ بھی قائل ہیں۔ معاویہ نے راس الجالوت کی طرف آدمی بھیج کر اس کو منگوا لیا اور پوچھا۔ کیا تمہارے نزدیک دابۃ الارض بھی کہیں لکھا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ معاویہ نے پوچھا تجھے پتہ ہے اس کا نام کیا ہے اس نے جواب دیا اسکا نام ایلیا ہے پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا اے اصبغ واقعی ایلیا اور علی دونوں لفظ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ

آیات پر یقین نہیں رکھتے اور جب ہم اکٹھا کریں گے ہر امت سے ایک گروہ ان میں سے جو جھٹلاتے

یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ

تھے ہماری آیات کو پس وہ روکے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ جب آئیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے جھٹلایا

بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

تھا ہماری آیات کو حالانکہ تم کو ان کا علمی احاطہ نہ تھا بھلا تم کیا کرتے رہے ہو؟

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور واجب ہوگا قول (عذاب) انہیں پر بوجہ ظلم کے پس وہ نہ بولیں گے

جناب رسالتمآبؐ سے بروایت ابوہریرہ منقول ہے کہ جب دابۃ الارض کا خروج ہوگا تو اس کے ہمراہ حضرت موسیٰؑ کا عصا حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہوگی وہ مومن کے چہرہ کو عصا موسےٰؑ سے روشن کریں گے اور کافر کے چہرے پر خاتم سلیمانؑ سے مہر کریں گے۔

رکوع نمبر ۳۔ آمد قائمؑ — وَیَوْمَ نَحْشُرُ مذہب امامیہ میں جو لوگ رجعت کے قائل ہیں انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قیامت کے دن ہر اُمت میں سے ایک ایک گروہ نہ اٹھے گا۔ بلکہ اس دن تو سب لوگوں کو اُٹھایا جائے گا اور اس مضمون کی احادیث آئمہ ہدیٰ سے بکثرت وارد ہیں کہ قیام مہدیؑ کے قریب اللہ تعالےٰ ان کے شیعوں اور موالیوں میں سے ایک جماعت کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تاکہ ان کی نصرت وامداد کا ثواب حاصل کریں اور ان کی پُرکیف وپُرامن حکومت کی بہاریں دیکھیں۔ نیز ان کے دشمنوں میں سے بھی ایک قوم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تاکہ ان سے انتقام لیا جائے اور ان کو آپ کے شیعوں کے ہاتھوں دنیا کا وُہ عذاب بھی چکھا جائے جس کے وہ مستحق تھے اور آپ کی حکومت کی عظمت وشوکت ان کو دکھا کر رسوا وذلیل کیا جائے۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپنے اسی آیت مجیدہ کے ذیل میں فرمایا۔ دُنیا میں جس قدر مومن قتل کی موت مرے ہیں وہ اُٹھائے جائیں گے اور پھر اپنی طبعی موت مریں گے اور جس قدر مومن اپنی طبعی موت سے مرے ہیں ان کو اٹھایا جائیگا۔ پس وہ قتل کی موت سے مریں گے۔ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں عقیدۂ رجعت کو بعض شیعوں کا عقیدہ قرار دے کر بعد میں فرمایا۔ کہ اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ یہ چیز اللہ کی قدرت شاملہ میں داخل ہے اور ایسا کرنا محالات ذاتیہ میں سے نہیں ہے اور گذشتہ اُمتوں میں اس قسم کے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ چنانچہ مختلف مقامات پر ان کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ موجود ہے جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ اور اس کے علاوہ دیگر واقعات جو اپنے مقامات پر گذر چکے ہیں اور حضرت رسالتمآبؐ سے خبر صحیح میں وارد ہے کہ میری اُمت میں وہ

Presented by www.ziaraat.com

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے بنائی رات تاکہ سکون کریں اس میں اور دن دکھانے والا

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ

تحقیق اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائے اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں

سب واقعات پیش آئیں گے جو بنی اسرائیل میں گذرے ہیں جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے حتاکہ اگر ان میں سے کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا۔ اور جو لوگ امامیہ میں سے رجعت کے قائل نہیں ہیں وہ اس قسم کی تمام احادیث کی تاویل کرتے ہیں جو رجعت پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ اس سے مراد لیتے ہیں حکومت اور شاہی آل محمدؐ کی ہوگی اور محبان آل محمدؐ اس زمانہ میں خوشحال ہونگے۔ نہ کہ گذشتہ لوگ پلٹ کر دوبارہ آجائیں گے۔ ان کے استدلال کو نقل کرنے کے بعد علامہ طبرسی خود فرماتے ہیں إِنَّمَا الْمُعَوَّلُ فِي ذَٰلِكَ عَلَى إِجْمَاعِ الشِّيعَةِ الْإِمَامِيَّةِ وَإِنْ كَانَتِ الْأَخْبَارُ تَعْضُدُهُ وَتُؤَيِّدُهُ۔ یعنی اس عقیدہ میں بڑی دلیل جس پر اعتماد ہے وہ ہے شیعہ امامیہ کا اجماع اور جو احادیث نقل کی گئی ہیں وہ اس اجماع کی مؤید ہیں۔ لہٰذا احادیث کی تاویل کرنے سے عقیدہ کا بطلان ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس سے ان کا رجحان اسی طرف ثابت ہوتا ہے کہ وہ عقیدۂ رجعت کے قائل ہیں اور یہی حق ہے کیونکہ معصوم نے رجعت کا بیان فرماتے ہوئے آیت مجیدہ کو بھی استدلال کے طور پر پیش فرمایا کہ یہ آیت رجعت پر دلالت کرتی ہے اور بروایت تفسیر قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی ان آیات سے مراد حضرت امیر المومنینؑ اور باقی آئمہ طاہرینؑ ہیں۔ کسی شخص نے پوچھا کہ عامہ لوگ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا۔ سے مراد قیامت کا دن لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا قیامت کے دن ہر امت سے ایک ایک گروہ کو اٹھایا جائیگا اور باقیوں کو چھوڑ دیا جائیگا بلکہ یہ آیت رجعت کے متعلق ہے اور قیامت کے متعلق آیت یہ ہے۔ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا۔ یعنی ہم ان کو محشور کریں گے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے

وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا۔ یعنی ان کو کہا جائے گا کہ تم نے میری آیات یعنی آئمہ وانبیاء کی تکذیب کی تھی حالانکہ تم نے فکر و تدبر کرکے اور انصاف وعدل کے تقاضوں پر عمل کرکے ان کو صحیح پہچانا ہی نہیں تھا اور نہ تم نے ان کی صحیح معرفت حاصل کی تھی۔

أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ یہ تنبیہ اور سرزنش ہے کہ بغیر معرفت حاصل کئے تم نے ان کو جھٹلا دیا۔ یہ تم کیا کرتے رہے ہو؟

مُبْصِرًا۔ یعنی روشن کہ اس میں تم چیزوں کو دیکھتے ہو اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہو۔

نفخ صور

وَيَوْمَ يُنْفَخُ۔ نفخ کا معنی ہے پھونکنا اور صور کے متعلق اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ صورت کی جمع ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صورتوں میں روح پھونکے جائیں گے۔ پس وہ زندہ ہو کر محشور ہوں گے۔ اور تفسیر صافی میں جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ وہ نور کا ایک سینگ ہے جس کا ایک کنارہ چوڑا اور دوسرا تنگ ہے۔ پس اس کا ایک کنارہ اسرافیل فرشتے کے منہ میں ہے کہ وہ نفخ کرے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس میں اس قدر سوراخ ہیں جس قدر انسانی ارواح۔ پس ہر روح کا الگ

Presented by www.ziaraat.com

فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

پس گھبرا جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر وہ جو

شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ

چاہے اللہ اور سب آئیں گے اس کے پاس ذلیل ہو کر اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو

تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

تو خیال کرے گا ان کو جمے ہوئے حالانکہ وہ چل رہے ہوں گے بادلوں کی طرح

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا

یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے مضبوط بنایا ہر شی کو تحقیق وہ باخبر ہے جو تم

تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ

کرتے ہو جو بجا لائے نیکی تو اس کے لیے بہتری ہو گی

الگ سوراخ ہے (اور اس کے نفخ سے ہر روح اپنے متعلقہ جسم میں چلا جائے گا) اور مجمع البیان میں ایک قول ہے کہ تین دفعہ صور پھونکا جائے گا جب پہلی دفعہ نفخ ہو گا تو تمام زمین و آسمان کے ساکنین کے دل جاہیں گے اور سب پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی جب دوسری نفخ ہو گا تو تمام ذی روح مر جائیں گے اور تیسری دفعہ نفخ ہو گا تو سب زندہ ہو کر دوبارہ محشور ہوں گے۔ اسکی تفصیل جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۱۳۲ پر آئے گی۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ یہ ان کا استثناء ہے جن پر نفخ صور سے گھبراہٹ طاری نہ ہو گی اور وہ چار فرشتے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل اور مروی ہے کہ شہداء پر بھی گھبراہٹ نہ ہو گی۔ اور اس میں انبیاء و آئمہ سب داخل ہیں۔

وَتَرَى الْجِبَالَ۔ یعنی اس دن دیکھو گے کہ پہاڑ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے یعنی جس طرح گھنے بادل جب چھائے ہوئے ہوں تو دیکھنے سے وہ چلتے معلوم نہیں ہوتے حالانکہ چل رہے ہوتے ہیں اسی طرح پہاڑ بھی کثرت اور پھیلاؤ کی وجہ سے ساکن معلوم ہوں گے حالانکہ وہ چل رہے ہوں گے جس طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ یعنی پہاڑ دھنی ہوئی کپاس کی طرح فضا میں پھیلے ہوئے نظر آئیں گے۔

اَتْقَنَ كُلَّ۔ یعنی اس نے ہر چیز کو ایسا بنایا ہے کہ اس میں عیب نکالنے کی کسی کے لئے گنجائش نہیں پس اس کی وضع و ہیئت کو اس طرح مکمل بنایا جس کے وہ لائق تھی۔

بِالْحَسَنَةِ۔ اس سے مراد کلمہ توحید و اخلاص ہے اور بعضوں نے اس سے مراد ایمان لیا ہے۔ تفسیر صافی میں بروایت قمی حسنہ سے مراد ولایت علیؑ ہے اور سیئہ سے مراد اس کے دشمنوں کی تابعداری ہے۔ بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حسنہ اہل بیتؑ کی محبت و ولایت کی معرفت ہے۔ اور سیئہ اہل بیت کا بغض اور ولایت کے انکار کا نام ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ

اس کی وجہ سے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے اور جو کرے بُرائی پس اُلٹے منہ

فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

جائیں گے دوزخ میں (کہا جائے گا) تم کو نہیں جزا دی جاتی مگر اس کی جو تم کرتے رہے

تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ

تھے سوائے اس کے نہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے

الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

اس کو حرمت والا بنایا اور اس کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا۔ یہاں خیر سے مراد ہے اچھی جزا اور مِنْ تعلیلیہ ہے یعنی اس کو اچھی جزا ملے گی بوجہ ایمان وولاء آلِ محمدؐ کے لہٰذا یہاں خیر کو افعل التفضیل کا صیغہ قرار دینا غلط ہے کیونکہ معنی ہو جائے گا کہ اس کو جو جزا ملے گی وہ اس ایمان وولا سے بہتر ہو گی۔ حالانکہ ایمان یا کلمہ توحید واخلاص یا ولاء آلِ محمدؐ سے کوئی چیز اچھی نہیں ہو سکتی۔

اٰمِنُوْنَ۔ آیت بتلاتی ہے کہ قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے اہل توحید اہل ایمان وولاء محفوظ ہوں گے۔

فَكُبَّتْ۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حسنہ سے مراد ہم اہل بیتؑ کی محبت ہے۔ اور سیئہ سے مراد ہمارا بغض ہے اور دوسری روایت میں جابر سے مروی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا اے علیؑ! اگر میری اُمت روزے رکھے کہ کمزوری کی وجہ سے تاگے کی طرح ان کے جسم کمزور پڑ جائیں اور نمازیں اس قدر پڑھیں کہ کمریں ان کی جھک جائیں اور پھر تیرے ساتھ بغض رکھتے ہوں تو منہ وناک کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

حُرمتِ مکہ اِنَّمَآ اُمِرْتُ۔ صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قریش نے کعبہ کو گرایا تھا تو اس کی بنیادوں میں ایک پتھر دیکھا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا پس انہوں نے ایک پڑھے لکھے آدمی سے پڑھوایا اس کی تحریر کا مقصد یہ تھا میں اللہ مکہ کا مالک ہوں میں نے اس کو حُرمت والا بنایا ہے جس دن سے زمین وآسمان کو خلق کیا اور میں نے اس کو ان دو پہاڑوں کے درمیان رکھا۔ اور اپنے سات فرشتے اس پر مؤکل کئے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ جس دن فتح کر کے مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کا دروازہ کھولا۔ اور کعبہ کے اندر بنی ہوئی مورتیوں کو مٹایا پس دہلیز کعبہ کو پکڑ کر فرمایا۔ خبردار! اللہ نے مکہ کو حُرمت والا بنایا۔ جس دن سے آسمانوں اور زمین کو اس نے پیدا کیا۔ پس وہ اللہ کی

Presented by www.ziaraat.com

الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا

ہوں مسلمانوں میں اور یہ کہ تلاوت کروں قرآن کی پس جو ہدایت پائے گا تو وہ ہدایت

یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾

پائے گا اپنی ذات کے لئے اور جو گمراہ ہو (تو ہو) پس کہدو میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا

اور کہدو حمد ہے اللہ کے لئے عنقریب دکھائے گا تم کو اپنی نشانیاں پس جان لو گے ان کو اور نہیں

رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۳

تیرا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو

حرمت سے حرمت والا رہے گا۔ قیامت تک نہ اس کے اندر شکاری جانور کو خوفزدہ کیا جائے گا۔ نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا، نہ اس کا لقطہ اٹھانا کسی کے لئے جائز ہے سوائے اس کے جو اس کو اس غرض سے اٹھائے کہ مالک کو تلاش کر کے واپس دے گا۔ آپؐ کے چچا عباس نے عرض کی حضورؐ! اذخر تو عام کام آنے والی چیز ہے تو آپؐ نے اس کو مستثنیٰ قرار دیدیا۔

اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ۔ یعنی میں نے قرآن مجید کے ذریعے تبلیغ کرنی ہے پس جو مان لے گا اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو گمراہ رہے گا تو نقصان اس کی اپنی ذات کو ہوگا۔ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کسی کو زور سے راہ راست پر چلانا میرے عہدے میں نہیں ہے۔

والحمد للہ رب العالمین۔ پس اس مقام پر دسویں جلد ختم ہوئی اور سورۂ قصص سے گیارھویں جلد انشاء اللہ شروع ہوگی اس وقت صبح دس بجنے سے پانچ منٹ کم ہیں۔

آج بروز چہارشنبہ ۱۵ ماہ مبارک رمضان ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۶۹ء ، ۱۱ مگھر ۲۰۲۶ ب کو اس جلد کے مسودہ سے فارغ ہوا ہوں۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ مجھے اپنی کتاب کریم کی تفسیر کی توفیق مرحمت فرمائے اور آلِ محمدؐ کے نقش پر صحیح چلنے کی سعادت عنایت کرے اور میرے اور میرے والدین کے اور جملہ اعزاء واقارب کے اور سب مومنین کرام خصوصاً میرے اساتذہ کے جملہ گناہان کبیرہ وصغیرہ کو دامنِ عفو میں جگہ دے اور اس تفسیر کے مطالعہ کی مومنین کرام کو ہمت عطا فرمائے نیز جملہ ایسی رکاوٹوں سے محفوظ رکھے جو اس کی اشاعت کی راہ میں حائل ہو سکیں۔ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلْ وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

مومنین کرام سے دعا کی التماس ہے کہ خدا ہمیں اپنے کلام مقدس کی تفسیر کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(دوسرا ایڈیشن ماہ مئی ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا)

Presented by www.ziaraat.com